حیدرآباد شہر کا تغیر پذیر بندوبستی نظام (1956-2014)

مقالہ داخل کردہ برائے

ڈاکٹر آف فلاسفی

تاریخ

مقالہ نگار

لیاقت حسین

اندراج نمبر: A171033

زیرِ نگرانی

ڈاکٹر دانش موہین

شعبہ تاریخ

شعبہ تاریخ

اسکول برائے آرٹس اور سماجی علوم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد۔ ہندوستان

2022

DECLARATION

I, **Liaquat Hussain,** student of Ph.D. hereby declare that the thesis entitled "**CHANGING SETTLEMENT PATTERN OF HYDERABAD CITY 1956-2014**" which is submitted by me to the Department of History, School of Arts & Social Sciences , Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad in partial fulfillment of the requirements for the award of the degree of Doctor of Philosophy has not previously formed the basis for the award of any Degree, Diploma, Associateship, Fellowship or other similar title or recognition. I further declare that I have also fulfilled the requirements of the Ph.D. ordinance of the Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad, and UGC regulations for carrying out research work in Ph.D.

Place: MANUU, Hyderabad.

Date:

Liaquat Hussain
Research Scholar

मौलाना आज़ाद नेशनल उर्दू यूनिवर्सिटी مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
MAULANA AZADNATIONALURDU UNIVERSITY
(A central University established by an Act of Parliament in the year 1998)
Accredited 'A' Grade by NAAC

CERTIFICATE

On the basis of the declaration submitted by **Liaquat Hussain,** student of Ph.D., We hereby certify that the thesis titled "**CHANGING SETTLEMENT PATTERN OF HYDERABAD CITY 1956-2014**" which is submitted to the Department of History, School of Arts & Social Sciences, Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad in partial fulfillment of the requirements for the award of the degree of Doctor of Philosophy is an original contribution with existing knowledge and faithful record of research carried out by him under my guidance and supervision.

To the best of our knowledge this work has not been submitted in part or full for any Degree or Diploma to this University or elsewhere.

Place: MANUU, Hyderabad.
Date:

Dr. Danish Moin
Research Supervisor

Dr. Danish Moin
Head
Department of History

Prof. Farida Siddiqui
Dean
School of Arts & Social Sciences

اظہارِ تشکر

بِسْمِ اللّٰـهِ الرَّحْمَـٰنِ الرَّحِيمِ

الحمدللہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو سب سے بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے اور اُس کا شکر بجالاتا ہوں کہ مجھے صحت اور زندگی بخشی اوراس کوشش کے دوران مجھے ہمت دی کہ میں تعلیم کی دنیا کے اتنے بڑے پہاڑ کو سر کرنے کی کوشش کروں۔

میں اپنے سپروائزر ڈاکٹر دانش معین، شعبۂ تاریخ، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے میری پوری پی ایچ ڈی کے دوران اپنے وسعت علم سے میری رہنمائی اور مسلسل حوصلہ افزائی کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ ان ہی کی مدد اور تعاون نے میرے اس تحقیقی کام کو انجام دینے میں شامل قابل قدر مہارتوں کو حاصل کرنا ممکن بنایااور تجسس کو بصیرت میں بدلنے میں میری مدد کی۔ یہ میری خوش قسمتی ہے اور میرے لئے فخر اوراعزاز کی بات ہے کہ ان کی قابل احترام نگرانی، تربیت اور مسلسل حوصلہ افزائی نے میرے اندر ہمت پیدا کی کہ میں اس کام کو مکمل کرسکوں۔

میں پروفیسر مشتاق احمد کاؤ، ڈاکٹر خالد پونمولتھودی، ڈاکٹر اکرام الحق، اور ڈاکٹر کھانڈے پرویز احمد کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے میرے تحقیقی کام کے دوران مجھے علمی رہنمائی اور درکار تمام سہولیات فراہم کی اور میری سوچ و فکر میں صلاحیت پیدا کی۔ میں ڈاکٹر اختر پرویز، لائبریرین مانو، حیدرآباد کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اس مقالے کے دوران مسلسل تعاون اور قیمتی تجاویز دیں۔ مجھے اپنے ساتھیوں اور یونیورسٹی کے غیر تدریسی عملے کی مدد اور تعاون کا اعتراف کرتے ہوئے بھی بہت خوشی ہورہی ہے۔ مزید یہ کہ میں مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد کا بھی شکر گزار ہوں کہ یونی ورسٹی نے مجھے سہولیات فراہم کیں اور ریسرچ اسکالرز کی فہرست میں نام آنے کا موقع دیا۔

میں مختلف یونیورسٹیوں اور انسٹی ٹیوٹس کا بے حد ممنون ہوں بالخصوص سنٹرل یونیورسٹی آف ہریانہ، کے ایل ایچ یونیورسٹی حیدرآباد، ڈی جی روپرل کالج- پونے، امبیڈکر اوپن یونیورسٹی حیدرآباد اور دیگر اداروں نے مجھے مختلف ورکشاپس اور کانفرنسوں میں شرکت کے لیے منتخب کیا۔ اس کے علاوہ میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کا تعلق میرے اس تحقیقی مقالے کے ایریے سے ہے خورشید احمد بھٹ، شگفتہ، تابش امین اور شعبہ تاریخ کے دیگر تمام ریسرچ اسکالرز جنہوں نے نہ صرف درکار ڈیٹا فراہم کیا بلکہ مفید مشوروں سے نوازا۔

مزید برآں میں اپنے دوستوں، عطااللہ نیازی، یاسر ابراہیم پوسوال، عبدالقیوم، اعجاز احمد، اور مظفر حسین اور بشارت حسین کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے میری تحقیق کے دوران تکنیکی مدد اور حوصلہ افزائی کی۔

میں اپنے دیگر دیگر ڈاکٹر جمیل احمد، ڈاکٹر بی ایل مینا، گورویندر سنگ چٹھہ، روہتاش مینا، محترمہ شیخ ثنا، جناب عرفاز احمد افسانہ، جناب اسد الرحمان، مقبول احمد اور جناب خالد میر کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے تحقیق کے دوران نتیجہ خیز گفتگو بہم پہنچائی۔

میں اس تحقیقی کام کے دوران نیشنل فیلوشپ فار شیڈیولڈ ٹرائب طلباء کے تحت UGC اور قبائلی امور کی وزارت، GOI سے موصول ہونے والی مالی مدد کو تسلیم کرتا ہوں۔ اور ان کو ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں۔

میں اپنے والدین، بھائی، پیاری بہنوں، اور اپنے تمام خیر خواہوں کے لیے تہہ دل سے شکر گزار ہوں جو میری کامیابی کے لیے کافی خواب دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کی دعاؤں کی مدد سے میں اس کام کو مکمل کر پایا مزید سر خمی کے ساتھ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

لیاقت حسین

मौलाना आज़ाद नेशनल उर्दू यूनिवर्सिटी مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

MAULANA AZAD NATIONAL URDU UNIVERSITY

(A Central University established by an Act of Parliament in 1998)

(Accredited "A" Grade By NAAC)

Consent Form for Digital Archiving

Name of the Research Scholar	**Liaquat Hussain**
Degree (M. Phil / Ph.D.)	**Ph. D.**
Department / Centre / Institution	**Department of History**
Guide / Supervisor	**Dr. Danish Moin**
Thesis / Dissertation Title	**CHANGING SETTLEMENT PATTERN OF HYDERABAD CITY 1956-2014**

1. I do hereby authorize Maulana Azad National Urdu University and its relevant Departments to archive and to make available my thesis or dissertation in whole or in part in the University's Electronic Thesis and Dissertations (ETD) Archive, University's Intranet or University's website or any other electronic repository for Research Theses setup by other Departments of Govt. of India and to make it accessible worldwide in all forms of media, now or hereafter known.

2. I retain all other ownership rights to the copyright of the thesis/dissertation. I also retain the right to use in future works (such as articles or books) all or part of this thesis or dissertation.

Signature of Scholar **Signature & Seal of Guide** **Signature of Librarian**

Gachibowli, Hyderabad – 500 032, Telangana, India

Tel: 040 - 2300-8441 Email: manuuacad@gmail.com Website: www.manuu.ac.in

मौलाना आज़ाद नेशनल उर्दू यूनिवर्सिटी مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

MAULANA AZADNATIONALURDU UNIVERSITY

(A central University established by an Act of Parliament in the year 1998)

Accredited 'A' Grade by NAAC

CERTIFICATE OF PLAGIARISM CHECK

The following certificate of plagiarism check is issued with certification for the bonafide work carried out by him/her under my supervision and guidance. This thesis is free from plagiarism and has not been submitted previously in part or in full to this or any other University or institution for award of any degree or diploma.

1.	Name of the Research Scholar	**Liaquat Hussain**
2.	Research Programme	**Ph. D.**
3.	Title of the Thesis / Dissertation	**Changing Settlement Pattern of Hyderabad City 1956-2014**
4.	Name of the Supervisor	**Dr. Danish Moin**
5.	Department	**History**
6.	Acceptable Maximum Limit	**10%**
7.	% Of Similarity of content Identified	**9 %**
8.	Software Used	**Turnitin**
9.	Date of verification	**06-6-2022**

Signature of the Scholar

(Signature of the Supervisor) **(Head of the Department)**

(University Librarian)

Gachibowli, **Hyderabad**– 500 032, Telangana, (INDIA), www.manuu.ac.in

EPABX: +91-040 23006612-15, VC-Office: 23006601, Registrar: 23006121 Fax: 23006604

Table of Contents

باب اوّل 1

تعارف 1

1.1 تعارف: 1

1.2 ادب کا جائزہ: 4

1.3 تحقیقی خلا: 11

1.4 تحقیقی مسائل: 12

1.5 تحقیقی سوالات: 13

1.6 مطالعہ کے مقاصد: 14

1.7 موجودہ مطالعہ کا تعلق: 15

1.8 تحقیقی طریقہ کار: 16

1.9 ابواب بندی: 20

باب 2 26

حیدر آباد بطور شہر اور ریاست ایک تاریخی منظر نامہ 26

2.1۔ مرحلہ 1: قطب شاہی (1687-1591): 29

2.2۔ دکن پر مغلوں کا حملہ (1724۔1687): 34

2.3۔ مرحلہ -2: آصف جاہی (1948-1724): 37

2.4 : برطانوی بندوبستی چھاونی: سہ شہری مرحلہ (1874-1799) 42

2.5۔ ریلوے کا تعارف (1904-1874) 48

2.6 : آصف جاہی کے آخری دور میں جدید شہر کا ظہور (1948-1908) 54

2.7 جدید حیدر آباد (2014-1956) 62

باب 3 69

حیدر آباد شہر کے بدلتے ہوئے بندوبستی نظام کا ادراک 69

3.1 شہر کی وسعت، توسیع اور منصوبہ بندی: 70

3.2 سٹی امپر وومنٹ بورڈ: 71

3.3 حیدر آباد کا تعلیمی شعبہ: 76

3.4 شہر کی صحت کا شعبہ: 82

3.5حیدرآباد شہر ہندوستان کا دواساز مرکز: 83
3.6صنعتیں اور ملٹی نیشنل کمپنیاں: 84
3.7آب وہوا: 85
3.8ٹرانسپورٹ: 86
3.9آبادی کی کثافت: 89
3.10بندوبستی نظام(SETTLEMENT PATTERN): 97
3.11انتظامی ترتیب: 99
3.12شہرکاری: 103
3.13عالمی منظرنامے میں شہرکاری: 107
3.14ترقی یافتہ ممالک میں شہرکاری: 108
3.15ترقی پذیر ممالک میں شہرکاری: 108
3.16ہندوستان میں میٹروپولیٹن شہر: 109
3.17حیدرآباد کے تناظر میں شہرکاری: 110
3.18آبادیاتی تبدیلی: 113
3.18.1ڈیموگرافی کا مفہوم: 113
3.18.2آبادیاتی منتقلی کے خیال کا ظہور: 114
3.18.4حیدرآباد کی آبادیاتی تبدیلی:۔ 116
باب۔4 125
بندوبستی نظام میں تسلسل اور تبدیلی کے عناصر کی شناخت 125
4.1فیزون: 128
4.1.1قطب شاہی کے تحت بندوبستی نظام کا طریقہ 128
4.1.2آصف جاہی/نظام کے تحت بحالی کا طریقہ 131
4.1.3برطانوی حکمرانی کے تحت شہر کا بندوبستی نظام: 137
4.1.4-1948میں آبادی کی نقل مکانی پولیس ایکشن: 142
4.2۔مرحلہ دوم 144
4.2.1۔بندوبستی نظام اور ریاست کی تنظیم نو: 144
4.2.2-1990کی اقتصادی اصلاحات کے بعد بندوبستی نظام: 148
4.3-ثقافتی تبدیلی: 152

4.4 -طرز لباس میں تبدیلی: 154
4.5فن تعمیر: 156
4.6تعلیمی تبدیلی: 158
4.7حیدر آباد کی دستر خوانی تہذیب(FOOD CULTURE) 161
4.8سماجی تبدیلیاں: 164
باب5 172
ریاستی پالیسی 172
5.1ہندوستانی اقتصادی اصلاحات: 173
5.2غیر ملکی تعلیم: 178
5.3 تکنیکی مہارت: 179
5.4 عمل درآمد کا مرحلہ: 181
5.5ماسٹر پلان: 186
5.6ایڈ پروڈکٹ: 193
HUDA5.7کی فالٹ لائنز: 194
باب6 205
نتائج 205
6.1نتائج 206

باب اوّل

تعارف

1.1 تعارف:

نیو لبرل ازم یا عالمگیریت کے رد عمل کے طور پر 1990ء کی دہائی میں لبرل ہندوستانی اقتصادی اصلاحات کے بعد ملک میں بہت زیادہ غیر ملکی سرمائے کی آمد ہوئی۔ بالآخر متعدد بین الاقوامی کمپنیوں نے مختلف ہندوستانی شہروں میں اپنی مختلف قسم کی کمپنیاں قائم کیں اور ان میں سے ایک حیدر آباد بھی تھا۔ آئی ٹی، فارماسیوٹیکل اور مالیکیولر بائیولوجی اور دیگر شعبوں میں غیر ملکی سرمایہ کاری نے حیدر آباد شہر میں بڑی تبدیلیاں لائی ہیں۔ ایسی ہی ایک تبدیلی حیدر آباد کے بندوبستی نظام میں دیکھی گئی۔ اس طرح یہ مطالعہ حیدر آباد کے تاریخی ماضی کے سلسلے میں حال کی تبدیلی کا مطالعہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ عالمگیریت یا نولبرل ازم کا مطلب غیر ملکی سرمائے کی انتہائی ترقی یافتہ سے ترقی پذیر ممالک کی طرف نقل و حرکت ہے۔ اگرچہ یہ ثقافتی سامراج، مابعد جدیدیت پسند سامراج اور سرمایہ داری کا جنم لینے کے تصور کو مسترد کرتا ہے، پھر بھی اس نے ترقی پذیر دنیا میں ایک دھچکا لگا دیا جس کا حصہ ہندوستان بھی تھا۔

ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم نہرو نے سوشلسٹ سرمایہ داری کی حمایت کی۔ وہ آزاد منڈی کی معیشت اور سرمایہ دارانہ ماڈل پر ملک کی معاشی ترقی کے مخالف تھے۔ تاہم ان کے جانشینوں نے عالمگیریت کو ایک حقیقت اور ہندوستان کی اقتصادی ترقی کے بہترین نمونے کے طور پر قبول کیا۔ لہٰذا، انہوں نے 1990ء کی دہائی میں نئی لبرل اقتصادی اصلاحات متعارف کروائیں جس سے غیر ملکی کمپنیوں کو ہندوستان میں تجارت، سرمایہ کاری اور پیداوار کی اجازت ملی۔ اس کے نتیجے میں، ملٹی نیشنل کمپنیوں نے ملک کے سیاسی استحکام، سستی مزدوری، ممکنہ انسانی وسائل اور خام مال کی دستیابی کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف ہندوستانی شعبوں میں سرمایہ کاری کی۔ حیدرآباد شہر کو بھی اس کا فائدہ ملا کیونکہ آئی ٹی، فارماسیوٹیکل، مالیکیولر بائیولوجی اور دیگر شعبوں نے گزشتہ برسوں میں بہت زیادہ غیر ملکی سرمایہ کاری کو راغب کیا۔ حیرت انگیز نہیں کہ حیدرآباد میں نئے "اکنامک زونز" تیار ہوئے بلکہ ہنر مند نوجوانوں کے لیے ملازمتوں میں اضافہ ہوا، دوسری صورت میں ویران، پتھریلی اور ریتلی جگہوں کو متحرک اقتصادی مرکزوں میں تبدیلی، شہر کا اگواڑ بدلنا، ہر جگہ شاپنگ اور بزنس کمپلیکس کی تعمیر، رقم کی گردش کو بہتر بنانا، تجارت اور کاروبار کو فروغ دینا، دیہی اور شہری تبدیلی کو متحرک کرنا، شہر کاری کو بڑھانا، ریاستی وسائل کی تکمیل، زمین کی آسمان چھوتی قیمتیں، ریاستی ترقی اور انسانی وسائل کی ترقی کے اشاریہ جات کو بہتر بنانا اور مختلف نسلی، مذہبی، علاقائی پس منظر کے لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانا اور اس طرح حیدرآباد کے کثیر الثقافتی کے بنیادی مینو میں ایک دلچسپی اور لطف پیدا ہوا۔

غیر ملکی بہاؤ نے حیدر آباد کے آباد کاری کے انداز یا اس کے انسانی رہائش کے پر یفیکچر کو کافی حد تک نقصان پہنچایا۔ کچھ بکھرے ہوئے مکانات ایک بڑے شہر کی شکل اختیار کر گئے۔ اب تک غیر آباد، نا قابل کاشت اور قابل کاشت اراضی کے علاقوں پر کمپنی کے ڈھانچے، کاروباری مراکز، شاپنگ کمپلیکس، ہوٹل، کرائے کی عمارتیں، سرکاری اپارٹمنٹس اور مکانات کا قبضہ ہے۔ ان معاشی سرگرمیوں سے گزشتہ چند دہائیوں سے ہندوستانی کی دوسری ریاستوں سے آنے والے لوگ حیدر آباد شہر میں قائم رہنے سے دوبارہ منظم ہونے کا باعث بنیں۔

حیدر آباد کے بندوبستی نظام میں تبدیلی مذکورہ پیش رفت کا فطری نتیجہ تھا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس طرح کی تبدیلی راتوں رات نہیں ہوئی بلکہ اسے تیار ہونے اور عملی شکل دینے میں کئی برس لگے۔ چونکہ آباد کاری کا نمونہ حیدر آباد کے اندر مقامی انتظامات یا بستیوں کی تقسیم کے عمل کی نشاندہی کرتا ہے اس لیے موجودہ مطالعہ رہائش، آبادیاتی، خاندانی اور برادری کے نمونوں میں تبدیلی کے معاملے میں رہائش کی تمام حرکیات کو کھولنے کے لیے اہم ہے۔ سماجی تنظیم، صحت کی دیکھ بھال؛ ثقافتی تانے بانے، اقتصادی پروفائل کے علاوہ شہر میں ریلوے، روڈویز، واٹر باڈیز، ایئرویز، واصلات اور نقل و حمل کے نیٹ ورکس کی تعمیر کا مطالعہ بھی زیر غور ہے۔

1.2 ادب کا جائزہ:

برسوں سے ملک کے بدلتے ہوئے آبادکاری کے انداز کو بالعموم اور بالخصوص حیدرآباد شہر کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے کئی تحقیقی اور عمومی مطالعات کیے گئے ہیں۔

یہ مطالعہ گلوبلائزیشن، اربنائزیشن، اور آبادیاتی تبدیلی کے بنیادی تصور پر توجہ مرکوز کرتا ہے تاکہ آبادکاری کے انداز میں تبدیلی کو سمجھا جاسکے۔ اس کے علاوہ، مختلف نظریاتی تحقیق اور نظریاتی فریم ورک کی ایک قسم کی چھان بین کی گئی ہے۔ چونکہ تمام مطالعات کا احاطہ کرنا ناممکن ہے، اس لیے کچھ انتہائی متعلقہ کاموں کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے جن کا موجودہ موضوع پر اہم اثر ہے۔ ادب کا جائزہ تین حصوں میں ترتیب دیا گیا ہے عالمگیریت، شہری کاری، اور آبادیاتی تبدیلی، یہ سب حیدرآباد شہر کے بدلتے ہوئے آبادکاری کے نمونوں کو سمجھنے کے لیے اہم ہیں [1]۔

بنیادی ذرائع کے علاوہ بہت سے ثانوی ذرائع ہیں جو مختلف لائبریریوں اور تحقیقی اداروں سے حاصل کیے گئے ہیں۔ ان کتابوں میں متعدد اسکالرز نے مختلف پہلوؤں پر لکھا ہے جیسے شہری کاری، عالمگیریت، آبادیاتی تبدیلی اور شہر کی ترقی پر کچھ کتابیں زیر بحث ہیں۔

'گلوبلائزیشن کے دفاع میں اس کتاب میں بھگوتی جدیش: (2005)، دلیل دیتے ہیں کہ عالمگیریت کے بہت سے ناقدین اقتصادی عالمگیریت کو نشانہ بناتے ہیں کیونکہ وہ اسے پوری دنیا میں سرمایہ داری کی

---

[1] Jagdish Bhagwati , *"In Defence of Globalization"* Oxford University Press. 2004

توسیع کے طور پر دیکھتے ہیں، اور یہ کہ موجودہ معاشی عالمگیریت نے بہت سی سماجی برائیاں پیدا کی ہیں، جیسے غربت، چائلڈ لیبر میں اضافہ، یونینوں کا کٹاؤ، مزدوروں کے حقوق، جمہوری خسارے، خواتین، ثقافت اور ماحول کو نقصان۔ مصنف نے گلوبلائزیشن کے مخالفین کے دعوؤں کی تردید کرتے ہوئے ان غریب ممالک کی نشاندہی کی جنہوں نے عالمگیریت کے عمل میں حصہ لینے سے انکار کر دیا اور اس سے فائدہ اٹھانے کے امکانات سے محروم رہے۔ وہ ان نوجوانوں کے نقطہ نظر کو مسترد کرتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ عالمگیریت ایک معاشی نظام کے طور پر سماجی انصاف کے مسئلے کو نہیں سنبھال سکتی۔ اس کے بجائے ان کا خیال ہے کہ عالمگیریت فوائد کو ختم کر سکتی ہے اور بہت سے لوگوں کو اقتصادی مواقع فراہم کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ، مصنف اس دلیل کی تردید کرتا ہے کہ عالمگیریت میں انسانی چہرے کی کمی ہے۔ آخر میں مصنف کا خیال ہے کہ عالمگیریت کے کچھ منفی نتائج کو ریاست کے مخصوص اداروں اور قوانین میں ترمیم کر کے کم کیا جا سکتا ہے، اور یہ کہ غیر سرکاری تنظیمیں عالمگیریت کے دور میں ایک ضروری اور تعمیری کردار ادا کر سکتی ہیں۔ یہ کتاب ان محققین کے لیے بہت کارآمد ہے جو گلوبلائزیشن اور اس کے اثرات اور ہندوستان جیسے ترقی پذیر ممالک اور حیدرآباد جیسے پھیلتے ہوئے شہروں پر اثرات کے بارے میں مزید جاننا چاہتے ہیں۔

ایک اور اسکالر جوزف اسٹگلٹز، (2002) نے اپنی کتاب '[2] Globalization and Its Discontents' میں لکھا جو کہ ورلڈ بینک اور انٹر نیشنل مانیٹری فنڈ کی طرف سے شائع کی گئی کتاب ہے، جس نے عالمی بینک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کو تیسری دنیا کے ممالک پر اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھانے پر تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ اس بات کا بہت کم ثبوت ہے کہ کیپٹل مارکیٹ ڈی ریگولیشن معاشی ترقی کو آگے بڑھاتی ہے، ڈاکٹر سٹیگلٹز کا خیال ہے کہ اس نے آگے بڑھایا ہے۔ اقتصادی پالیسیاں جو واشنگٹن کے اتفاق رائے میں تیار ہوئیں اور ترقی پذیر ممالک میں لاگو ہوئیں ابھرتے ہوئے ممالک کے لیے موزوں نہیں تھیں۔ مصنف کا مزید کہنا ہے کہ دنیا بھر میں ان طریقوں کے خلاف مظاہروں نے ماہرین اقتصادیات اور حکومتوں کو متبادل پر غور کرنے پر اکسایا ہے۔ یہ کتاب عالمگیریت اور اس کے ناقدین کو سمجھنے میں بہت مددگار ہے جو ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان فرق پر بحث کرتے ہیں۔ گلوبلائزیشن کو سمجھنے کے لیے 1990ء کے بعد بندوبستی نظام کی تبدیلی کے موضوع کو سمجھنا بھی ضروری ہے، جس نے حیدرآباد جیسے شہروں کے پیٹرن کو بدل دیا۔

شاہ منصور کا کام غیر منصوبہ بند ترقی کے نتائج: میٹروپولیٹن حیدرآباد کا ایک کیس اسٹڈی ہے اس میں وہ دلیل دیتے ہیں کہ میٹروپولیٹن حیدرآباد کا 1971 سے اب تک کا عروج اس تحقیق کا موضوع ہے۔ یہ ان عناصر کی نشاندہی کرتا ہے جنہوں نے اس کے دھماکہ خیز عروج کو ہوا دی اور متعدد، متنوع، مبہم

---

[2] Joseph Stiglitz, *"Globalization and Its Discontents"* W.W. Norton & Company.Columbia,2002

اور افرا تفری کے مسائل کو جنم دیا جو حل سے انکار کرتے ہیں۔ اس میں ساحلی آندھرا پردیش سے نقل مکانی کرنے والوں کی بڑی آمد تھی جب کہ یہ ریاست کا دارالحکومت تھا جس کے نتیجے میں آبادی، ترقی کے انداز اور ظاہری شکل میں تبدیلی آئی۔ سب سے پہلے حیدرآباد کے شمال مشرقی اور شمال مغربی راہداریوں کے ساتھ صنعت اس کے بعد مغرب میں انفارمیشن ٹکنالوجی (آئی ٹی) کا پھیلاؤ اور شمال میں بین الاقوامی تعلیمی ادارے، ان سبھی نے ان سمتوں میں شہر کی ترقی میں اہم کردار ادا کی[3]۔ بلٹ اپ ایریا کی جنوب کی طرف توسیع خالصتاً ایکریٹیو ہے، جس کا کسی بھی متحرک فنکشن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حیدرآباد میونسپل کارپوریشن 1971 میں 175 مربع کلومیٹر سے 2011 میں 650 مربع کلومیٹر تک چار گنا بڑھ گئی، جب کہ اسی مدت کے دوران آبادی 1.8 ملین سے 6.14 ملین تک چار گنا بڑھ گئی۔(a3)

شہروں اور شہروں میں رہنے والے لوگوں کی تعداد میں اضافہ شہری توسیع ہے۔ شہری آبادی میں اضافے کی شرح کا تعین شہری آبادی کے قدرتی پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ دیہی، شہری نقل مکانی اور دیہی

[3] Manzoor Alam, and Kalpana Markandey. "Consequences of Unplanned Growth: A Case Study of Metropolitan Hyderabad" in *Urban and Regional Planning and Development*. Springer, Cham, 2020.pp. 203-219.

بستیوں کی شہروں اور قصبوں کے طور پر دوبارہ درجہ بندی کے نتیجے میں شہری علاقوں کے ذریعہ حاصل کردہ آبادی سے ہوتا ہے[4]۔(ماخذ: یونیسیف،2012)

شہری ترقی کے دو اہم مراحل کے درمیان فرق کرنا بہت ضروری ہے: شہری کاری اور شہری توسیع۔ کلارک (1982) کے مطابق، شہری ترقی ایک مقامی اور آبادیاتی رجحان ہے[5] جو کسی دی گئی معیشت اور معاشرے میں آبادی کے ارتکاز کے طور پر شہروں اور شہروں کی بڑھتی ہوئی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب آبادی کی تقسیم بنیادی طور پر بستیوں اور دیہات کے مکینوں سے بنیادی طور پر شہر اور شہر کے مکینوں میں منتقل ہو جاتی ہے۔اس کے برعکس شہری کاری ایک غیر مقامی اور سماجی رجحان ہے جو قصبوں اور شہروں میں رہنے والے لوگوں کے نتیجے میں سماجی جہتوں میں رونما ہونے والے رویے اور سماجی معاملات میں ہونے والی تبدیلیوں کو بیان کرتا ہے۔

ایم۔اے۔ نعیم نے اپنی کتاب،The Splendor of Hyderabadمیں حیدر آباد میں مشرقی زندگی اور ثقافت کے شاندار ماحول کو اپنی گرفت میں لیا ہے[6] اور یہ اس نوعیت کی پہلی کتاب

---

[4] Unicef , "The State of the World's Children 2012: Children in an Urban World". *SocialSciences.* 2012.

[5] W. A. V .Clark, "*The Australian Urban System: Growth, Change and Differentiation*." Longman Cheshire .1982.pp 487-488.

[6]Muhammad A. Nayeem, "*The Splendour of Hyderabad: The Last Phase of an Oriental Culture, 1591-1948 AD*". Hyderabad Publishers, 2002.

ہے، جہاں قطب شاہی سلاطین اور بعد میں نظاموں کا شاندار، پر تعیش اور غیر ملکی دربار 1591ء سے لے کر 1948 تک پھلا پھولا۔ چھٹے نظام نے انیسویں صدی کے نصف آخر میں مشرقی ثقافت کو اپنے عروج پر پہنچایا اور اس کے جانشین آخری نظام نے اسے بیسویں صدی کے پہلے نصف میں جاری رکھا۔ ان کی ناقابل یقین دولت کے ساتھ نظاموں کو "شاندار مغل" کہا جاتا تھا اور انہیں دنیا کے امیر ترین آدمیوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ نعیم نے تقریباً 600 تاریخی تصاویر کے ساتھ اس رنگین اکاؤنٹ میں حیدرآباد کی اعلیٰ شان و شوکت اور نفاست کی تاریخ کی کھوج کی ہے جو کہ حیدرآباد کے لوگوں کی سیاسی، سماجی اور ثقافتی زندگی اور زمانے کی بے مثال دستاویزات ہیں۔ یہ کتاب جس کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے اور نعیم کی برسوں کی تحقیق کا نتیجہ ہے، ایک وسیع البنیاد مطالعہ ہے جو مختلف اجزا کو یکجا کرتا ہے اور مشرقی ثقافت کے اہم اجزائے ترکیبی کا تجزیہ کرتا ہے۔ نظام کو بادشاہوں، ملکھوں، ریاست کے سربراہوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ بے مثال شان و شوکت سے تفریح کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، جس نے بین الاقوامی تجسس کو جنم دیا ہے۔

نریندر لوتھر، نے "حیدرآباد: ایک سوانح حیات" میں لکھا ہے [7] کہ حیدرآباد کے خوبصورت شہر کو محمد قلی قطب شاہ نے 'زمین پر جنت کی نقل' کے طور پر تیار کیا تھا۔ اورنگزیب کی زیر کمان مغل فوجوں نے اسے 1687ء میں لوٹ لیا۔ ایک طویل عرصے تک نظر انداز ہونے کے بعد یہ وسیع صوبہ دکن کا

---

[7] Narendera Luthur , *Hyderabad : A Biography*. Oxford University Press, Hyderabad,2006

دارالحکومت بن گیا۔ آصف جاہ اول کے تحت شہر نے حیرت انگیز ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی میراث کے بخارات کا تجربہ کیا۔ مصنف شہر کی سب سے امتیازی خصوصیت کو تسلیم کرتا ہے فرقہ وارانہ دباؤ کا سامنا کرتے ہوئے اپنی عالمی شناخت کو برقرار رکھنے کی صلاحیت۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ہندو اور مسلم روایات کا یہ امتزاج شہنشاہوں کے مخلوط 'والدیت 'ہندو اور مسلم کی وجہ سے ہے۔ شہر کے تاریخی پس منظر اور مختلف مراحل میں اس کی ترقی کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب بہت مددگار ہے۔

K.S. Seshan's, Hyderabad 400 Years: A Saga Cityکاایک اور شاہکار کام عملی طور پر شہر کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے[8] اور مختلف مراحل میں شہر کی ترقی، آرٹ، فن تعمیر اور بہت سے امور پر بحث کرتا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کے شعبے سے نزدیکی تعلق ہے کیونکہ اس میں زمین اور زمینی تناسب میں تبدیلی پر بحث کی گئی ہے جس میں بنجر زمین اور زرعی اراضی کو تجارتی زمین میں تبدیل کر دیا، نیز مختلف کارخانوں کے قیام، متعدد نئی صنعتوں اور شہر میں کالونیوں کے ظہور کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ انہوں نے ملک کے مختلف حصوں سے شہر میں نقل مکانی پر بھی تبادلہ خیال کیا۔

ان کاموں کے علاوہ محقق نے بہت سے مقالوں کا مطالعہ کیا ہے، "حیدرآباد شہر کی ترقی کے انداز کے سماجی مضمرات" دیب خوشحال نے حیدرآباد یونیورسٹی کے شعبہ سوشیالوجی میں 1998 میں اپنا مقالہ

---

[8] K.S.Seshan, *"Hyderabad 400 Years: A Saga City"*. Andhra Pardesh History Congress.1998.

پیش کیا۔ایک اور مقالہ "ہندوستانی یونین میں حیدرآباد ریاست کاالحاق ایک پولیٹیکل اینڈ پریشر گروپس کا مطالعہ (1945-1948)''ٹی اوماڈیپارٹمنٹ آف ہسٹری یونیورسٹی آف حیدرآباد، ان بہت سی کتابوں کے علاوہ 1951-2011 کے سال ڈسٹرکٹ گزیٹیئرز 1998 اور 2002 کی سنکس رپورٹس،تاریخی تحقیق، تجرباتی تحقیق اور نظریاتی تحقیق کااحاطے کوزیر غور لایا گیاہے۔

1.3 تحقیقی خلا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ کام بندوبستی نظام کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کے لیے اہم اور موزوں ہے لیکن انھوں نے شہر کی ترقی کے ساتھ بندوبستی نظام کی تبدیلیوں پر بات نہیں کی۔ان میں سے کچھ کتابیں عالمگیریت کے تصور اور اس کے نتائج کا احاطہ کر رہی ہیں جبکہ کچھ سیاسی نوعیت کا احاطہ کر رہی ہیں، دوسری ہمیں نظام کے دور میں آرٹ اور فن تعمیر حیدرآباد کی ایک کہانی پیش کرتی ہیں۔ اربنائزیشن اور اربن سوشیالوجی سے متعلق چند کتابیں اگرچہ تعلق رکھتی ہیں، پھر بھی ان میں تاریخی رابطے کا فقدان ہے۔اور زیادہ تر کتابوں میں عام طور پر شہر کی ترقی پر بحث کی گئی ہے لیکن کسی نے آباد کاری کے انداز کے تسلسل اور تبدیلی کے بارے میں بات نہیں کی، بہت سی کتابوں میں شہر کی معاشی ترقی پر بحث کی گئی ہے لیکن کسی نے یہ نہیں بتایا کہ پردیی علاقے کو شہر میونسپل ایریا میں کیسے تبدیل کیا جاتاہے اور زرعی اراضی کو کمرشل اراضی میں تبدیل کیا گیا، شہر کے تاریخی امکانات کے لیے بہت سے ذرائع دستیاب ہیں لیکن ہمیں تمام پہلوؤں میں شہر کی تیز رفتار تبدیلی کے بارے میں کچھ نہیں ملا، خاص

طور پر آباد کاری کا نمونہ، اور تحقیقی جرائد میں چند اشاعتیں ہمارے لیے صرف جزوی طور پر اہم ہیں۔ یقینی طور پر، حیدرآباد شہر کے بندوبستی نظام کو تبدیل کرنے کے بارے میں کوئی بھی کام تاریخ کے مطابق شائع نہیں کیا گیا ہے، جس سے تحقیقی خلا رہ جاتا ہے، اور جس کے لیے موجودہ تحقیقی منصوبہ موزوں ہے۔

1.4 تحقیقی مسائل:

کثیر بین الاقوامی کمپنیوں، غیر ملکی سرمایہ کی آمد، اقتصادی سرگرمی، بڑھتے ہوئے ٹرانسپورٹ اور مواصلاتی نیٹ ورکس، ریل روڈ کی عمارتیں، فروغ پزیر تجارت اور کاروبار، روزگار کے بڑھتے ہوئے مواقع، دیہی۔ شہری شفٹ اور دیگر ہندوستانی ریاستوں سے لوگوں کی آباد کاری کی وجہ سے حیدرآباد شہر کئی سالوں میں تبدیل ہوا۔ موجودہ مطالعہ میں حیدرآباد کی معاشی ترقی کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس میں رہائش کے انداز پر اس کے اثرات اور اس کے درج ذیل عوامل ہیں۔

• تاریخی تناظر میں شہر کی وسعت اور توسیع۔

• شہری کاری: ریلوے، روڈ ویز، ایئر ویز، مواصلات، آبی ذخائر، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم، اور بجلی وغیرہ۔

ڈیمو گرافک پیٹرن: آبادی/کمیونٹی کی ساخت، نسل، علاقہ، عمر، سائز، کثافت، شادیاں، پیدائش، اموات، آمدنی، اخراجات، مذہب، ثقافت، طرز عمل، معاشی تنظیم وغیرہ۔

• ہاؤسنگ پیٹرن: کلسٹرڈ، بکھرے ہوئے، لکیری (قطاری)

1.5 تحقیقی سوالات:

1. آزادی سے پہلے 1990 کی دہائی سے پہلے بنیادی طور پر نظام کے دور میں حیدرآباد شہر کا منظر کیا تھا؟

2. 1990 کے بعد زمین کی تزئین اور دیگر متعلقہ ترقی؟

3. 1990 سے پہلے اس کی آبادی کی ساخت اور تقسیم کیا تھی اور اس کے بعد کیا ہے؟

4. 1990 کی دہائی سے پہلے قابل کاشت زمین کی حد کتنی تھی اور اس کی تاریخ کیا ہے؟

5. اس سے پہلے شہری کاری کی سطح کیا تھی اور اس وقت کیا ہے؟

6. 1990 کی دہائی سے پہلے حیدرآباد کا ثقافتی لباس کیا تھا اور اس کے بعد اس میں کیسے تبدیلی آئی؟

7. شہر کے ماحول پر آبادکاری کے انداز میں تبدیلی کا کیا اثر پڑتا ہے؟

8. بے گھر افراد پر اس کا کیا اثر ہوا؟

محقق نے ان تحقیقی سوالات کی بنیاد پر اپنا مقالہ تیار کیا، اور مقالہ کو چھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، جن میں سے ہر ایک نظریاتی اور تجرباتی تحقیق کے ساتھ ساتھ بنیادی اور ثانوی مواد، انتظامی رپورٹس اور دیگر ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ان تمام سوالات کا احاطہ کرتا ہے اور جواب دیتا ہے۔

1.6 مطالعہ کے مقاصد:

1. 1990 کی دہائی سے پہلے اور بعد میں حیدرآباد شہر کی معاشی ترقی اور آبادکاری کے انداز کے درمیان باہمی تعلق کا مطالعہ کرنا۔

2. حال اور ماضی کے تناظر میں حیدرآباد شہر کے بندوبستی نظام کا مطالعہ کرنا۔

3. حیدرآباد کے بندوبستی نظام کی مختلف جہتوں کو کھولنا۔

4. مستقبل میں حیدرآباد اور اس کے لوگوں پر اثرات کا اندازہ لگانا۔

موجودہ مطالعہ حیدرآباد شہر (1956-2014) کے بدلتے ہوئے بندوبستی نظام کو پروفائل کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کا مقصد نامور مورخین کے دلائل کی بنیاد پر ماضی کو حال سے جوڑنا ہے۔ اطالوی فلسفی اور مورخ بینڈیٹو کروس کے مطابق، "تمام تاریخ عصری تاریخ ہے،" ایک اور قابل ذکر مورخ E.H.Car کہتے ہیں کہ "تاریخ" بطور 'حال اور ماضی کے درمیان ایک نہ ختم ہونے والا مکالمہ ہے۔ ان دلائل کی بنیاد پر محقق نے تحقیق کو حال اور ماضی سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے، اس مطالعہ نے ماضی، حال اور مستقبل کو گولکنڈہ سے حیدرآباد اور پھر سائبرآباد تک بندوبستی نظام کے تسلسل اور تبدیلی کے طور پر منسلک کیا اور شہر کو کنٹرول کرنے اور موثر نظم ونسق کو برقرار رکھنے میں ریاست کے مسائل پر بھی تبادلہ خیال کیا اگر شہر کی ترقی کی شرح اسی طرح جاری

رہتی ہے تو یہ ان شعبوں کو کنٹرول کرنے کے قابل ہو گی جیسے جرائم، غربت، اور کچی آبادیوں کے علاقوں وغیرہ۔

موجودہ مطالعہ 1990 کی دہائی کی اقتصادی اصلاحات سے پہلے اور بعد میں تصفیہ کے انداز میں تسلسل اور تبدیلی کے عناصر کی چھان بین کرے گا۔

1.7 موجودہ مطالعہ کا تعلق:

حیدرآباد شہر تیزی سے بدل رہا ہے اور اس کا اثر شہر اور اس کے لوگوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر کافی محسوس ہو رہا ہے۔ اگرچہ غیر ملکی سرمایہ کاری، روزگار کے مواقع پیدا کرنے، بنیادی ڈھانچے کی ترقی، انسانی زندگی کے اشاریہ جات میں بہتری، آبادکاری کے انداز میں تبدیلی کا باعث بنی ہے لیکن اس نے بعض اوقات بعض مسائل پیدا کرنے کا رجحان بھی پیدا کیا ہے۔ حیدرآباد شہر گنجان ہے، ٹریفک جام عام ہے، پانی کی قلت ہو رہی ہے، سیوریج کو ٹھکانے لگانے میں ناکام ہو رہا ہے، اب تک موجود قابل کاشت اراضی تیزی سے سکڑ رہی ہے، پرانا حیدرآباد شہر کا کلچر، سموپولیٹن کلچر کے سامنے کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ شہری منصوبہ بندی بے ترتیبی سے تصور کی گئی ہے اور نام نہاد پرانی سیاست نئے شہروں میں سیاسی تناؤ بڑھا رہی ہے۔

موجودہ مطالعہ حیدرآباد کے لیے اس لحاظ سے اہم ہے کہ یہ مذکورہ بالا مسائل کی ابتداء کی نشاندہی کرے گا اور ان کے ازالے کے لیے اقدامات تجویز کرے گا۔

1.8 تحقیقی طریقہ کار:

چونکہ موجودہ مطالعہ 1990ء کی دہائی سے پہلے اور بعد میں حیدرآباد شہر کے آبادکاری کے انداز کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اس لیے اس میں تاریخی، نظریاتی اور تجرباتی مطالعات شامل ہیں۔

تاریخی مطالعہ کے دوران، بنیادی اور ثانوی دونوں ذرائع کو بروکار لایا گیا ہے تاکہ 1990 کی دہائی سے پہلے حیدرآباد کے آبادکاری کے انداز کی تاریخی تصویر بنائی جا سکے۔ ان ماخذ میں انگریزی، اردو، فارسی اور عربی میں لٹریچر شامل کیے گے ہیں، اس کے علاوہ سفرنامے، آرکائیول اور انٹرنیٹ کے ذرائع، ذاتی ڈائری، اخبارات وغیرہ شامل ہیں۔ حیدرآباد کی آبادکاری کے انداز کے مطالعہ کے لیے کافی تعداد میں کتابیں کارآمد تسلیم کی گئیں۔ شہر 1960 سے 1990 کی دہائی تک لینڈ ریونیو رپورٹس، اخبارات جیسے Rounm-e-Decan اور سیاست، مردم شماری کی رپورٹس، عثمانیہ یونیورسٹی کی سالانہ رپورٹس، ضلعی گزٹیئر وغیرہ جو حکومت کی طرف سے شائع ہوتی ہیں، کو تحریری طور پر اہم ذرائع کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ مقالہ میں یہ ذرائع مختلف مراحل کے تحت شہر کے آبادکاری کے انداز کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ متعدد ثانوی ذرائع جن میں انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں کتابیں، مضامین، مقالہ جات، اخبارات، جرائد اور کتابیں شامل ہیں، کچھ اردو ذرائع درج ذیل ہیں۔

پرشاد، موہن۔ حیدرآباد فرخندہ بنیاد

سید مبارزالدین، حیدرآباد ماضی کے جھروکوں میں،

سید محمد جاوید رضوی، ریاستی حیدرآباد میں جدوجہد آزادی (1800-1900)

طیبہ بیگم، آصف صاحب میر عثمان علی خان اور ان کا عہد

میر محبوب علی خان آصف جاہ VI حیدرآباد دکن۔

اور بہت سے دوسرے بنیادی اور ثانوی ذرائع کا اردو میں مطالعہ کیا گیا ہے۔ اور تاریخی تحقیق کا احاطہ کرنے اور شہر کے تاریخی امکانات کو سمجھنے کے لیے بہت سی کتابیں اور تحقیقی مضامین کا مطالعہ کیا گیا ہے جن میں سے کچھ انتہائی اہم کام درج ذیل ہیں۔

. ایم۔ اے۔ نعیم، نریندر لوتھر، دگنتا داس، کے۔ ایس۔ سیشن۔ وی۔ کے۔ باوا، کے۔ ایس۔ سیشن، رتنا نائیڈو اور کئی دوسرے نامور مورخین نے حیدرآباد کے تاریخی امکانات کے بارے میں لکھا ہے اور مقالہ لکھنے کے دوران محقق نے مشورے بھی کیے ہیں۔

نظریاتی مطالعات کو سمجھنے کے لیے، محقق نے تحقیقی منصوبے کو نظریاتی ڈھانچے میں ڈالنے کے لیے عالمگیریت، شہری کاری، آبادیات اور سماجی تبدیلی کے مختلف تصورات کا مطالعہ کیا ہے۔ محقق نے مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا ہے جیسے جوزف اسٹیگلٹز اس نے اپنی کتاب میں گلوبلائزیشن کی خرابیوں کے بارے میں بات کی ہے جو ترقی پذیر ممالک کی معیشت کو تباہ کرتی ہیں۔ جدیش بگوتی کہتے ہیں کہ عالمگیریت نے غریب ممالک اور دنیا کے غریب عوام کے لیے ترقی کی بے مثال شرحیں لائی ہیں۔ ایک اور عالم، Lynch O.M. نے اپنی تصنیف "ہندوستان میں دیہی شہری تسلسل کے کچھ عناصر" میں اس نے شہری کو متغیرات کے مجموعہ کے طور پر بیان کیا جو شہروں میں عام طرز زندگی کو تشکیل دیتے ہیں، جب کہ شہر کاری ان شہری عوامل کی ترقی اور توسیع ہے۔ شہر کاری اور شہری دونوں ایک عمل اور ایک حقیقت ہیں۔

تجرباتی مطالعات کے دوران، تفتیش کار نے بعض علاقوں کا دورہ کیا ہے اور اسٹیک ہولڈر کے ساتھ "شراکت گاہ"، "آبزرویٹری" اور "انٹرویو" کے طریقوں کے تحت انٹرفیس کیا ہے۔ اس کا مقصد حیدرآباد شہر کے سماجی، اقتصادی، آبادیاتی اور انفراسٹرکچر پروفائل کو تبدیل کرنے کے بارے میں ان کی رائے حاصل کرنا تھا۔ محقق کو پروفیسر کے ایس شیشن، پروفیسر وی۔ ویکن تھم، پروفیسر سلمیٰ احمد فاروقی، ڈاکٹر سباش، ڈاکٹر زرینہ پروین، اور سید معین الدین قادری وغیرہ سے بات چیت کرنے کا موقع

ملا۔ ان اسکالرز نے حیدر آباد کے مطالعہ میں اپنا کردار نبھایا ہے، آخری دو نام بالترتیب تلنگانہ آرکائیو اور لائبیرین ادارہ ادبیات اردو کے ڈائریکٹر ہیں۔

مجموعی طور پر موجودہ تحقیقی منصوبے کے علمی حصول کے لیے بین الضابطہ اور کثیر الضابطہ نقطہ نظر کو اپنایا گیا ہے۔

محقق نے گلوبلائزیشن، اربنائزیشن، اور ڈیمو گرافک تبدیلی کے تصور کو سمجھنے کی کوشش کی ہے جو کہ شہر کے بندوبستی نظام کو تبدیل کرنے کے اہم عناصر ہیں۔ محقق نے مختلف مراحل کے تحت آبادکاری کے انداز کا مطالعہ کیا ہے جیسے کہ قطب شاہی، آصف جاہی، برطانوی آزادی کے بعد اور مطالعہ کا بنیادی مرکز 1990 کی معاشی اصلاحات کے بعد آبادکاری کے انداز میں ہونے والی تبدیلیوں کو سمجھایا ہے۔

موضوع سے متعلق متعلقہ ڈیٹا حاصل کرنے کے لیے محقق نے درج ذیل اداروں کا دورہ کیا۔

مذکورہ تمام ذرائع تلنگانہ اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ترانہکا، ادارہ ادبیات اردو، پنجہ گٹہ حیدرآباد، سالار جنگ میوزیم، اسٹیٹ سینٹرل لائبریری، افضل گنج، ایچ ای ایچ، نظام اردو ٹرسٹ لائبریری، ملا کپیٹ، ایچ۔کے شیروانی سینٹر سے حاصل کیے گئے ہیں۔ شیروانی سنٹر فار دکن اسٹڈیز MANUU حیدرآباد، اندرا گاندھی میموریل لائبریری حیدرآباد یونیورسٹی، برامبیڈکر لائبریری عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد، سید حامد لائبریری MANUU، حیدرآباد. کمشنر اور ڈائرکٹر سیٹلمنٹس سروے اور لینڈ ریکارڈ، کمشنر ناگوڈا، چیف ریکارڈ لینڈ ایڈ منسٹریشن، عابدز، حیدرآباد،

1.9 ابواب بندی:

مقالہ کو حاصل مطالعہ کے علاوہ پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔اور ان میں سے ہر ایک کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے۔

باب 1:۔

تعارف:۔

یہ باب مطالعہ کا ایک جائزہ فراہم کرتا ہے اور مختلف ذرائع پر تبادلہ خیال کرتا ہے جو بدلتے ہوئے تصفیہ کے نمونوں پر مطالعہ کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں، بشمول بنیادی اور ثانوی ذرائع۔اس کے علاوہ یہ باب تحقیق کے طریقہ کار اور مطالعہ کے ہدف پر بحث کرتا ہے۔تصفیہ کے نمونوں کو تبدیل کرنے کے موضوع کو سمجھنے کے لیے، محققین کی کتابیں، تحقیقی مقالے، مقالے، نیوز پیپرز اور آرکائیولز ذرائع سمیت متعدد ذرائع سے مشورہ وغیرہ کو پیش کرتا ہے۔مذکورہ بالا ذرائع کی بنیاد پر، باب میں تحقیقی خلا اور تحقیقی سوالات کو بھی دریافت کیا گیا۔اس کے علاوہ باب میں اقتصادی اصلاحات کے ساتھ ساتھ شہر کے آبادکاری کے انداز میں نمایاں تبدیلی پر بھی روشنی ڈالی گئی۔

باب 2:۔

حیدرآباد بطور شہر اور ریاست ایک تاریخی منظر نامہ:۔

یہ باب حقائق، اداکاروں اور عوامل کا سیاسی بیانیہ پیش کرتا ہے جنہوں نے ایک شہر اور ریاست دونوں کی حیثیت سے حیدرآباد کے ارتقا اور ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ علاقائی اور مرکزی دونوں طاقتوں نے 1591 سے لے کر 1947 میں انڈین یونین کے ساتھ اس کے انضمام تک اور اس کے بعد اس کی تبدیلی میں حصہ لیا۔ یہ عمل قطب شاہی حکمرانوں (1591-1687) کے ساتھ شروع ہوا اور مغلوں (1687-1724)، آصف جاہی بادشاہوں (1724-1799)، انگریزوں (1799-1947) اور ہندوستانی یونین (1947-تاریخ) کے تحت بالترتیب آگے بڑھا۔ یہ باب مزید ثابت کرتا ہے کہ منتقلی کا عمل بتدریج تھا اور اس وقت کی علاقائی اور مرکزی طاقتوں کے مفادات کے مطابق مکمل کیا گیا تھا۔ ایک بار پھر یہ کھل کر سامنے آتا ہے کہ ان کی شراکت کی ڈگری مختلف ہے لیکن پھر بھی انفرادی اور مجموعی طور پر تزویراتی وجوہات، سامراجی تعاقب، نظریاتی، ثقافتی اور نسلی تسلط، تجارت کی بنا پر حیدرآباد کو ایک جدید شہر اور ریاست میں تبدیل کرنے کے خواہشمند یا مجبور تھے۔ فوائد اور ترقی پسند دنیا کے ساتھ انضمام کی مجبوری۔

اس کے نتیجے میں اس باب سے یہ پتہ چلتا ہے گولکنڈہ اور سکندرآباد کے پرانے شہر اپنی اہمیت کھو بیٹھے اور حیدرآباد انفراسٹرکچر، زمینی رقبہ، آبادی کی کثافت، تجارتی تنوع، نسلی ساخت، تعلیمی اور تکنیکی ترتیب اور ثقافتی تانے بانے وغیرہ کے لحاظ سے ایک کثیر جہتی مرکز بن گیا۔

باب 3:۔

حیدر آباد شہر کے بدلتے ہوئے بندوبستی نظام کا ادراک:۔

یہ باب ظاہر کرتا ہے کہ 1990 کی دہائی میں ہندوستانی اقتصادی اصلاحات کے بعد سے حیدر آباد شہر کی آبادکاری کا انداز بدل گیا ہے۔اس تبدیلی کی وضاحت شہر کی شہر کاری، زمین کے استعمال کے بدلتے نمونوں، دیہی-شہری نقل مکانی، آبادی کی کثافت، زمینی آدمی کا تناسب، بنیادی ڈھانچے کی ترقی، نسلی تنوع، طرز زندگی میں تبدیلی، کھانے کی عادات، رسم ورواج، روایات اور دیگر ثقافتی طبقات اور منتقلی زرعی سے صنعتی یا نیم صنعتی شکل تک کے ذریعے واضح کی گئی ہے۔

اس باب میں مزید انکشاف کیا گیا ہے کہ 1990 کی دہائی کے بعد کی معاشی اصلاحات نے تیز رفتار شہری ترقی اور شہر کو اس کے کم کثافت والے کنارے کی طرف بڑھایا۔ شہری ترقی کا رجحان، جسے اکثر تعلیمی زبان میں 'شہری پھیلاؤ' کہا جاتا ہے جو تصوراتی طور پر شہری علاقے میں زمین کے استعمال کا ایک نمونہ عمل بھی ہے جو آٹھ الگ الگ جہتوں کے کچھ مجموعہ کی کم سطح کی نمائش کرتا ہے جیسے کثافت، تسلسل، ارتکاز، کمپیکٹ نِس، مرکزیت۔ جوہری، تنوع اور قربت۔ سادہ الفاظ میں، 'شہری پھیلاؤ' شہر اور اس کے مضافاتی علاقوں سے باہر پھیلنے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔اس میں وقت کے ساتھ ساتھ کھلی جگہ (دیہی زمین) کو تعمیر شدہ، ترقی یافتہ زمین میں تبدیل کرنا شامل ہے۔

باب4:۔

بندوبستی نظام میں تسلسل اور تبدیلی کے عناصر کی شناخت:۔

اس باب میں شہر حیدر آباد کے تسلسل اور آباد کاری کے انداز میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ 1990 کی دہائی کی اقتصادی اصلاحات سے پہلے اور بعد میں شہر کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ مطالعہ کا زیادہ مقصد 1990 کی دہائی کی معاشی اصلاحات کے بعد شہر کے آباد کاری کے انداز میں زبردست تبدیلی کو دیکھنا ہے۔اس باب میں تعلیم، ثقافتی تبدیلی، صحت کے شعبے، سیاسی اور اقتصادی تبدیلی جیسے کئی عناصر میں تسلسل اور تبدیلی کا بھی احاطہ کیا جائے گا، اور حیدر آباد شہر کے آباد کاری کے انداز میں تبدیلی کی پیشین گوئی کے لیے مطالعہ کا بڑا اور بنیادی مرکز یہی باب ہے۔

اس باب میں مزید بحث کی گئی ہے کہ اپنی جنونی رفتار میں، میٹروپولس اپنے وسائل خاص طور پر زمین اور پانی کو ختم کر رہا ہے۔ یہ شہر، جسے پہلے "جھیلوں کا شہر" کہا جاتا تھا مقامی آبی ذخائر کے خاتمے کے ساتھ ساتھ زمین کے استعمال کے انداز میں حیران کن تبدیلی کا سامنا کر رہا ہے۔ درحقیقت شہر بدل جاتے ہیں لیکن تبدیلی ان سے ان کی شناخت یا تہذیب کو چھین نہیں سکتی۔ ایک مہمان کے لیے حیدر آباد ایک مثبت تصویر پیش کر سکتا ہے لیکن وہ رہائشی جو شہر کی اتنی تیز رفتار ترقی کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کے لیے یہ تبدیلی ہمیشہ خوشگوار نہیں ہوتی۔ حقیقت میں حیدر آبادی تہذیب کی بنیادی باریکیاں ان تبدیلیوں کے نتیجے میں دھیرے دھیرے ختم ہوتی جا رہی ہیں۔

باب 5:۔

ریاستی پالیسی:۔

یہ باب ہندوستان کی موجودہ تلنگانہ ریاست میں حیدرآباد شہر کی شہرکاری اور میٹروپولائزیشن کے حوالے سے ریاستی پالیسیوں کے مطالعہ کے تناظر میں ہے۔یہ تمام تبدلیاں ایک ہی بار میں نہیں ہوئیں ۔اس میں 90 کی دہائی میں شہری کاری کے تصور سے لے کر 2020 کی دہائی میں اس کی تکمیل تک مختلف عمل شامل ہیں۔ باب میں مزید بحث کی گئی کہ اس نے پورے ہندوستان میں تمام شہروں اور ریاستی دارالحکومتوں کی تعمیر کے لیے مرکزی حکومت کی ہدایات پر بھی عمل کیااور ملائیشیااور سنگاپور کے شہری ترقی کے ماڈلز کا مطالعہ کرتے ہوئے اور ان سے اثر ورسوخ حاصل کرتے ہوئے حیدرآباد کے شہری ترقی کے ماڈل کو تیار کیا۔اس نے نہ صرف مرکزی حکومت سے مالیات حاصل کیے بلکہ اس نے حیدرآباداور اس کے ماحول کی ترقی کے لیے کافی فنڈز بھی مختص کیے ہیں۔اس نے حیدرآباد کے شہری ماڈل کو نافذ کرنے کے لیے ایک منظم تنظیمی ڈھانچہ بھی قائم کیا، جس میں مکانات، کالونیوں، سڑکوں، شاہراہوں، موٹرویز، ریلوے، آبی گزرگاہوں، صنعتی اسٹیٹس، شاپنگ کمپلیکس، ہوٹلوں، ریستورانوں، کاروباری مالوں، آئی ٹی اور صنعتی مرکزوں، ہوائی اڈوں کی تعمیر شامل ہے۔ اور اسی طرح مجموعی طور پران سرگرمیوں نے ملازمتیں فراہم کیں، ریاستی وسائل میں اضافہ کیا،انسانی اور ریاستی ترقی کے پہچان میں اضافہ کیااور نئی اقتصادی گراہیں اور انفراسٹرکچر قائم کیے ہیں۔

اس باب میں مختلف ایجنسیوں جیسے HUDA، HMDA اور GHMC اور شہر کی ترقی میں ان کے کردار کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی بات کی گئی کہ کس طرح ریاست نے حیدرآباد کو HI TEC سٹی کے طور پر قائم کرنے میں مثبت کردار ادا کیا اور یہ اہم اور سرکردہ کردار چندرا بابو نائیڈو نے ادا کیا، جو اس وقت ریاست کے وزیر اعلیٰ تھے۔

حاصل مطالعہ:۔

باب کے اختتام پر مطالعہ اس نتیجے پر پہنچا کہ کسی بھی شہر کی منصوبہ بندی کے لیے متعدد پہلوؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی منصوبہ بندی کا عمل کارگر نہیں ہے تو شہر بے ترتیبی سے ترقی کرتا ہے۔ شہری بڑھوتری کی بنیادی وجہ آبادی ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی اگر غیر منظم طریقے سے ارد گرد پر تجاوز کرتی ہے اسے شہری پھیلاؤ کہا جاتا ہے۔ یہ پائیدار ترقی کے لیے ممکنہ خطرات میں سے ایک ہے جہاں مؤثر وسائل کے استعمال اور بنیادی ڈھانچے کے اشارے کی تفویض کے ساتھ شہری منصوبہ بندی اہم خدشہ بھی ہے۔

شہری پھیلاؤ کے رجحانات کا مطالعہ اور انھیں سمجھنا ضروری ہے جو بالآخر شہری زمین کی تزئین کی منصوبہ بندی اور آبادکاری کے انداز میں تبدیلی پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ اور مطالعہ میں آبادکاری کے انداز میں زبردست تبدیلی کو بھی دیکھا ہے۔

باب2

حیدرآباد بطور شہر اور ریاست ایک تاریخی منظر نامہ

یہ باب حقائق کا سیاسی بیانیہ پیش کرتا ہے اور یہ باب حقائق، اداکاروں اور عوامل کا سیاسی بیانیہ بھی پیش کرتا ہے جنھوں نے بطور شہر اور ریاست دونوں حیدرآباد کے ارتقاء اور ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ علاقائی اور مرکزی دونوں طاقتوں نے 1591 سے لے کر 1947 میں انڈین یونین کے ساتھ اس کے انضمام تک اور اس کے بعد اس کی تبدیلی میں حصہ لیا۔ وہ اداکار اور عوامل جنھوں نے شہر اور ریاست دونوں کے طور پر حیدرآباد کے ارتقاء، نمو اور ترقی میں حصہ لیا۔ علاقائی اور مرکزی دونوں طاقتوں نے 1591 سے لے کر 1947 میں انڈین یونین اس کے انضمام تک اور اس کے بعد اس کی تبدیلی میں حصہ لیا۔ یہ عمل قطب شاہی حکمرانوں (1591-1687) کے ساتھ شروع ہوا اور مغلوں (1687-1724)، آسف جاہی بادشاہوں (1724-1799)، انگریزوں (1799-1947) اور انڈین یونین (1947-تاریخ) کے تحت آگے بڑھا۔ بالترتیب باب مزید ثابت کرتا ہے کہ منتقلی کا عمل بتدریج تھا اور اس وقت کی علاقائی اور مرکزی طاقتوں کے مفادات کے مطابق مکمل کیا گیا تھا۔ ایک بار پھر، یہ کھل کر سامنے آتا ہے کہ ان کی شراکت کی ڈگری مختلف تھی، لیکن پھر بھی، انفرادی اور مجموعی طور پر، تزویراتی وجوہات، سامراجی تعاقب، نظریاتی، ثقافتی اور نسلی تسلط، تجارت کی بنا پر حیدرآباد کو ایک جدید شہر اور ریاست میں تبدیل کرنے کے خواہشمند یا مجبور تھے۔ فوائد، اور ترقی پسند دنیا کے ساتھ انضمام کی مجبوری۔ اس کے نتیجے میں، باب سے پتہ چلتا ہے، گولکنڈہ اور سکندرآباد کے پرانے شہر اپنی اہمیت کھو بیٹھے، اور حیدرآباد انفراسٹرکچر، زمینی رقبہ، آبادی کی کثافت، تجارتی تنوع، نسلی ساخت، تعلیمی اور تکنیکی ترتیب، ثقافتی تانے بانے وغیرہ کے

لحاظ سے ایک کثیر جہتی مرکز بن گیا۔ موجودہ باب 1591 سے لے کر موجودہ میٹروپولیٹن شہر تک قطب شاہی خاندان کے قیام کے ساتھ حیدرآباد کی ترقی کے تاریخی اکاؤنٹ سے متعلق ہے۔ یہ اس بات کا بھی تجزیہ کرتا ہے کہ اس کے ارتقاء کے مختلف مراحل کیسے تشکیل پائے۔اس کی ابتدا کو تین مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے بادشاہی طاقتوں (قطب شاہی، مغل، اور آصف جاہی)، دوسرا برطانوی سامراجی پالیسیوں کے ذریعے، اور آخر میں ہندوستان کی مرکزی اور ریاستی حکومتوں دونوں کا احاطہ کرنے والی آزادی کے بعد کی پالیسیوں کے ذریعے۔ حیدرآباد شہر کی ترقی کے تاریخی ادوار کو درج ذیل مراحل میں درجہ بندی کیا جاسکتا ہے۔

1۔قطب شاہی(1591تا1687)۔

2۔مغل(1687-1724)

3۔آصف جاہی اسٹیج(1724تا1799)

4۔حیدرآباد کے تحت برطانوی سامراجی پالیسیوں کا کنٹرول؛اسے درج ذیل عنوانات کے تحت مزید درجہ بندی کیا جاسکتا ہے۔

a. حیدرآباداور سکندرآباد دونوں شہروں کا مرحلہ (1799تا1874)۔

b. ریلوے کا تعارف(1874سے1908)۔

c. آصف جاہی دور(1908سے1948)کے تحت جدید شہر کا ظہور۔

5۔1956سے2014تک شہر کی ترقی کا دورانیہ۔

2.1۔ مرحلہ 1: قطب شاہی (1687-1591):

بہمنی کے ٹوٹنے کے نتیجے میں گولکنڈہ میں قطب شاہی خاندان کی بنیاد محمد قلی قطب شاہ نے 1591 میں رکھی۔ دریائے موسیٰ کے جنوب میں ایک وسیع علاقے پر، اس وقت یہ علاقہ سات دیہات پر مشتمل تھا اور سب سے مشہور گاؤں چیچیم تھا کیونکہ یہ علاقہ ریاست کے اہم تجارتی راستے کے ساتھ واقع تھا جو بندرگاہی شہر مسولیپٹنم کی طرف جاتا تھا۔ شہر کی تعمیر کے لیے جگہ کے انتخاب کے حوالے سے مختلف نظریات موجود ہیں جو محمد قلی کی ایک ہندو لڑکی بھاگ متی سے محبت کے رومانوی واقعہ سے شروع ہوئی تھی جو کہ چیچیم گاؤں میں رہتی تھی (اس لیے اس شہر کا نام (بھگیانگر) رکھا گیا تھا۔ گولکنڈہ قلعہ کی رہائش کے لیے نامناسب بھیڑ اور غیر صحت مند حالات کی وجہ سے شہر حیدرآباد کی منصوبہ بندی گرڈیرون کی طرز پر کی گئی تھی جس میں دو مرکزی ایک دوسرے کو جوڑنے والی سڑکیں 60 فٹ چوڑی ہیں جو مشرق مغرب اور شمال جنوب میں چلتی ہیں اور ان کے ایک دوسرے حصے پر چارمینار

ہے [9]۔ جیسا کہ بلگرامی نے ذکر کیا ہے کہ چار مینار کی بنیاد 1590ء میں رکھی گئی تھی [10] اور (1591ء) میں مکمل ہوئی۔ مسولیپٹنم جانے والی سڑک کے کراسنگ پر اور چار مینار سے تقریباً 250 فٹ شمال میں، چار کمان یا چار محرابیں 1592 عیسوی میں کھڑی کی گئی تھیں، ہر محراب 60 فٹ اونچی اور 36 فٹ چوڑی تھی اور چار اہم نقطوں کا سامنا تھا۔ ان محرابوں کے مرکز میں، ایک بڑا آکٹونل حوض تعمیر کیا گیا تھا جسے چار سُک کا حوض (چار کونوں والا حوض) یا گلزار حوض کہا جاتا ہے۔ یہ چار محرابیں شاہی محلات کے جلاؤ خانہ کے دروازے کے طور پر کام کرتی تھیں۔ شہر کو مرکزی شاہراہ کو آپس میں جوڑ کر چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ شمال مغربی سہ ماہی شاہی محلات کے لیے اور شمال مشرقی حصہ پیشوا اور شرافت کے لیے مخصوص تھا۔

چونکہ حیدرآباد شہر کی بنیاد قرون وسطیٰ میں رکھی گئی تھی، اس لیے ضروری ہے کہ ہندوستان کے قرون وسطیٰ کے شہر کا عمومی طور پر اندازہ لگایا جائے۔ یاد رہے کہ قرون وسطیٰ کے زمانے میں شہر جاگیر دارانہ معیشت پر مبنی تھے اور اس لیے صرف بادشاہ اور اس کے حامی، اس کے رئیس، سپاہی، تاجر اور تاجر ہی جاگیر دارانہ شہر میں رہ سکتے تھے اور ان کا براہ راست انحصار زمین پر نہیں تھا۔ قرون وسطیٰ کے شہر کا ڈھانچہ حکمران کی خواہشات اور خواہشات پر منحصر تھا۔ سرگرمی کا سب سے بڑا مرکز عموماً حکمران کے

[9] K.S.S.Seshan. ,(Ed),*Hyderabad –Saga City*, Association of British Council Scholars, Andhra Pradesh Chapter Hyderabad,1993.pp.35-78.

[10] Mohmmad Afzal., *Socio-Ecnomic Stracture of Hyderabad City*,Association of British Council Scholars Andhra pradesh Chapter Hyderabad,1993,p.85.

محلات ہوتے تھے اور اس کے محل وقوع کے لحاظ سے اس کے امرا نے اپنی حویلییں تعمیر کی تھیں اور ہر ایک شاہی محل کے زیادہ سے زیادہ قریب ہونے کی کوشش کر رہا تھا، ان کی پسند کو دربار میں ان کی نسبتی حیثیت تک محدود رکھا جارہا تھا۔ بادشاہ اور اس کے امرا کے معمولی افسروں اور محافظوں کو عام طور پر ان محلات کے ارد گرد بستیوں میں ریوڑ لگا کر کبھی کبھی ان حویلیوں میں جگہ مل جاتی تھی[11]۔ بازار اور تجارتی مراکز عام طور پر مرکزی سڑکوں کے چوراہے پر اور تجارتی راستوں پر واقع ہوتے تھے یا شہر کی فصیلوں کے باہر اور دروازوں کے قریب پائے جاتے تھے، اگر متعلقہ شہر ایک فصیل والا شہر ہو جیسا کہ حیدرآباد۔ آصف جاہی دور میں تھا۔ کاروان سرائے اور مہمان خانے حکمران نے شہر آنے والے مسافروں اور تاجروں کے لیے بنائے تھے اور شہر کو مذہبی مقامات اور اداروں سے بھی سجایا جائے گا جو حکمران کی مذہبی وابستگی پر منحصر ہے[12]۔ مثال کے طور پر، حیدرآباد کے پرانے شہر میں اب بھی چند سو مساجد، درگاہیں، عاشور خانہ، اور مندر موجود ہیں جنہیں حکمران اور اس کے امرا نے تعمیر کیا تھا۔ قرون وسطی کے شہر کے منظر نامے کی ایک اور خصوصیت پورے شہر میں حکمران اور اس کے امرا کی ملکیت میں چشموں اور حوضوں کے ساتھ وسیع و عریض باغات تھے اور اسے ایک خوبصورت منظر پیش کرتے تھے۔ اور قرون وسطیٰ کے شہروں کا تعمیر شدہ علاقہ عام طور پر ایک ساتھ جمع ہوتا تھا اور جدید شہروں کی

---

[11] Mohmmad Afzal., *Socio-Ecnomic Stracture of Hyderabad City,*Association of British Council Scholars Andhra pradesh Chapter Hyderabad,1993,p.85.

[12] Asgar Bilgrami., *Land Marks of the Deccan,* Government Central Press, Hyderabad,1927, p.17.

طرح پھیلا ہوا نہیں تھا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تکنیکی طور پر نقل و حمل کے ذرائع زیادہ ترقی یافتہ نہیں تھے اور عام لوگ عام طور پر پیدل اپنی منزل تک جاتے تھے، جب کہ امرا ہاتھیوں،اونٹوں، گھوڑوں، بیل گاڑیوں اور پالکیوں پر سفر کرتے تھے [13]۔ نتیجے کے طور پر، قرون وسطیٰ کے شہر وقت کے ساتھ بھیڑ کا شکار ہو جاتے ہیں اور تنگ گلیاں اور جو مکینوں کی رازداری کو برقرار رکھنے کے لیے کام کرتی ہیں اور محلہ سے محلہ تک مناسب [14] نقل و حرکت جدید ذرائع آمد ورفت کے لیے رکاوٹ بن جاتی ہے۔ آخر میں، یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ [15] قرون وسطیٰ کے شہر کی ترقی عام طور پر امن اور خوشحالی کے زمانے میں ہوئی تھی، یعنی جب سلطنت میں استحکام تھا اور تجارت عروج پر تھی۔ ورنہ محصول اور تجارت سے جمع ہونے والا پیسہ جنگوں میں خرچ ہو جاتا تھا۔

جاگیردارانہ معیشت پر مبنی قرون وسطیٰ کے شہر کی مندرجہ بالا خصوصیات کو ذہن میں رکھتے ہوئے، آیئے قطب شاہی دور میں حیدرآباد شہر کی تفصیل دوبارہ شروع کرتے ہیں۔ جیسا کہ افضل محمد نے اپنے کام میں لکھا ہے کہ شہر میں چار بازار تھے اور چاروں اہم شاہراہوں پر 14000 دکانیں تھیں جو مختلف اقسام کے سامان فروخت کرتی تھیں۔ ان کے علاوہ عوامی حمام، خانقاہیں، اسکول، مساجد، مفت کچن، مہمان خانے، اور کاروانسرائے (سوداگروں کے لیے آرام گاہیں) تھے، ایسی عمارتوں کی تعداد

---

[13] J.D.B.Gribble., *History of the Deccan*,Vol1, Luzac & Co. London,1896.p.98
[14] Mohmmad. Afzal., Op.cit ,pp.86-101
[15] Jean B. Tavernier., Collection of Travels through Turkey into Persia and the East Indies, Book I, Part

12,000 سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ عمارتوں اور دکانوں کی اتنی بڑی تعداد اس حقیقت کی توثیق کرتی ہے کہ حیدرآباد شہر میں اپنی بنیاد کے بعد سے ہی ایک بڑا تعمیر شدہ علاقہ تھا اور یہ قرون وسطی کا ایک اچھی طرح سے ترقی یافتہ شہر تھا۔ لیکن یہ شہر بنیادی طور پر امرا اور شاہی خاندان کے لیے بنایا گیا تھا اور یہ بات تنویر بیان سے واضح ہوتی ہے جس نے 1652 میں حیدرآباد کا دورہ کیا وہ کہتا ہے کہ "بھگیا نگر تقریباً اورلینز کے سائز کا تھا۔ تعمیر کیا گیا اور کھلا ہوا[16] صرف اعلیٰ درجے کے لوگ آباد ہیں، بادشاہ کے گھر کے افسر، وزیر انصاف اور فوجی آدمی۔ صبح 10 یا 11 بجے سے شام 4 یا 5 بجے تک، تاجر اور دلال غیر ملکی تاجروں کے ساتھ تجارت کرنے کے لیے قصبے میں آتے ہیں جس کے بعد وہ سونے کے لیے گھر لوٹتے ہیں۔" عام لوگوں کے گھروں کے لیے شہر کی فصیل کے باہر بارہ زون مختص کیے گئے تھے اور دس مربع میل کے رقبے پر پھیلے ہوئے تھے۔ ہر زون میں ایک ہزار مکانات کی تعمیر کا انتظام ہے۔ ان تمام (محلوں) پر سکول، ہسپتال، مساجد اور باغات تھے تاکہ ہر علاقہ خود کفیل ہو سکے اور ان محلوں کے اطراف میں سبزی اور فروٹ منڈیاں لگیں۔ قطب شاہی خاندان کے زوال تک تین گھنی آبادی والے علاقے یا محلے شہر حیدرآباد کے اندر نمودار ہو چکے تھے اور یہ حسینی عالم، دروشفہ اور سلطان شاہی کے محلے تھے۔ شہر کے مضافات میں پرانا پل کے قریب کاروان ساہو کا گھنی آبادی والا

[16] S.C.Bhatt., *The Encyclopaedic District Gazetteers of India:South zone (vol 1)*,Gyan Publishing House Delhi,1998, pp. 78-140

مضافاتی علاقہ تھا۔ تین دیگر مضافاتی علاقے ابھر رہے تھے جن میں خیریت آباد، نوبت پہاڑ (سیاہ پتھر) اور لنگمپلی باغات تھے۔ قطب شاہی دور میں پینے کے پانی کا سب سے بڑا ذریعہ گولکنڈہ کے قریب میر جملا ٹینک اور جلپلی ریزروائر تھے جہاں سے پائپوں کے ذریعے شہر کو پانی فراہم کیا جاتا تھا۔ حیدرآباد شہر کی بڑھتی ہوئی شان و شوکت اور خوشحالی کو 1683 میں مغلوں کے حملے نے روک دیا تھا۔ مغل فوج نے حیدرآباد شہر کو لوٹ لیا اور اس کے بیشتر محلات کو زمین بوس کر دیا۔ سلطان اور اس کے امرا کو گولکنڈہ میں پناہ لینے پر مجبور کیا گیا اور قطب شاہی خاندان کا خاتمہ 1687ء میں ہوا۔

2.2۔دکن پر مغلوں کا حملہ (1687۔1724):

مغلوں کے دور میں دکن کے علاقے پر بنیادی طور پر خاندیش کے فراوقی، احمد نگر کے نظام شاہی، گولکنڈہ کے قطب صحاح اور بیجاپور کے عادل صحاح کی حکومت تھی۔ ان طاقتوں کے علاوہ دکن نے سمندری ساحل پر پرتگالی طاقت کا عروج بھی دیکھا اکبر پر پرتگالیوں کی طاقت کو توڑنے کا دباؤ تھا۔ اور اکبر نے خاندیش سے الحاق کیا، احمد نگر کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا، دولت آباد، احمد نگر، برہان پور، اسیر گڑھ وغیرہ جیسے مضبوط قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اور، اس طرح، نہ صرف دکن میں مغلوں کی طاقت قائم کی بلکہ ان کے جانشینوں کے لیے دکن کی فتح کی راہ بھی ہموار کی۔

جہانگیر نے اپنے والد کی طرح گولکنڈہ، بیجاپور اور احمد نگر کو ضم کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ اس نے احمد نگر کو ضم کرنے کی کوشش کی اور بیجاپور اور گولکنڈہ کے حکمرانوں کو اپنی بالادستی قبول کرنے پر مجبور کیا۔ لیکن، مغلوں کو احمد نگر کے وزیر، ملک عنبر نے اپنے ڈیزائن کے لیے ایک سنگین چیلنج کا سامنا کیا۔ جنگ عظیم کے بعد اس کے جانشین شاہ جہاں نے بھی کوشش کی کہ یا تو دکن کی سلطنتوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جائے یا انہیں شہنشاہ کی حاکمیت قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ وہ ایک قابل کمانڈر تھے اور دکن کی سیاست کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ ملک عنبر کی موت نے اسے احمد نگر پر دباؤ ڈالنے کا ایک اچھا موقع فراہم کیا۔ شمالی ہندوستان کے کافی علاقے پر بھاری کنٹرول کے بعد، مغل بادشاہ اکبر نے پہل کی احمد نگر آہستہ آہستہ مغل سلطنت کا حصہ بن گیا، اسی طرح بیجاپور کی عادل شاہی نے اپنے علاقے پر اپنا کنٹرول کھو دیا اور رفتہ رفتہ سارا علاقہ مغلوں کے قبضے میں آگیا۔ طاقتور قطب شاہی خاندان نے بتدریج زوال دیکھا اور 1626 میں محمد قلی قطب شاہ کی موت کے بعد۔ 1636 میں عبداللہ قطب شاہ کے دور حکومت میں یہ مزید کمزور ہو گئی گولکنڈہ کو مغلوں کی بالادستی قبول کرنے پر مجبور کیا گیا لیکن کسی طرح عبداللہ قطب شاہ نے اسے سنبھال لیا۔ لیکن اس کے جانشین مغلوں کا دفاع کرنے کے زیادہ قابل نہیں تھے اور اورنگ زیب نے موقع کا انتظار کیا اور اسے یہ موقع اس وقت مل گیا جب سلطان کے سب سے بڑے رئیسوں میں سے ایک میر جملا نے اس سے جھگڑا کیا اور شاہ جہاں سے تحفظ طلب کیا۔

1687 میں گولکنڈہ کا قلعہ اورنگ زیب کی تلوار کی زد میں آ گیا جس نے اسے مغلیہ سلطنت کا حصہ بنایا اور چن قلیچ خان کو دکن کا صوبیدار نامزد کیا۔ جس نے بدلے میں مبارک خان کو شکست دے کر خود کو دکن کا آقا بنالیا، جسے مغل شہنشاہ نے خفیہ طور پر ہدایت دی تھی، اس کی جنگ جس کا نام نظام الملک نے فتح خیرہ رکھ دیا تھا، آصف جاہی خاندان کے قیام کی نشاندہی کرتا ہے اور اس کے ساتھ خود مختار دکن کا قیام۔. یہ دکن کی تاریخ میں قرون وسطیٰ کے دور کے اختتام اور اس جدید دور کے آغاز کی بھی نشاندہی کرتا ہے جو مغلیہ تسلط کے خاتمے اور آصف جاہی حکومت کے یقینی قیام کے ساتھ یکساں تھا۔. آسف جاہ 1 کے ذریعہ قائم کردہ ریاست اور خاندان نے حیدرآباد ریاست کے ارتقاء میں بہت سی واقعاتی چیزوں کا مشاہدہ کیا تھا۔. اس نے نظام کا لقب بھی قائم کیا جو اس وقت سے اس ریاست کے متواتر حکمرانوں کا موروثی اور خاندانی لقب بن گیا اور اس طرح وہ 1948 میں ہندوستانی یونین کے حصے کے گھر کے بانی بن گئے۔ آخر کار اسے یکم نومبر 1956 کو توسیع شدہ ریاست آندھرا پردیش میں ضم کر دیا گیا۔ اس کے بعد، یہ ضلع نظام کے تسلط کا حصہ رہا، یہاں تک کہ یہ 1948 میں ہندوستانی علاقے کا حصہ بن گیا۔ قطب شاہی کے علاقے بالعموم اور حیدرآباد بالخصوص 1687 میں مغلوں کی سلطنت کا حصہ بن گئے اور مغلوں کی حکومت جاری رہی۔ 1687 میں قلعہ گولکنڈہ پر قبضہ کرنے کے بعد اورنگ زیب نے بادشاہ قلیچ خان کو دکن کا صوبیدار مقرر کیا۔ محمد صحاح کے دور میں مغلوں کے سیاسی منظر نامے نے چن قلیچ خان کو 11 اکتوبر 1724 کو شکر کھیڑا کی لڑائی میں خود کو آزاد ہونے کا اعلان کرنے کی طاقت اور

ہمت دی۔ شکر کھیڑا کی لڑائی نے دکن میں مغل حکومت کا خاتمہ کیا اور آسف جاہی کے نام سے ایک نیا خاندان قائم کیا۔ نظام الملک (آصف جاہ) پہلا حکمران تھا جس نے آصف جاہی کا لقب اختیار کیا۔ نظام الملک آصف جاہ آصف جاہی کا پہلا نظام بن گیا اور یہ خاندان نظام عثمان علی خان تک حکومت کرتا رہا جس کی سلطنت کو بالآخر 1948 میں جمہوریہ ہند نے الحاق کر لیا، اور آخر کار 1956 میں توسیع شدہ ریاست آندھرا پردیش کے ساتھ ضم ہو گیا۔

2.3۔ مرحلہ-2: آصف جاہی (1724-1948):

جیسا کہ پہلے پیرا گراف میں بتایا گیا ہے کہ چن قلیچ خان، آصف جاہ نظام الملک تھے۔ 1724 عیسوی میں حیدر آباد کے آصف جاہی خاندان کی بنیاد رکھی اور یہ پولیس ایکشن 1948 تک قائم رہی۔ 1725-1799 کے آسف جاہی حکمرانی کے ابتدائی دور کو منظور عالم نے دو مخصوص مراحل میں تقسیم کیا ہے، ایک 1725-1763 تک آبادکاری، اور دوسرا سرعت 1763-1799۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ 'منحرفی' کی مدت کو اس لیے بھی نشان زد کیا گیا تھا کہ یہ حیدر آباد کے لیے ایک بہت بڑا معاشی دباؤ تھا اور نظام الملک آصف جاہ اول کے ذریعہ اورنگ آباد کو دارالحکومت کے طور پر برقرار

رکھنے کی وجہ سے اس نے بہت سے مالدار جاگیر داروں کو وہاں ہجرت کرنے پر مجبور کیا[17]۔ دوسرے عوامل جنہوں نے بعد میں اس روک کے اس دور کو متاثر کیا وہ 1748 میں آصف جاہ اول کی موت تھی جس نے اقتدار کے لیے خاندانی جھگڑے کا آغاز کیا اور اس کے ساتھ ساتھ دکن (1750-1760) پر بالادستی کے لیے اینگلو-فرانسیسی جدوجہد نے سیاسی غیر یقینی کی تجدید کی۔ حیدر آباد کی ترقی کو بری طرح متاثر کیا[18]۔ عالم کے مطابق شہر کے جنوب مغرب میں حکمران کے محل اور اس کے وزراء کی حویلیوں کی تعمیر دیگر عوامل کی وجہ سے جمود کو نہیں روک سکی۔ جیسا کہ، شہر صرف جزوی طور پر آباد تھا اور شہر کا صرف وہی حصہ جو قطب شاہی دور میں شاہی محلات پر مشتمل تھا مکانات سے بھرا ہوا تھا۔ یہاں کوئی مضافاتی توسیع نہیں تھی اور امرا کی کوٹھیاں بڑی حد تک الگ تھلگ اور کھنڈرات میں پڑی تھیں۔ اور حیدر آباد میں بہت سے بازار ہیں اور چوک کا گرینڈ بازار جو کہ مرکزی ریٹیل سینٹر تھا آدھا خالی تھا۔ اس لیے زوال کی تمام علامات واضح تھیں۔ جیسا کہ حیدر آباد کی شہری ترقی کے روکنے والے مرحلے کی مندرجہ بالا وضاحت سے پتہ چلتا ہے کہ جاگیر دارانہ معیشت میں شہری ترقی کا انحصار مکمل طور پر غیر متوقع عوامل پر ہوتا ہے جیسے کہ حکمران اور اس کے جاگیر داروں کی سر گرمیاں۔ سرمایہ دارانہ معیشت میں، اجناس کی پیداوار کا ادارہ اور اس کے تعلقات مناسب شہری ترقی، سرمایہ دارانہ

---

[17] Manzoor Alam ., *Metropolitan Hyderabad and its Region;: A Strategy for Development*, Asia Publishing House ,NewDelhi.1972.pp.232-248.

[18] Ibid, p.69

معیشت میں شہری کاری خود مختار، خود ساختہ، اور انفرادی اور حادثاتی عوامل سے آزاد ہوتی ہے۔ جاگیر دارانہ، معیشت میں، حکمرانوں اور وڈیروں کی طرف سے کسانوں سے حاصل کردہ اضافی رقم تعمیر، ریاستی اخراجات، اہلکاروں کی ادائیگیوں کے لیے استعمال ہوتی ہے، اور دیگر ترقیاتی سرگرمیاں اور ترقی کا پورا عمل زائد رقم نکالنے کے اس طریقہ کار پر منحصر ہے۔ یہاں تک کہ تجارت جو زائد پیدا کر سکتی ہے اس کا انحصار اس علاقے پر شرافت اور حکمران کی موجودگی پر ہے۔ اس لیے قرون وسطیٰ کے شہروں میں جب بھی سیاسی عدم استحکام کا دور ہوتا ہے، جاگیرداروں کی جمع کردہ دولت جنگوں اور ذیلی اخراجات میں پھیل جاتی ہے اور وہاں کوئی ترقیاتی سرگرمیاں نہیں ہوتیں اور یقیناً وہ نہیں ہوتیں جو شہری عمل میں جمع ہوتی ہیں۔ شہر کی ترقی کی تاریخی تفصیل کی طرف واپس آتے ہیں، جیسا کہ نظام الملک آصف جاہ 1، اورنگ آباد سے حکومت کرنے کے باوجود حیدرآباد میں چند محلات تعمیر کئے۔ اور اس کے محلات جو حویلی نظام الملک کے نام سے مشہور تھے اور بعد میں دولت خانے بندے جانے علی اور خلوت مبارک کہلائے گئے شہر کے جنوب مغربی چوک میں تعمیر ہو رہے تھے، اس نے شہر سے باہر آصف نگر گاؤں میں ایک عارضی رہائش گاہ بھی بنائی۔ وہ وہاں سے حیدرآباد کی انتظامیہ کی دیکھ بھال کرتے تھے اور جلد ہی وہاں ایک بستی پروان چڑھی۔ دولت خان علی اور خلوت محل کے محل وقوع کا انتخاب موتی گلی لین پر کیا گیا تھا جو کہ چوک سے بالکل پہلے پورن پول-چارمینار روڈ پر ایک بائی لین ہے۔ قطب شاہی کے زمانے میں، موتی گلی موتیوں کی فروخت کا مرکز تھا۔

نظام الملک کا ایک اور اہم کام شہر کی فصیل کی تکمیل تھا۔اس دیوار نے شہر کو ایک متعین حد دی اور اس کے شہریوں کو تحفظ کا احساس دیا۔دیوار کا طواف 6 میل تھا اور اس نے تقریباً 2.5 مربع میل کا رقبہ گھیر رکھا تھا۔ دیوار کے گڑھوں پر بندوقیں رکھی ہوئی تھیں اور حیدر آباد سے بھاگی ہوئی آبادی آہستہ آہستہ دیواروں کے اندر دی گئی حفاظت میں واپس آگئی۔ دیوار کے اندر کے علاقوں نے شہر اندرون (اندرونی) اور باہر کے علاقوں نے شہر بحرون (بیرونی) بنایا۔ فصیل والے شہر کے بارہ دروازے تھے جنہیں دروازہ کہتے تھے اور بارہ چوکیاں تھیں جنہیں خدقیں کہتے تھے۔ نظام الملک کے بعد ناصر جنگ اور صلابت جنگ تخت نشین ہوئے، لیکن ان کا دور مختصر تھا اور سیاسی عدم استحکام کا نشان تھا،اور انہوں نے محلات کی تعمیر میں زیادہ دلچسپی نہیں لی[19]۔ اور نہ ہی ان دونوں حکمرانوں کے دور میں ریاست حیدر آباد میں تجارت و تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ 1763 میں دکن کے حکمران کے طور پر نظام علی خان کی جانشینی نے شہر حیدر آباد کی 'تیز' ترقی کا دور شروع کیا۔اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر اورنگ آباد سے حیدر آباد منتقل کر دیا اور[20] یہ دوبارہ" دکن کے اہم شہر کے طور پر تقریباً چھہتر سال کے وقفے کے بعد ابھرا۔ نظام کو شاید یہ احساس ہو گیا تھا کہ اس کے شمال کی نسبت جنوب میں زیادہ سیاسی دعوے داؤ پر لگے ہوئے ہیں۔ جس مقصد کے لیے حیدر آباد زیادہ مرکزی طور پر واقع تھا۔ اس فیصلے کے نتیجے میں دربار کے رئیس

---

[19] Narendra Luther., *Hyderabad :A Biography*,Oxford University Press, Hyderabad ,Deccan, 2006.pp. 231-263.

[20] Narendra Luther., Op.Cit., pp.168-224

اور ان کے محافظ بھی اور نگ آباد سے حیدرآباد واپس آ گئے۔ شہر میں بڑھتی ہوئی تجارت اور زمینی محصولات کے بہاؤ نے شہر میں شہری ترقی کو بہت زیادہ متحرک کیا۔ شہر کی دیواروں کے اندر، شہری تجدید کا ایک مرحلہ شروع ہوا اور پرانی خستہ حال عمارتوں کو زمین بوس کر دیا گیا اور ان کی جگہ محلاتی عمارتوں نے لے لی۔ آبادیاں تیزی سے دیواروں سے آگے جنوب کی طرف پھیل گئیں۔ جنوب میں یہ بیرونی توسیع بنیادی طور پر امرا کی حویلیوں اور ان کے رکھوالوں کے گھروں پر مشتمل تھی اور شہر کی دیواروں کے ارد گرد ایک میل تک پھیلی ہوئی تھی[21]۔ اس دور میں جو حویلیوں کے محلات بنائے گئے ان میں کوٹلہ علی جاہ، جہاں در محل، کوٹلہ اکبر جب، سلیمان جاہ چاوڑی، اور بازار کیون جاہ شامل ہیں۔ چارمینار کے مغربی حصے میں اس دور میں جن عمارتوں کی تعمیر یا تزئین و آرائش کی گئی ان میں روشن بنگلہ، روشن محل، گلشن محل، شادی خانہ، خلوت مبارک شامل ہیں۔ کاروان کے مشرق میں بیگم بازار کا وسیع کاروباری علاقہ تیار کیا گیا، جس کا نام نظام علی خان کی والدہ قدیہ بیگم کے نام پر رکھا گیا[22]۔ اس بازار سے حاصل ہونے والی آمدنی نظام اول کی چیف بیگم کو دی گئی جنہوں نے یہ وسیع زمین مکانات اور دکانیں بنانے کے لیے لیز پر دی تھی۔ جلوخانہ کا وسیع مربع، یا قطب شاہی دور میں گارڈز اسکوائر، جسے اب چرکمان کے علاقے کے نام سے جانا جاتا ہے، نومبر 1770 عیسوی میں صرافہ یا ٹکسال کا علاقہ بن

---

[21] "Manzoor Alam ., *Op.Cit*

[22] Dharmendra Pershad., *Social and Cultural Geography of the City of Hyderabad: A Historical Perspective* ,Inter-India publication New Delhi,1986.pp 38-87.

گیا۔ داد محل اور چا محل کے درمیان والی جگہ کو بنکروں کے رہائشی کوارٹرز کے لیے چنا گیا تھا۔ آنندی رام، منجی نائک اور ہرلال کانجی جیسے نامور علماء یا تاجروں نے بھی وہاں اپنے گھر بنائے تھے۔ 1761 تک شہر میں صرف چار بازار اور ایک عظیم الشان بازار تھا جسے چوک کہا جاتا تھا، لیکن 1798 تک یہاں بارہ بازار، تین عظیم الشان بازار اور بیگم بازار کا ایک بڑا تھوک کاروباری مرکز تھا۔ اس طرح 1770-99 تک شہر حیدرآباد نے اپنی ماضی کی شان اور سیاسی قد کاٹھ دوبارہ حاصل کیا۔ اس کی اقتصادی اور تجارتی اہمیت بھی کافی بڑھ گئی۔ اگرچہ شہر کی ترقی کا بڑا محور اب بھی مشرق-مغرب کی سمت میں چل رہا ہے، پھر بھی نمایاں طور پر چارمینار کے شمال میں مرکزی سڑک موجودہ افضل گنج سڑک اس مدت کے آخر میں ایک اہم تجارتی راستے کے طور پر ابھری۔ محلوں میں بھی نئی بستیاں وجود میں آئیں جیسے داروشیفہ، مغل پورہ، حسینی عالم، شالی بندہ وغیرہ، اور یاقوت پورہ، اپو گوڑا، جہانوما، مالے پلی، بہادر پورہ اور آصف نگر کے آس پاس چھوٹے چھوٹے گاؤں اور بستیاں نمودار ہوئیں۔

2.4 : برطانوی بندوبستی چھاونی: سہ شہری مرحلہ (1874-1799)

حیدرآباد شہر کی ترقی کے لیے یہ تاریخ کا سب سے اہم مرحلہ ہے کیونکہ اس نے شہر کی ترقی کے انداز کو مکمل طور پر بدل دیا اور شہر کی ترقی کو شمالی سمت کی طرف لے گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ شہر کا شمالی نصف حصہ مزید ترقی کرتا گیا اور اس وقت ایک متحرک دھڑکتے شہر میں ترقی کرتا ہے، جبکہ شہر کا جنوبی نصف حصہ جو کہ فصیلوں سے گھرا ہوا شہر حیدرآباد پر مشتمل ہے زوال پذیری اور پسماندگی کا شکار ہو چکا

ہے۔ یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اگر انگریز نہ آتے تو شہر کی ترقی کا انداز کیا شکل اختیار کر لیتا[23]۔ لیکن 1798 میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ ماتحت اتحاد کے دستخط اور 1806 میں دریائے موسی کے شمالی کنارے پر برطانوی رہائش گاہ کی تعمیر نے شہر کی ترقی پر دو بڑے اثرات مرتب کیے تھے۔ سب سے پہلے، اس نے سکندر آباد بنایا اور دوم اس نے دریائے موسی کے شمالی کنارے پر رہائشی علاقوں کے جڑواں شہر کی ترقی کے دوسرے مرحلے کا آغاز کیا اور اس وجہ سے ترقی کے محور کو شمالی سمت کی طرف بدل دیا۔ 1798 ذیلی اتحاد کے معاہدے میں انگریزوں کی ہندوستانی ریاستوں میں مستقل رہائش کی وضاحت کی گئی ہے اور انہیں کچھ اقتصادی رعایتیں دی گئی ہیں۔ اور معاہدے پر دستخط ہونے کے فوراً بعد، 5000 برطانوی فوج حیدر آباد کے شمال میں اور حسین شاہ پورہ گاؤں کے قریب فوراًایک نچلی سطح پر ڈیرے ڈالے۔ پھر پرانی گولکنڈہ-حیدر آباد کی ترقی کی جگہ ایک نئی جڑواں بستی قائم کی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ چھاؤنی کے علاقے کی ترقی کافی تیز تھی[24]۔ابتدائی طور پر اس کا آغاز 1806 میں چار مربع میل کے علاقے میں ہوا اور اس کی آبادی 5,000 فوجیوں اور کئی ہزار شہریوں پر مشتمل تھی[25]۔ لیکن اس کے قیام کے اگلے ساٹھ سالوں میں رقبہ سترہ مربع میل تک پھیل گیا اور فوجی دستوں سمیت آبادی 50,000 سے زیادہ تھی۔ چھاؤنی کا نام 1806 میں اس وقت کے نظام سکندر جاہ کے نام پر

---

[23] Afzal Mohmmad., Op.Cit.pp 90-102
[24] Ibid,p,87
[25] Afzal Mohmmad., Op.Cit.pp 90-102

سکندر آباد رکھا گیا۔ اپنے فوجی کاموں اور کاروباری مواقع کی وجہ سے، سکندر آباد نے آس پاس کے علاقوں سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنی طرف متوجہ کیا[26]، جس کی وجہ سے جنرل بازار کہلانے والی ایک کمپیکٹ بستی بنی۔ عام بازاروں کی آبادی زیادہ تر مقامی آبادی پر مشتمل تھی اور وہاں بینکر اور تاجر بھی اپنی تجارت و تجارت کو وسعت دینے کے لیے رہتے تھے [27]۔ اور وہ ذیلی اتحاد کے آرٹیکل 4 میں موجود اقتصادی رعایت سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ مقامی تاجروں کو ڈیوٹی فری اشیاء درآمد کی جاتی تھیں، اور وہ نہ صرف چھاؤنی کے علاقے میں بلکہ اس علاقے کے باہر بھی امیر امرا کو سامان فراہم کر سکتے تھے۔ سکندر آباد کے کاروبار کے اس توسیعی دائرے نے اس کی تجارت کو مزید متحرک کیا اور آبادی میں مزید اضافہ اور آبائی آبادکاری کے علاقے کو حیدر آباد کی جنوبی سمت کی طرف بڑھایا۔ جیسا کہ منظور عالم نے نشاندہی کی ہے کہ سکندر آباد برطانوی چھاؤنی تھی اور ان کا ثقافتی نمونہ حیدر آباد سے بالکل الگ تھا کیونکہ اس کے شہری پروفائل پر سینٹ جان چرچ اور سینٹ میری کیتھیڈرل کا غلبہ تھا اور اس علاقے میں چارمینار اور مکہ مسجد کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اور مقامی بستی کا مرکز ہندو مہاکالی مندر تھا نہ کہ مسجد۔ انگریزی ذریعہ تعلیم اور سرکاری زبان تھی، فارسی سرکاری زبان نہیں تھی اور تیلگو مقامی باشندوں کی زبان تھی لیکن اردو وہاں موجود نہیں تھی۔ انگریزی کے ذریعہ تعلیم دینے والے مشنری

---

[26] Ibid,p,87

[27] Manzoor Alam, *Hyderabad, Secunderabad (Twin cities): A study in Urban Geography*,Bombay, 1969,

اسکولوں نے اپنے تعلیمی نظام کو کنڑول کیا نہ کہ مدرسوں اور مکتوبوں (اسکولوں کی مشرقی اقسام) جیسا کہ حیدر آباد میں ہے۔ تجارت سکندر آباد کی معیشت کا مرکز تھی جبکہ حیدر آباد میں جاگیردارانہ نظام غالب تھا۔ لیکن یہ کہنا ضروری ہے کہ شہر حیدر آباد اپنے جڑواں شہر کے مختلف ثقافتی اور سماجی جذبوں سے متاثر نہیں ہوا، خاص طور پر چادر گھاٹ کے قریب ریزیڈنسی کے قیام کے بعد۔ برطانوی سامراجی پالیسیوں نے مطالبہ کیا کہ وہ حیدر آباد ریاست کے معاملات میں فعال کردار ادا کریں۔ برطانوی انتظامیہ نے نظام ریاست کے وزرائے اعظم کے انتخاب میں مداخلت کی یہ دیکھتے ہوئے کہ ان کا اپنا آدمی ہمیشہ منتخب ہوتا ہے۔ انگریزوں نے ان پر (KCIE نائٹ کمانڈر آف دی آرڈر آف دی انڈین ایمپائر) جیسے اعزازات بارش کی اور وہ عام طور پر اپنے عہدے کے لیے برطانوی باشندے کے پابند رہے۔ لیکن اس رابطے نے نظام ریاست کی انتظامیہ پر ایک جدید اثر ڈالا، خاص طور پر سالار جنگ 1 کے تحت، جس نے ضلع بندی کا نظام متعارف کرایا جس کے تحت ریاست حیدر آباد کو پانچ ڈویژنوں اور سترہ اضلاع میں تقسیم کیا گیا۔ اس نے بعد میں ریونیو ایڈمنسٹریشن پیٹرن کو جگہ دی جو ایک تبدیل شدہ شکل ہے جو آندھرا پردیش میں رائج ہے۔ سالار جنگ نے مدرسہ عالیہ بھی شروع کیا جو بعد میں نظام کالج بن گیا اور یہاں کا انتظام چلانے کے لیے شمال سے علماء اور قابل منتظمین کو بھرتی کیا۔ اس نے شرافت کے اندر خراب خون پیدا کیا جو بعد میں ملکی-غیر ملکی مسئلہ میں بدل گیا۔

شہر کے شمالی نصف حصے پر ایک رہائشی بستی کی ترقی کا آغاز 1806 میں چادر گھاٹ میں برطانوی رہائش گاہ کی تکمیل کے ساتھ ہوا تھا. عالم کے مطابق، ریزیڈنسی کی تعمیر کے بعد اس کے ارد گرد دکانوں اور رہائش گاہوں کا ایک جھرمٹ وجود میں آیا جس پر نظام حکومت نے رہائشی کو دیوانی اور فوجداری معاملات میں غیر محفوظ اختیارات اور دائرہ اختیار دیا تھا۔ اس بستی کو موثر طریقے سے زیر انتظام امن اور تحفظ حاصل تھا۔اس کے برعکس، حیدرآباد میں سول انتظامیہ افراتفری کا شکار تھی، خاص طور پر اس کے مضافاتی علاقوں میں جہاں مفت خوروں نے تاجروں اور بینکروں کو ہراساں کیا جو کاروان سے ریزیڈنسی کی طرف ہجرت کر گئے۔ نہ صرف بینکر بلکہ نظام حکومت کے مقامی سرکاری ملازمین بھی وہاں صفائی اور پولیس کے انتظامات کو ترجیح دیتے ہوئے چادر گھاٹ چلے گئے۔اس مقامی دراندازی کے علاوہ، ایک مضبوط غیر ملکی عنصر بھی متعارف کرایا گیا، خاص طور پر یورپی اور یوریشین، جو نظام اور اس کے امرا کی خدمت میں اہم عہدوں پر فائز تھے، لیکن انہوں نے رہائش گاہ کے قریب رہنے کو ترجیح دی۔ عالم کا کہنا ہے کہ اولڈ سٹی سے متصل یہ یورپی یوریشین کالونی حیدرآباد کی ثقافتی ترقی میں ایک قابل قدر اضافہ تھا۔یورپی طرز کے مکانات، عیسائی گرجا گھروں اور مشنری اسکولوں کا چادر گھاٹ پر غلبہ تھا۔پہلی مقامی عیسائی کالونی فرانسیسیوں نے یہاں واقع بندوق کی فاؤنڈری کے آس پاس قائم کی تھی اور اس نے عیسائی بستیوں کی ترقی کے مرکز کے طور پر کام کیا، ریزیڈنسی کے علاقے میں بینکرز اور سرکاری ملازمین کی آمد نے اس کی بینکنگ اور تجارتی سرگرمیوں کو متحرک کیا اگرچہ یہ علاقہ بڑا نہیں

تھا، لیکن یہ آبادی والے بازاروں سے ڈھکا ہوا تھا، جن میں سے کچھ تاجروں کے پاس بہت زیادہ دولت تھی اور ان کا پورے ہندوستان میں لین دین تھا۔ 1810 کے اوائل میں ایک برطانوی ٹینکنگ فرم، فلیمرز اینڈ کمپنی نے حیدر آباد میں بینکنگ کا کاروبار کھولا اور وہاں 1894 سے پہلے ہی بینک آف بنگال قائم تھا۔

چادر گھاٹ اور ریذیڈنسی بازاروں کی طرح، شہر کے شمالی اور جنوبی مضافاتی علاقوں میں بھی آبادکاری تیزی سے پھیلی، دکن میں برٹش انڈیا کمپنی کے ابھرنے سے ریاست کو سیاسی استحکام ملا اور تجارت اور امیگریشن کی حوصلہ افزائی ہوئی فصیل والے شہر کے اندر تعمیر شدہ رقبہ میں بے تحاشہ اضافہ ہوا اور پانی کی قلت، غیر صحت بخش حالات وغیرہ جیسے مسائل پیدا ہوئے۔ پانی کے مسئلے کو کم کرنے کے لیے میر عالم جو اس وقت سکندر جاہ کے وزیر اعظم تھے، میر عالم ٹینک 8 کی لاگت سے تعمیر کروایا۔ لاکھ روپے۔ اس کی منصوبہ بندی ایک فرانسیسی انجینئر نے کی تھی اور اس منصوبے سے دیواروں والے شہر میں پائپ کے ذریعے پانی کی فراہمی کا آغاز ہوا۔ لیکن پانی صاف نہیں تھا اور لوگ بیمار پڑ گئے۔ 1888 میں شہر کو فلٹر شدہ پانی کی فراہمی کے لیے چندولال کی بارہدری کے قریب ایک فلٹر بیڈ قائم کیا گیا[28]۔ آبادی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے میر عالم نے ایک بڑی سبزی منڈی بھی کھولی اور یہ مکرم

---

[28] Ratna Naidu., A study of Slums in Hyderabad – Secunderabad . *“ The Indian Journal of Social Work”*, Vol, 3, 1978, pp. 237-39.

ڈولہ دیوڑی کے پیچھے پتھر گٹی کے قریب واقع ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ ریزیڈنسی اور سکندر آباد چھاؤنی کی وجہ سے شہر کے شمالی نصف حصے میں فصیل شہر کے اندر تعمیر شدہ علاقے میں زبردست اضافہ ہوا جس کی وجہ سے شہر کی مزید منصوبہ بندی کی گئی[29]۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت کی متفرق وزارت میں میونسپل اور سڑکوں کی دیکھ بھال کی ترقی کا شعبہ سر سالار جنگ کی رہنمائی میں تشکیل دیا گیا۔ حیدر آباد میونسپلٹی کے رقبے کی حد بندی تقریباً 22 مربع فٹ تھی۔ میل اور ایک میونسپل کمشنر شہر کی دیکھ بھال کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ پہلے یہ کام سٹی پولیس کمشنر یا کوتوال کے ذریعے کیا جاتا تھا۔

2.5۔ ریلوے کا تعارف (1874-1904)

حیدر آباد کی ترقی میونسپل اور سڑکوں کی دیکھ بھال کے محکمے میں شامل نہیں تھی لیکن 1874 میں ریلوے کے آغاز کے ساتھ ہی اس نے مزید ترقی کی اور اس نے 1908 تک بہت ترقی کی جب دریائے موسی میں 1874 سے 1908 تک حیدر آباد میں تباہ کن سیلاب آیا۔ اسے ریلوے سٹیج کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ریلوے کے آنے سے شہر کی ترقی کے انداز میں ایک بڑا فرق پڑا

[29] Ibid,pp.256-269.

کیونکہ اس نے حیدرآباد اور سکندرآباد کے شہروں کو تیزی سے جوڑنے اور دریا کے جنوب میں شہر کی ترقی کو روک دیا۔ ترقی کا محور شمالی سمت میں تھا[30]۔انگریزوں کی سامراجی پالیسیوں نے مطالبہ کیا کہ مسولیپٹنم کی بندرگاہ کو بمبئی اور مدراس کے میٹروپولیٹن شہروں سے ملایا جائے۔ چنانچہ حیدرآباد اور سکندرآباد تک پھیلی ہوئی ریلوے لائن (1874 میں تعمیر ہوئی) کو 1898 میں ورنگل کے راستے مدراس تک بڑھا دیا گیا۔ 1900 میں جڑواں شہر حیدرآباد ریاست کے امیر کپاس کے علاقوں سے جڑے ہوئے تھے، جو شمال مغرب میں واقع ہے۔ علاقائی طور پر ریلوے نے حیدرآباد کی تجارت کو موصلی پٹنم سے بمبئی اور مدراس منتقل کر کے زبردست فرق پیدا کیا۔ مقامی طور پر ان کا اثر کم طاقتور نہیں تھا کیونکہ انہوں نے حیدرآباد کے شمال کی طرف پھیلاؤ کو تیز کیا، دونوں شہروں کی صنعتی ترقی میں مدد کی، اور سکندرآباد کی تجارتی اور کمپیکٹ ترقی کو تقویت دی۔[31]

حیدرآباد میں ریلوے کے آنے سے جدید صنعتوں کی ترقی ہوئی جیسے کہ محکمہ تعمیرات عامہ کے لیے ایک مکینیکل ورکشاپ کا قیام شروع کیا گیا، اس کے بعد سکندرآباد میں ریلوے کی مرمت کی دو ورکشاپس (لوکو اور سگنل) کا آغاز ہوا۔ پودینہ، ایک کپاس کی جننگ، کتائی اور بنائی کا کارخانہ، اور ایک

[30] Ratna Naidu., "Organizational structure of Hyderabad Urban Development Authority: Problems and Possibilities*", Nagar,lok*, Vol.XI, No.2, April-June, 1979, pp.134-152.

[31] Deb, Khusha., *Sociological Implications of the Pattern of Growth of Hyderabad City*,Ph.D thesis, Department of Socialogy, University of Hyderabad, 1989.

ٹائل فیکٹری بھی حیدرآباد میں قائم کی گئی۔ان صنعتی اکائیوں کو مستقبل کی صنعتی ترقی کا محرک کہا جا سکتا ہے جو شہر کے شمالی نصف اور سکندرآباد میں ہوئی تھی۔ اس دور سے ہی فصیل والے شہر حیدرآباد میں شہری ترقی میں ابتدائی جمود کا آغاز ہوا، جو اس وقت تعمیر شدہ علاقے کی بنیادی نمائندگی کرتا تھا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ صنعتی ترقی کے عمل کی اپنی ایک موروثی منطق اور حرکیات ہوتی ہے اور یہ شہری ترقی کے عمل کی طرف جاتا ہے جس کی رفتار ہوتی ہے۔ فصیل شہر حیدرآباد میں ایسا عمل ناپید تھا۔ ریلوے کی آمد کے ساتھ ہی، شہری ترقی کا رخ ریلوے اسٹیشنوں، سامان کے گز، متعلقہ گوداموں، علاقوں اور صنعتی علاقوں کی طرف تھا۔دریا کے شمال میں آبادکاری کی تیزی سے توسیع بیگم بازار، چادر گھاٹ اور ریذیڈنسی بازار کے آس پاس ہوئی۔

مزید بیگم بازار ناملی ریلوے اسٹیشن کی طرف بڑھا اور آہستہ آہستہ یہ علاقے نامپلی اور بازار گھاٹ کے گنجان آباد علاقے بن گئے۔ کاچی گوڈا میں ایک اور ریلوے اسٹیشن کا مقام کاچی گوڈا، نمبو لیکا اڈہ، برکت پورہ، اور چپل بازار کے علاقوں کے قیام کا باعث بنا پھر عنبر پیٹ، اڈیکمیٹ، اور ملک پیٹ میں نئی کالونیاں وجود میں آئیں۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اندرونی طور پر فصیلوں والا شہر مضبوطی سے تعمیر ہو رہا تھا اور بیرونی طور پر یہ رہائشی مضافات کی ترقی کر رہا تھا۔یہ بیگم بازار اور افضل گنج کے ارد گرد تعمیر شدہ علاقے کی ترقی اور شمالی کناروں پر آباد بستیوں اور فصیل والے شہر کے درمیان سامان اور لوگوں

کے بڑھتے ہوئے بہاؤ کی وجہ سے ہے کہ یہ پل 1897 میں بنایا گیا تھا۔ اسے نواب چلب الملک مسلم جنگ نے اپنے خرچ پر تعمیر کروایا تھا اس لیے اس پل کو مسلم جنگ پل کہا جاتا ہے۔

شہر کی جنوب مغربی سمت میں جہانوما اور فلق نما کے محلات کے ارد گرد نئی بستیاں نمودار ہوئیں، بعد میں 1889 میں سر وقار العمرہ نے اپنے دور میں تعمیر کی تھی۔ ایک اور عنصر جس کی وجہ سے تعمیر شدہ علاقہ جنوب مغربی جانب پھیل گیا۔ 1901 میں فلک نما ریلوے اسٹیشن کی تعمیر،، اور جنگمیٹ جیسے علاقے جو کبھی ایک چھوٹا سا بستی تھا اور علی آباد دروازہ کے قریب میکل کنڈا شہر کی حدود میں شامل ہو گئے۔ لیکن ریلوے کے آغاز سے جو علاقہ سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ سکندرآباد شہر تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس عرصے کے دوران اس کے تھوک اور خوردہ کاروبار میں کافی اضافہ ہوا۔ براڈ گیج اور میٹر گیج ریلوے سسٹم کے جنکشن پر واقع ہونے کی وجہ سے جس نے اسے بڑے شہروں جیسے مدراس اور بمبئی اور بندرگاہی شہر مسولیپٹنم سے جوڑا، اس کے پاس سامان کی سپلائی تھی جس نے اسے ریاست کے دوسرے قصبوں کے ساتھ تھوک تجارتی لین دین کرنے میں مدد کی۔۔ مقامی طور پر، اس کی خوردہ تجارت، خاص طور پر عیش و عشرت کے سامان میں، یورپیوں اور یوریشینوں، نظام کے زیادہ تر ملازمین کی مزید بھیڑ کی وجہ سے حوصلہ افزائی ہوئی۔ شہری آبادی خصوصاً مقامی باشندوں کی آبادکاری حیدرآباد کی دو اہم سڑکوں کے ساتھ جنوب کی طرف پھیلی ہوئی ہے اور یہ جلد ہی حیدرآباد اور سکندرآباد کے شہروں کو ایک میٹروپولیٹن جڑواں شہر میں ملانے کا باعث بنے گا۔ بڑھتی ہوئی شہری ترقی نے بھی

حکمران کو کئی اقدامات کرنے پر مجبور کیا۔ میونسپل اور سڑکوں کی دیکھ بھال کا ایک محکمہ پہلے ہی 1869 میں تشکیل دیا گیا تھا جس کا سربراہ میونسپل کمشنر تھا۔ سال 1896 میں، چادر گھاٹ میونسپلٹی کو اس کے بڑے تعمیر شدہ رقبے کی وجہ سے علیحدہ طور پر تشکیل دیا گیا تھا اور اس شہر نے 'اینڈرن' اور بیرون کے دو الگ الگ حقوق حاصل کیے تھے، یعنی شہر کی دیوار کے اندر اور باہر۔. اس سے پہلے 1881 میں فصیل والے شہر حیدر آباد کی پہلی باضابطہ مردم شماری کی گئی تھی۔

اور شہر کو چار میونسپل ڈویژنوں یا وارڈوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔. یہ وارڈز بڑے علاقوں جیسے میر چوک، سلطان شاہی، علی آباد اندرون، اور حسینی عالم کے ناموں سے مشہور تھے جن کی بیرونی حدود شہر کی دیوار کے ساتھ تھیں۔ 1891 کی مردم شماری کی رپورٹوں سے، کوئی بھی آبادی میں اضافے کے بارے میں اندازہ لگا سکتا ہے جو دیواروں والے شہر، چادر گھاٹ اور سکندر آباد میں بالترتیب ہوئی تھی۔ اعداد و شمار مندرجہ ذیل ہیں۔

AREAS	**POPULATION**
Mir Chowk	29,916
Sultan Shahi	31,418
Aliabad (inside)	28,905
Hussaini Alam	33,818
Yakutpura	31,287

Aliabad (out)	25,613
Total City Municipality	1,80,957
Afzal Gunj Begum Bazaar Karwan	61,653 31,348 33,623
Total Chaderghat Municipality	1,26,624
Residency bazaars Secunderabad Bolaram	14,709 80,626 12,123
Total Residency	1,07,458

مندرجہ بالا اعداد و شمار اس حقیقت کو سامنے لاتے ہیں کہ شہری ترقی اس وقت سے کافی پھیل چکی تھی جب یہ فصیل والے شہر تک محدود تھا[32]۔ اب ریذیڈنسی ایریا اور چادر گھاٹ کے علاقوں میں آبادی تھی جو کہ فصیل والے شہر کے مقابلے میں تھی۔ اتنی بڑی آبادی کے مطالبات کو پورا کرنے کے لیے 1888 میں میر عالم ٹینک سے فلٹر شدہ پانی کے لیے سٹی واٹر ورکس سکیم تیار کی گئی۔ 1889 میں حیدرآباد واٹر ورکس ڈپارٹمنٹ بھی تشکیل دیا گیا اور جڑواں شہروں حیدرآباد اور سکندرآباد میں 1908 میں ایسی ہی صورتحال تھی۔ دریائے موسیٰ میں ایک تباہ کن سیلاب نے حیدرآباد شہر کو اپنی

[32] *Census of India,Andhra Pardesh*,District handbooks,1881 and 1981

لپیٹ میں لے لیا جس نے شہر کے دریا کے کناروں کے قریب کے حصے کو بری طرح متاثر کیا۔ سیلاب نے حکمران کو غیر منصوبہ بند ترقی کے نقصانات کا احساس دلایا اور ایک پلاننگ باڈی تشکیل دی گئی۔ پھر سیلاب کے بعد حکمران نے اپنی رہائش گاہ منتقل کر دی اور اس سے فصیل والے شہر کے جمود میں تیزی آئی۔

2.6: آصف جاہی کے آخری دور میں جدید شہر کا ظہور (1908-1948)

اہل علم کے درمیان ایک عام خیال ہے کہ 1908 کے سیلاب نے اس شہر کا حشر کیا تھا کیونکہ اس واقعہ کے بعد حکمران نے اپنی رہائش گاہ تبدیل کر دی اور اس کے ساتھ امرا بھی فصیل والے شہر سے باہر چلے گئے۔ ایسا لگتا ہے جیسے قسمت کے ہاتھوں نے شہر کی ترقی کا رخ ہی بدل دیا ہو۔ ان کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ 1908 کے سیلاب نے بدلے ہوئے ناگزیر عمل کو تیز کر دیا[33]۔ گھنی بستیوں، تنگ ٹیڑھی گلیوں، غیر صحت مند حالات اور شرافت کے محلات کے ارد گرد بڑھوتری کے لحاظ سے فصیل والے شہر کے اندر غیر منصوبہ بند ترقی کے نتیجے میں زمین کے استعمال کا ایسا نمونہ پیدا ہوا جو جدید صنعتی ترقی کے لیے نامناسب تھا۔ دوسری طرف دریا کے شمال میں وسیع و عریض خالی اراضی، انگریزوں کے قائم کردہ تجارت پر مبنی معاشی نظام، ریلوے کی موجودگی نے صنعتوں کو جدیدیت کے رجحان کو

---

[33] Afzal Mohmmad., *Op.Cit.* pp.68-70

فروغ دینے کی گنجائش فراہم کی جس نے ترقی کا محور شمالی سمت منتقل کر دیا تھا۔اور شہر کے جنوبی حصے میں جمود پہلے ہی چھا گیا تھا۔

سیلاب کی تباہ کاریوں نے حکمران کو غیر منصوبہ بند ترقی کے نقصانات کا احساس دلایا۔ شہر کی ترقی کے مسئلے کو دیکھنے کے لیے 1912 میں سٹی امپر وومنٹ بورڈ کے نام سے ایک پلاننگ باڈی قائم کی گئی۔اس پلاننگ باڈی نے میسور کے نامور انجینئر سر ایم وشویشورایا کی قابل رہنمائی میں کام کیا[34]۔ سٹی امپر وومنٹ بورڈ نے دریا کے پشتوں کو بہتر بنانے، سیلاب کو دوبارہ آنے سے روکنے کے لیے دریا کے اوپری حصے پر ڈیم بنانے، کچی آبادیوں کی صفائی کی اسکیموں کے ذریعے گنجان علاقوں کو کھولنے، کھلی زمینوں کا حصول، غریبوں کے لیے مکانات کی تعمیر، سڑک کو چوڑا کرنے جیسی اسکیمیں شروع کیں۔ پروگرام، سیوریج اور طوفان کے پانی کی نکاسی کی لائنیں بچھانا وغیرہ۔ اس طرح کا پہلا منصوبہ دریا کے دونوں کناروں پر واقع علاقے کی بہتری کا تھا۔پرانا پول سے چادر گھاٹ پل تک جنوبی طرف کی دیوار کو 30 فٹ کی اونچائی تک بڑھایا گیا اور اس کے ساتھ ایک سڑک بھی بنائی گئی۔کناروں کے رہائشی علاقے پارکوں اور کھیل کے میدانوں میں تبدیل ہو گئے۔ ہائی کورٹ، سٹی کالج جیسی ممتاز عوامی عمارتیں ان باغات کے پس منظر میں جنوبی جانب بنائی گئی تھیں۔ عثمانیہ ہسپتال، اسٹیٹ لائبریری شمالی کناروں کے

---

[34] Syed Mohammed Qadri., *Farkhunda Bunyad, Hyderabad* (in Urdu), ldar-e-Adabiat.-e-Urdu, Hyderabad, 1944.pp.137-187.

ساتھ تعمیر کی گئی تھی۔ بلڈنگ بائی لاز کا ایک سیٹ بھی نافذ کیا گیا[35]۔ بورڈ نے مرکزی سڑکوں اور ان علاقوں میں جہاں بہتری کی اسکیمیں شروع کی جانی تھیں عمارتوں کے پرمٹ دینے کو کنڑول کیا۔ سیلاب کے بعد کے اقدام کے طور پر، دریا کے ایک مخصوص فاصلے کے اندر تعمیر نو کی ممانعت تھی۔ اس پروجیکٹ نے نہ صرف ریور فرنٹ کو خوبصورت بنانے بلکہ اس طرح کی تباہی کے دوبارہ رونما ہونے کے امکانات کو دور کرنے کا دوہرا مقصد حاصل کیا۔ دریا پر قابو پانے کے لیے دریا کو اوپر کی طرف دوبار بند بھی کیا گیا، ایک بار 1917 میں، اور پھر 1927 میں۔ اس کے نتیجے میں بالترتیب عثمان ساگر اور ہمایت ساگر جھیلیں بنیں۔ ان جھیلوں نے نہ صرف دریا کو قابو کرنے میں مدد کی ہے بلکہ منجیرا اسکیم شروع ہونے سے حالیہ دنوں تک جڑواں شہروں کو پینے کے پانی کی فراہمی کا واحد ذریعہ تھی۔ حیدرآباد میں ترقی کی حوصلہ افزائی کے لیے ذخائر بھی بڑی حد تک ذمہ دار رہے ہیں۔ دوسری اہم ترقیاتی سرگرمیاں جو سٹی امپرو ومنٹ بورڈ نے ٹکڑوں کے کھانے کی بنیاد پر کی ہیں اور تیس سالوں سے جاری ہیں۔

1 ۔ کچھ عرصے میں شہر کی دیواروں کے ساتھ اس کے دروازوں کو گرانا۔ بڑھتی ہوئی بھیڑ اور ٹریفک ے آزادانہ بہاؤ کے لیے سڑکوں کی ضرورت کی وجہ سے یہ ضروری ہو گیا۔

[35] K.Krishnaswamy Mudiraj., *Pictorial-Hyderabad*,Chanderkanta press, Hyderabad (Deccan).1929

2۔ شہر کے دونوں حصوں کے درمیان بھاری ٹریفک کے بہاؤ کی وجہ سے ٹریفک کی بھیڑ کو دور کرنے کے لیے پتھر گٹی سڑک کو چوڑا کرنا اور دونوں طرف دکانوں کی تعمیر۔

3۔ شہر کے دونوں حصوں میں زیر زمین سیوریج اور نکاسی آب کی لائنیں بچھانا۔

4۔ گنجان آباد علاقوں کو کھولنے کے لیے کچی آبادیوں کی منظوری کی اسکیمیں۔ اس طرح کی اسکیموں کو چار دیواری والے شہر کے اندر دار وشفہ، نورالومرا بازار، سلطان شاہی، مغل پورہ، دریا کے کنارے والے علاقوں وغیرہ میں اور فصیل شہر سے باہر بیگم بازار، نامپلی، گن فاؤنڈری، بابہ شفا، چپل بازار، لنگمپلی جیسے علاقوں میں لاگو کیا گیا تھا۔، آغا پورہ، خیریت آباد، پٹھان واڑی، وغیرہ۔ اس طرح کی اسکیموں نے غیر صحت مند مکانات اور تنگ گلیوں کو ہٹایا اور چوڑی سڑکیں اور 'C' اور 'D' قسم کے ہاؤسنگ کوارٹرز بنائے۔ ایسے کوارٹرز ان علاقوں میں اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

5۔ شہر کے اندر اہم مقامات اور علاقوں کو ملانے والی سڑکوں کو اسٹریٹ لائٹس اور ٹریفک سگنلز کی فراہمی کے ساتھ بچھایا گیا یا چوڑا کیا گیا۔

6۔ نامپلی سے بیگم بازار جانے والی سڑک پر موجمجاہی مارکیٹ کی تعمیر۔

7۔ اعظم پورہ، عنبرپیٹ، ارمگٹہ، مالے پلی، اور آغاپورہ جیسے نئے علاقوں کا حصول اور وہاں ہاؤسنگ کالونیوں کی تعمیر۔

مذکورہ ترقیاتی سرگرمیوں کے علاوہ، سر ایم وشوشوریا نے 1930 میں شہر حیدرآباد کے لیے مطلوبہ سٹی امپرو ومنٹ اسکیم پر ایک رپورٹ پیش کی۔ رپورٹ میں ایک جامع سٹی پلان کی ضرورت پر زور دیا گیا اور ایک شہری مرکز، اندرونی سرکلر روڈ، ریڈیل اور ٹرنک سڑکیں، ندی کے کنارے سڑکیں، حسین ساگر کے ارد گرد سڑکیں، اور سرکلر ریلوے کی ضرورت جیسی اسکیموں کی سفارش کی گئی[36]۔

اور رپورٹ میں یہ بھی تجویز کیا گیا کہ موجودہ بلدیاتی ڈھانچے میں کچھ تبدیلیاں کی جائیں اور شہر کی بہتری کے لیے سٹی امپرومنٹ بورڈ کو مزید موثر بنانے کی تجویز بھی دی گئی اور ساتھ ہی حکمراں عثمان علی خان نے اپنی رہائش گاہ کو منتقل کر دیا۔ چاؤ محل کے محلات فصیل شہر کے ایک اور محل کو کنگ کوٹھی کہتے ہیں جو چادر گھاٹ کے علاقے میں واقع ہے۔

.اور یہ تبدیلی ریاست کے دارالحکومت میں شہر کے جنوبی نصف سے شمالی نصف کی طرف منتقلی کی علامت ہے اور اسے شہر کے شمالی نصف کی طرف ترقی کے طور پر نشان زد کیا گیا ہے۔. ان کے علاوہ بہت سے دفاتر چار دیواری شہر میں رہ گئے جیسے میونسپلٹی، پولیس کمشنر اور دیوانی اور فوجداری عدالتیں۔ حکمران کے قریب رہنے کی خواہش رکھنے والے شرفا بھی فصیل والے شہر سے نکل گئے (حالانکہ وہ

---

[36] Syed Mohammed Qadri ., *Farkhunda Bunyad, Hyderabad* (in Urdu), ldar-e-Adabiat.-e-Urdu, Hyderabad, 1944.pp.114-170.

وہاں اپنی حویلیوں کو برقرار رکھتے ہوئے) اور ہمایت ساگر، حیدر گوڈا اور بنجارہ ہلز کے علاقوں کے آس پاس آباد ہوئے، اس طرح یہ علاقے زیادہ آمدنی والے گروپ کے رہائشی علاقے بن گئے۔

شہر کا یہ مرحلہ شہر کی داخلی تنظیم نو کا مرحلہ ہے۔ اس وجہ سے ہے؛ حیدر آباد کی ترقی میں حکمران کی رہائش گاہ کو کاہندر اگت منتقل کرنا ایک اہم علامت تھا عالم نے بجا طور پر مشورہ دیا کہ یہ عثمان علی خان vii، نظام کا ایک چالاکانہ اقدام تھا جس نے شہر کے شمالی نصف حصے کی متحرک شہری ترقی پر بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کو کنٹرول کیا تھا۔ آصف جاہی کے اواخر میں حیدر آباد اور سکندر آباد کی ترقی کے اگلے مرحلے کو عالم نے ریل اور سڑک نقل و حمل کے نظام کی ترقی کا مرحلہ بالخصوص مضافاتی خدمات کے آغاز سے تعبیر کیا ہے۔ یہ مرحلہ شہر کے قلب سے دور صنعتی، تعلیمی، فوجی، تفریحی، بازار، اور رہائشی مراکز کی ترقی کو ممکن بنا کر حیدر آباد کی میٹروپولیٹن ترقی کو تیز کرتا ہے[37]۔ 1928 میں مضافاتی ٹرین خدمات اور 1932 میں مضافاتی بس خدمات کے آغاز نے حیدر آباد اور سکندر آباد شہروں کو ایک عظیم مرکز میں متحد کرنے میں مدد کی اور شہر کے جنوبی نصف حصے کو بھی ٹوٹ پھوٹ اور آبادی سے بچایا کیونکہ لوگ یہاں سے اپنی جگہ پر آتے تھے۔ اگرچہ انٹر اسیٹی بس اور ٹرین خدمات نے جنوبی نصف کو آبادی سے بچایا اس کے نتیجے میں کوئی صنعتی ترقی یا کوئی اقتصادی کام وہاں مرکوز نہیں ہوا۔ لیکن یہ بنیادی طور پر تمام طبقات کے لوگوں کے لیے ایک رہائشی علاقہ رہا۔ بعد میں کچھ اہم سیاسی

---

[37] Manzoor Alam., Op.cit.pp 113-163

واقعات رونما ہوئے، جنہوں نے جڑواں شہروں حیدرآباد اور سکندرآباد کی ترقی کو سخت متاثر کیا۔ اس طرح کے دو واقعات وہاں رونما ہوئے ہیں یعنی 1936 اور 1945 کے رینڈیشن ایکٹ اور 1948 کا پولیس ایکشن۔ 1936 کے رینڈیشن ایکٹ نے ریذیڈنسی بازاروں کے علاقے کو رہائشی کے انتظامی کنٹرول سے آزاد کر دیا۔ یہ ایک ضرورت بن گئی کیونکہ، حکمران کی رہائش گاہ کو چادر گھاٹ کے علاقے میں منتقل کرنے کے بعد، پڑوس میں انگریزوں کے زیر کنٹرول علاقے کی موجودگی نظام کے لیے شرمندگی کا باعث تھی۔ پھر شہری منصوبہ بندی کو آسان بنانے کے لیے پورے حیدرآباد شہر کو حیدرآباد میونسپل کارپوریشن کے واحد انتظامی دائرہ اختیار میں لانے کی فوری ضرورت تھی[38]۔

1945 میں رینڈیشن کے دوسرے ایکٹ نے سکندرآباد کے سول ایریا کو چھاؤنی کے دائرہ اختیار سے آزاد کر کے اسے نظام کی حکمرانی میں لایا۔ اس آزادی نے اسے دارالحکومت کی خوش قسمتی بانٹنے میں مدد کی اور جلد ہی اس کی حدود اس کے ابتدائی 3.6 مربع میل کے علاقے سے آٹھ مربع میل کے رقبے پر پھیل گئیں۔ لیکن سب سے اہم سیاسی واقعہ جس نے شہر کی ترقی پر زبردست اثر ڈالا، خاص طور پر شہر کے جنوبی نصف حصے میں پولیس ایکشن تھا۔ یہ حکومت ہند نے ستمبر 1948 میں ریاست حیدرآباد کو نظام کے قبضے سے آزاد کرانے اور اسے ہندوستانی یونین کے ساتھ ضم کرنے کے لیے شروع

---

[38] V.K., Bawa., *The Nizams Between the Moghuls and the British*, S.Chand & Co., New delhi, 1986. pp.86-160.

کیا تھا۔اس واقعہ سے پہلے دیگر متعلقہ واقعات پیش آئے جنہوں نے اس دور میں عدم استحکام اور معاشی ڈپریشن میں کردار ادا کیا۔ 1947 کی تقسیم اور شمالی ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات نے ریاست حیدرآباد خاص طور پر اس کے دارالحکومت میں مسلم آبادی کی بڑے پیمانے پر نقل مکانی کو دیکھا۔

ان لوگوں کو پناہ دینے کے لیے خصوصی مہاجر کیمپ قائم کیے گئے۔اس کے بعد حیدرآباد ریاست کا تلنگانہ حصہ ہمیشہ سے ان برادریوں کا گڑھ رہا ہے جنہوں نے غیر مستحکم حالات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مقامی زمینداروں کے خلاف دہشت گردانہ کارروائیوں کا سہارا لیا جو پھر شہر سے بھاگ کر وہیں آباد ہو گئے۔ یہ زمیندار بہت ساری دولت لے کر آئے تھے اور اس نے ریاست کی گرتی ہوئی معیشت کو جزوی طور پر فروغ دیا کیونکہ انہوں نے عمارتوں، تجارت اور صنعت میں سرمایہ کاری کی۔حیدرآباد میں ودیانگر اور دی سکھ نگر اور سکندرآباد میں جیرا اور نیو بھوئی گوڈا ان زمینداروں کی آمد کی وجہ سے اپنی ترقی کے مرہون منت 1948 کے پولیس ایکشن نے نظام کے جاگیردارانہ دور کو ایک ہی جھٹکے سے ہٹا دیا جاگیرداری نظام کے خاتمے کا باعث بنا۔اس کے کئی نتائج نکلے۔سب سے پہلے، حکمران اشرافیہ کی بڑی تعداد یا تو پاکستان ہجرت کر گئی یا دوسرے ملکوں میں بھاگ گئی۔ اس کے نتیجے میں شہر میں ایک خاص مقدار میں معاشی بدحالی ہوئی۔دوم، جاگیرداری نظام کے خاتمے کے نتیجے میں جاگیردارانہ معاشی بنیاد اچانک غائب ہو گئی، جو کہ فصیل دار شہر کے باشندوں کے لیے رزق کا بنیادی سہارا اور ذریعہ تھا۔ حیدرآباد شہر کی ترقی ایسی تھی کہ شہر کا جنوبی نصف حصہ اپنی ترقی کے لیے ہمیشہ جاگیردارانہ معیشت پر

انحصار کرتا تھا، یہ ایک جاگیر دار حکمران کا انتظامی دارالحکومت تھا۔ حیدر آباد شہر کی ترقی ایسی تھی کہ شہر کا جنوبی نصف حصہ اپنی ترقی کے لیے ہمیشہ جاگیر دارانہ معیشت پر انحصار کرتا تھا، یہ ایک جاگیر دار حکمران کا انتظامی دارالحکومت تھا۔

صنعتوں کی ترقی اور تجارت پر مبنی معیشت شمالی نصف میں، پہلے انگریزوں کے دور میں، اور بعد میں ریاستی حکومت کے تحت اور اجناس کی پیداوار کے خود کار طریقہ کار کے تحت ہوئی تھی۔ جنوبی نصف اس طرح کی ترقی کے عمل سے انکار کر دیا گیا تھا. مزید برآں، جاگیر داری نظام کے خاتمے، مسلم اشرافیہ کے فرار، اور کم آمدنی والے گروہ کے مہاجرین کی شہر میں آمد کے نتیجے میں ایسی صورت حال پیدا ہوئی کہ جنوبی حصے کے پاس خود کو برقرار رکھنے کے لیے کوئی موروثی اندرونی حرکیات باقی نہیں رہی اور وہ اس میں گم ہو گیا۔ تنزلی انٹراربن ٹرانسپورٹیشن سسٹم نے اسے آبادی سے بچایا لیکن کوئی معاشی ترقی نہیں کی۔ شہر کے جنوبی نصف حصے کا کردار، خاص طور پر فصیل والے شہر کو کم اور متوسط آمدنی والے گروہوں کے رہائشی علاقے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

2.7 جدید حیدر آباد (1956-2014)

جیسا کہ یہ ذکر ہو چکا ہے کہ 1948 کے پولیس ایکشن کے نتیجے میں معاشی بدحالی ہوئی۔ حیدر آباد شہر کی اس ڈولتی ہوئی معیشت کو اس وقت زندہ کیا جب ریاست آندھرا پردیش کو 1956 میں لسانی

بنیادوں پر تشکیل دیا گیا اور حیدر آباد کو اس کا دارالحکومت بنایا گیا[39]۔ یہ تقریباً دوسرے پانچ سالہ منصوبے کے آغاز کے ساتھ ہوا جس میں ملک کے طویل مدتی پیداوار کی ضروریات کے لیے صنعتی ترقی کو پلاننگ کمیشن نے مقرر کیا تھا۔ بڑی، درمیانی یا چھوٹی صنعتوں اور حکومت آندھرا کو مالی امداد فراہم کرنے کے لیے آندھرا پردیش میں بہت سی ایجنسیوں نے ان دفعات کو اپنے صنعتی شعبوں کی ترقی کے لیے استعمال کیا۔ 1956 میں ریاست آندھرا پردیش کے قیام کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ پبلک سیکٹر کی بڑی صنعتیں، اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹیز کی تشکیل کے لیے ماسٹر پلان شہر کی ترقی خاص طور پر نچلے اور متوسط طبقے کے لیے ہاؤسنگ سکیمیں، تعمیرات تجارتی کمپلیکس، بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کی فراہمی جیسے سڑکیں، بجلی، ٹرانسپورٹ، پانی، نکاسی آب، اور سیوریج وغیرہ۔

سنتھ نگر کی انڈسٹریل اسٹیٹ جو کہ 1940 میں قائم ہوئی تھی لیکن 1955 تک اوباش ہو گئی ،آندھرا پردیش کو ایک علیحدہ ریاست کے طور پر قائم کرنے کے ساتھ دوبارہ زندہ کیا گیا اور مشیر آباد جڑواں شہروں کے صنعتی مراکز میں تبدیل ہو گیا۔ اس صنعتی شعبے میں بہت زیادہ اضافہ ہوا اور اس وقت بڑے اور درمیانے درجے کے چار الگ الگ کلسٹر ہیں۔

حیدر آباد میں صنعتی اکائیاں حسب ذیل ہیں۔

---

[39] Diganta Das., *Hyderabad: Visioning, Restructuring and Making of a High-Tech City*, 2014.pp.2-9

(1)اعظم آباد انڈسٹریل ایریا شہر کا سب سے پرانا حصہ ہے۔

(2)بیا نگر-سنتھ نگر-کوکٹ پلی صنعتی کلسٹر میں مختلف قسم کے صنعتی اور کنزیومر یونٹس جیسے ریفریجریٹرز، فارماسیوٹیکل مصنوعات، مشینی اوزار، ہوائی جہاز اجزاء، سافٹ ڈرنکس وغیرہ، جن میں سے اہم یہ ہیں .Allwyn, H.M.T., I.D.P.L. H.A.L وغیرہ۔

(3)مولا علی ناچارم اپل صنعتی علاقہ جس میں اہم صنعتی اکائیاں ہیں۔ جیسے .E.C.I.L ، وارنر ہندوستان لمیٹڈ، .N.F.C اور دوسرے۔

(4)رامچندر پورم، پتانچیرو انڈسٹریل کلسٹر جس میں B.H.E.L ہے۔(جو ایک ہے پبلک سیکٹر کی سب سے بڑی اکائیوں میں سے(، .I.C.R.I.S.A.T اور دوسرے. لیکن یہ صنعتی ترقی صرف شہر کے شمالی نصف حصے اور سکندر آباد میں ہوئی ہے۔ لیکن شہر کا جنوبی نصف حصہ خاص طور پر دیواروں والا شہر میں ایسی صنعتی ترقی کا فقدان ہے۔

صنعتی ترقی کی کمی اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ حیدر آباد کا پرانا شہر (جس میں دیواروں والا شہر بنیادی ہے) جمود اور شہری زوال کا مشاہدہ کیوں کر رہا ہے[40] جب کہ شہر کے دیگر حصے تیزی سے ایک

---

[40]S.C.Bhatt., *"The Encylopaedic District Gazetteers of India,"*South Zone Vol,1,Ghyan publishing House, New Delhi,1998.pp.160-174

دھڑکتے میٹروپولیس میں ترقی کر رہے ہیں[41]۔ سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کی منطق ایسی ہے کہ مینوفیکچرنگ یونٹس کے پھلنے پھولنے کے لیے ریاست کی جانب سے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ بنیادی ڈھانچے کی سہولیات جیسے اچھی سڑکیں، موثر نقل و حمل کا نظام، بجلی، رہائش وغیرہ فراہم کرے۔ ریاست یہ سہولیات شہری منصوبہ بندی ایجنسیوں کے ذریعے حیدرآباد اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی (HUDA)، میونسپل کارپوریشن آف حیدرآباد(MCH) ،ہاؤسنگ بورڈ اور دیگر کو فراہم کرتی ہے۔اور اس قسم کی بنیادی ڈھانچہ سہولیات مزید بستیوں کو راغب کرتی ہیں جس کے نتیجے میں مزید منصوبہ بندی کی مداخلت کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسی عمل کو شہر کے شمالی نصف حصے میں نافذ کیا جا رہا ہے جس کے نتیجے میں سکندرآباد کے ساتھ ساتھ یہ ایک بڑے شہر میں ترقی کر رہا ہے۔ جنوبی نصف خاص طور پر دیواروں والا شہر کا حصہ جس میں صنعتی ترقی کی کمی ہے اس طرح کے شہری ترقی کے عمل سے انکار کیا جا رہا ہے[42]۔ ایک اور عنصر جو جنوبی نصف کو نظرانداز کرنے کا سبب بن سکتا ہے وہ لسانی بنیادوں پر ریاست کی تنظیم نو تھی جس کی وجہ سے آندھرا کی امیر ساحلی پٹی ریاست آندھرا پردیش میں شامل ہو گئی۔ آندھرا کے متلاشی

---

[41] M.V.S.Parsada Rau., *Andhra Pardesh District Gazetters,Hyderabad*, Governoment of Andhra Pardesh,1981.pp.61-82.

[42] C.jacob Ernest., *Hyderabad City Prospecting Planning*, Association of British Council Scholars Andhra pardesh Chapter Hyderabad,1993.pp.46-53.

تارکین وطن شمالی نصف اور سکندرآباد میں آباد ہوئے لیکن شہر کے جنوبی نصف حصے میں نہیں (یہاں جنوبی نصف شہر کے پرانے حصوں کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ جنوب میں مضافاتی علاقوں کو، جس نے تارکین وطن گروپوں کو اپنی طرف متوجہ کیا، مثال کے طور پر، دلسکھ نگر، وجئے واڑہ ہائی وے کے ساتھ واقع سرور نگر، حیات نگر رہائشی کالونیاں بڑھ رہی ہیں)۔ اس طرح ان شمالی علاقوں میں کاروبار اور تجارت پروان چڑھی اور حیدرآباد کے امیر پیٹ، پنجگٹہ، چکڑ پلی، ڈومل گوڈا، اور عنبر پیٹ علاقوں اور سکندرآباد کے مریڈ پلی، بیگم پیٹ، سیتا پھلمنڈی علاقوں میں نئی رہائشی کالونیاں نمودار ہوئیں۔

اسی طرح، نظام کی حکمرانی کے خاتمے کے بعد ریاست آندھرا پردیش میں جو سیاسی اشرافیہ برسراقتدار آئی، ان کا تعلق زیادہ تر آندھرا کے ان علاقوں کے سرمایہ دار طبقے سے تھا اور ان کا اس دیوار والے شہر کے علاقے سے کوئی جذباتی یا ثقافتی تعلق نہیں تھا، جس کی اکثریت آبادی پر مشتمل تھی۔ ایک خاص برادری کے افراد یعنی مسلمانوں کے ذریعے۔ ریاست کی سیاسی اشرافیہ کی جانب سے پرانے شہر کی پسماندگی کے مسائل کو دیکھنے کے لیے سیاسی عزم کی کمی نے اس کے مزید بگاڑ کا باعث بنا ہے۔ نتیجتاً، پرانے شہر کے اندر سے فرقہ پرست لیڈروں کا ایک طبقہ ابھرا، جو پرانے شہر کی نظر اندازی اور پسماندگی کے مسائل کو اٹھاتے ہیں لیکن اسے اپنی سیاسی کامیابی کے لیے استعمال کرتے ہوئے اسے فرقہ وارانہ تعلق فراہم کرتے ہیں۔ اس وقت جڑواں شہر مل کر 194.25 مربع کلومیٹر پر محیط ہیں، (MCH حدود کے اندر) اکیلے حیدرآباد کا رقبہ 173.53 مربع کلومیٹر ہے۔ حیدرآباد کی حالیہ ترقی کا زیادہ تر

حصہ شمالی جانب ہے۔ مضافاتی علاقے جو کبھی رہائشی، مذہبی، صنعتی، تعلیمی اور فوجی مراکز کے طور پر اہم تھے، سب کو بڑھتے ہوئے میٹروپولیس میں کھینچ لیا گیا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے سے پہلے اگر ہم حیدرآباد شہر کی ترقی کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ریاست نے شہر کی ترقی کے ہر مرحلے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کی طرف سے دارالحکومت گولکنڈہ سے دیوار والے شہر کے علاقے میں منتقل ہونے سے گولکنڈہ کی زوال پذیری اور دریائے موسی کے جنوب میں شہر کی ترقی ہوئی۔انگریزوں کے ذریعہ سکندرآباد، چھاؤنی کی تشکیل نے ترقی کے محور کو شمالی سمت کی طرف موڑ دیا اور یہ عمل اس وقت زور پکڑ گیا جب انگریزوں نے سامراجی، تجارت کی سہولت کے لیے ریلوے کو متعارف کرایا۔ فصیل والے شہر کے علاقے کے جمود کا عمل جو نظام نے اپنے محل کو شمالی نصف میں منتقل کرنے سے شروع کیا تھا، 1948 کے پولیس ایکشن کے بعد مکمل ہوا جس نے نظام کی جاگیردارانہ حکومت کو ختم کر دیا۔ دوسری طرف، شہر کا شمالی نصف حصہ سکندرآباد کے ساتھ ایک میٹروپولس میں تبدیل ہو گیا ہے، بنیادی طور پر اس کی حیثیت ریاست آندھراپردیش کے سیاسی اور انتظامی دارالحکومت کے طور پر ہے اور اس میں عوامی شعبے کی بڑی صنعتوں کی وجہ سے۔ شمالی حیدرآباد اور سکندرآباد میں صنعتی اسٹیٹس۔ مندرجہ بالا تمام بحث کے مطابق ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ شہر کا جنوبی حصہ (پرانا شہر) رہائشی علاقوں کے طور پر رہا اس علاقے میں کوئی صنعتی سیٹ اپ نہیں تھا جس کی وجہ سے نظام کی جاگیردارانہ حکومت کا خاتمہ ہوا اور زیادہ تر تارکین وطن آباد تھے۔ شہر کے شمالی

حصے میں جو بہت تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ اور بہت سی نئی بستیاں ابھریں کیونکہ اندھیرا کی قیمتی اشرافیہ امیر پیٹ میں آباد ہوئی اور انہوں نے اپنی کالونیاں بنائیں جس کی وجہ سے شہر کے شمالی حصے میں بہت سی نئی صنعتیں MNCs بھی قائم ہوئیں اور شہر کا شمالی نصف حصہ تارکین وطن کے کشش کا مرکز بن گیا۔ اور آئی ٹی کا مرکز بھی بن گیا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شہر کے جنوبی حصے میں کوئی ترقی نہیں ہے کہ شہر کے اس حصے میں بہت سی تاریخی یادگاریں ہیں اور وہ اپنے کاروبار کے معیار، اور سیاحتی مقام کی وجہ سے جانتے ہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے قومی اور بین الاقوامی مہاجرین بھی تھے۔ شہر کے اس حصے میں آباد ہوئے اور حیدرآباد شہر میں گھرانوں اور آبادی میں اضافے کی وجہ سے آبادکاری کا انداز بھی بدل گیا۔

باب 3

حیدر آباد شہر کے بدلتے ہوئے بندوبستی نظام کا ادراک

پچھلا باب شہر کی ترقی کے تاریخی پس منظر سے متعلق ہے۔ یہ باب ظاہر کرتا ہے کہ 1990 کی دہائی میں ہندوستانی اقتصادی اصلاحات کے بعد سے حیدر آباد شہر کی آبادکاری کا انداز بدل گیا ہے۔ اس تبدیلی کی وضاحت شہر کی شہر کاری، زمین کے استعمال کے بدلتے نمونوں، دیہی-شہری نقل مکانی، آبادی کی کثافت، زمینی آدمی کا تناسب، بنیادی ڈھانچے کی ترقی، نسلی تنوع، بدلتے طرز زندگی، کھانے کی عادات، رسوم و رواج، اور دیگر ثقافتی طبقات اور منتقلی کے ذریعے واضح طور پر کی گئی ہے۔ زرعی سے صنعتی یا نیم صنعتی شکل تک بھی اس تبدیلی کے رجحان ملتے ہیں۔ اس باب میں مزید انکشاف کیا گیا ہے کہ 1990 کی دہائی کے بعد کی معاشی اصلاحات تیزی سے شہری ترقی اور کم کثافت والے کنارے کی طرف شہر کی توسیع کا باعث بنیں۔ شہری ترقی کا رجحان، جسے اکثر تعلیمی زبان میں 'شہری پھیلاؤ' کہا جاتا ہے، تصوراتی طور پر "شہری علاقے میں زمین کے استعمال کا ایک نمونہ بیان کرتا ہے جو آٹھ

الگ الگ جہتوں کے کچھ مجموعہ کی کم سطح کی نمائش کرتا ہے: کثافت، تسلسل، ارتکاز، مرکزیت۔ جوہری، تنوع اور قربت"۔ آسان الفاظ میں، 'شہری پھیلاؤ' شہر اور اس کے مضافاتی علاقوں سے اس کے اطراف کی طرف پھیلنے کی نشاندہی کرتا ہے۔اس میں کھلی جگہ (دیہی زمین) کو وقت کے ساتھ ساتھ تعمیر شدہ، ترقی یافتہ زمین میں تبدیل کرنا شامل ہے، اس میں کچھ ایسے عوامل پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا جو براہ راست اور بالواسطہ طور پر شہر کی ترقی سے متعلق ہیں۔

3.1 شہر کی وسعت، توسیع اور منصوبہ بندی:

حیدرآباد 2011 کی مردم شماری کے مطابق تقریباً 7.7 ملین آبادی کے ساتھ ہندوستان کا چھٹا سب سے بڑا شہر ہے۔ عالمگیریت کے آنے کے بعد، شہر کی ترقی میٹروپولیٹن کی نسبت پچھلی دو دہائیوں میں اطراف میں بہت تیز رفتاری سے ہوئی ہے۔ لہٰذا، ریاست اور نجی شعبے دونوں کی فعال شرکت سے بہت سی نئی سرگرمیاں اس دائرے میں ابھر رہی ہیں۔ ان رجحانات کے آنے والے سالوں میں زمین کے استعمال، شہری منصوبہ بندی اور پالیسیوں پر اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں[43]۔ عالمگیریت کے آنے کے

[43] Kamraju, M., and M. Kamraju., "Changing Pattern of Urban Growth in Hyderabad City: A Study". *Jai Maa Saraswati Gyanadayani*, 2018, pp.483-503.

بعد 1990 کی دہائی کے وسط سے اس شہر نے قومی اور بین الاقوامی امیج حاصل کر لی ہے۔ انفارمیشن ٹکنالوجی کو فروغ دینے کے لیے ریاستی حکومت کی کوششوں سے شہر کی ترقی میں بے شمار تبدیلیاں آرہی ہیں اور شہر میں کئی MNCs، بہت سے سائنسی اداروں، اور قومی اور بین الاقوامی اہمیت کے صنعتی اداروں کے قیام کے ساتھ بہت سی نئی بستیاں ابھری ہیں۔ شہر میں 1960 اور 1970 کی دہائیوں میں قائم کیے گئے تھے۔ زمین کے بڑے حصے، بعض اوقات ان کی ضروریات سے کہیں زیادہ، یکے بعد دیگرے ریاستی حکومتوں کی طرف سے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے سبسڈی والے نرخوں پر پیش کیے جاتے تھے۔ ان میں سے بہت سی صنعتیں محنت کش تھیں اور اس نے ذیلی صنعتوں اور غیر رسمی روزگار کے لیے بھی بہت زیادہ گنجائش پیدا کی۔ یہ دیکھا گیا کہ اعلیٰ ترتیب کے تیسرے چوتھائی افعال کے اس ارتکاز سے شہر میں بہت سی نئی بستیاں قائم ہوئیں اور بہت سے نئے بڑے شہری مراکز وجود میں آئے اور شہر کی حدود کو بڑھا دیا گیا۔

3.2 سٹی امپروومنٹ بورڈ:

اسے نئی کالونیاں بنانے، رہائش، سڑک کو چوڑا کرنے وغیرہ کا کام سونپا گیا تھا۔ 1922 تک مکمل اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی شروع کر دی گئی۔ شہر میں ٹیلی فون کا نظام 1923 عیسوی تک شروع ہوا تھا۔ اسی سال عام لوگوں کو بجلی فراہم کی گئی۔ اعظم آباد میں 1930 عیسوی تک نئے صنعتی علاقے بنے۔

اگلے سال 1931 میں حیدر آباد سیوریج سسٹم مکمل ہوا اور یہ فیکٹیز حیدر آباد کے لوگوں کو شہر میں جدید معیار زندگی گزارنے پر اکساتی ہیں۔ اور شہر نے 1990 کی دہائی کے وسط سے انفارمیشن ٹکنالوجی کی ترقی اور ریاستی حکومت کی طرف سے اس کو فروغ دینے کی کوششوں کے ساتھ ایک قومی اور بین الاقوامی امیج حاصل کیا ہے، مردم شماری کی رپورٹوں کے مطابق، شہر میں ترقی کی شرح میں اضافہ ہو رہا تھا اور دہائیوں کی ترقی حیدر آباد کی شہری آبادی 1901 سے 1931 کے درمیان 4 سے 5 لاکھ رہی۔ 1931-1951 کے درمیان بالترتیب 58.4 فیصد اور 52.5 فیصد کی دہائیوں میں اضافے کے ساتھ گیارہ لاکھ سے اوپر کا اچانک سرپلس درج ہوا۔ اس کی وجہ بہتر انتظامیہ، صنعتوں، کاروبار، ٹرانسپورٹ اور انفراسٹرکچر کی ترقی ہے۔ 1911-1921 کے درمیان مائنس ترقی ہیضہ، طاعون، انفلوئنزا، ملیریا اور دیگر متعدی بیماریوں کی خوفناک بیماریوں کی وجہ سے تھی۔ 1981-91 کے درمیان نو لاکھ یا 41.6 فیصد کی خاطر خواہ نمو ریاست کے اندر بھاری نقل مکانی کی وجہ ہے۔ سیاسی تبدیلیوں نے آندھرا کے مہاجر ملازمین اور کاروباریوں کو حیدر آباد میں آباد ہونے کی طرف راغب کیا۔ تلنگانہ کی جدوجہد کی وجہ سے 1991-2001 کے درمیان یہ اخراج (ہجرت) میں خلل پڑا تھا۔ حیدر آباد 1951-2001 کی پانچ دہائیوں میں ترقی کرتا ہوا شہر میں 25 لاکھ لوگوں کا اضافہ ہوا۔ 19ویں صدی کے آخر تک، 20ویں صدی کے آغاز تک حیدر آباد کی آبادی چار لاکھ سے کچھ زیادہ

تھی[44]۔ 1901-2011 کے درمیان 4 فیصد کی شرح نمو نوٹ کی گئی۔ اگلی دہائی نے دریائے موسیٰ

کے سیلاب اور اس کے نتیجے میں خوفناک بیماریوں کے ساتھ شہر کے لیے شدید مشکلات کا سامنا کیا[45]۔

	POUPLATION	% GROWTH RATE
1881	354962	---
1891	415039	16.92
1901	448466	8.05
1911	502104	11.96
1921	405630	-19.21
1931	466894	13.13
1941	739159	58.31
1951	110688	52.97
1961	1249151	10.48
1971	1796339	43.81
1981	2545836	41.72
1991	4344437	70.65
2001	5751780	32.39

[44] Cherágh , Ali., *Hyderabad (Deccan) Under Sir Salar Jung*. Vol. 1. Printed at the Education Society's Press,Hyderabad, 1885.

[45] Census of India , Andhera Pardeh Census ,Series-2 District Census Hand Book Hyderabad , Registrar General and Census Commissioner of India, 2011

2011	6809970	87.2

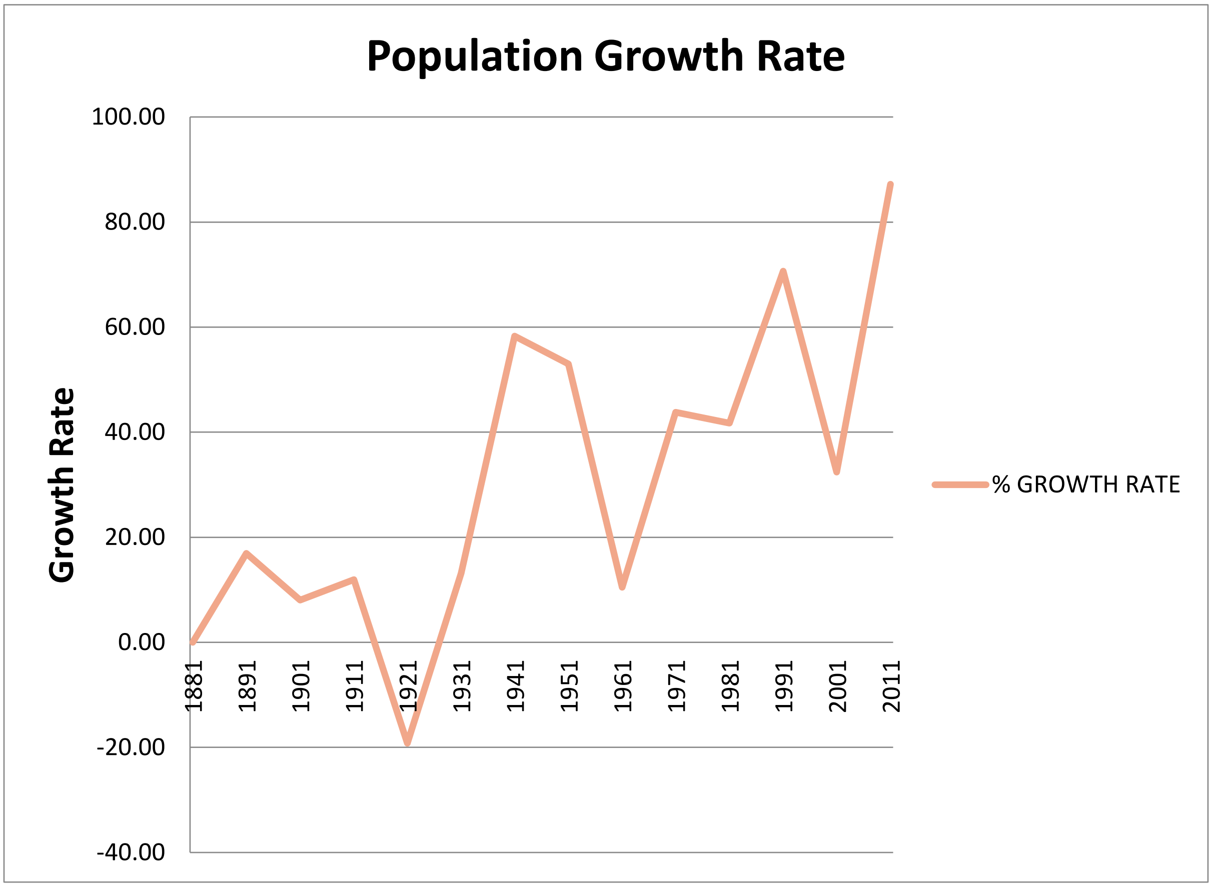

اس سے شہر کی آبادی میں کافی کمی آئی۔ شہر نے 1931 کی مردم شماری تک 13 فیصد اضافہ درج کیا۔ لیکن صنعت کاری کی وجہ سے اگلی دو دہائیوں تک شہر کی آبادی میں نمایاں اور زبردست 60 فیصد اضافہ ہوا، تعمیرات نے حیدر آباد کی شکل بدل دی[46]۔ خاص طور پر حیدر آباد کے شمال اور شمال مشرق میں بہت بڑی مقامی توسیع کافی حد تک تیار ہوئی۔ 1951-1961 کی دہائی میں صرف دس فیصد کی سب

[46] Census of India , Andhera Pardeh census ,series-2 District Census Hand Book Hyderabad , Registrar General and Census Commissioner of India, 2011.

سے کم ترقی ہوئی ہے۔اس کی وجہ آزادی کے بعد، تقسیم ، پاکستان میں مسلمانوں کی بھاری ہجرت ہے۔ حیدرآباد کی مضبوط، انتظامی، صنعتی اور اقتصادی بنیاد کی وجہ سے اگلی دو دہائیوں میں 1961-1971 کے دوران آبادی میں 40 فیصد سے زیادہ اضافہ ہوا۔ حیدرآباد شہر نے 1914-1981 کے درمیان بہت زیادہ ستر فیصد اضافہ درج کیا۔ یہ آزادی، تکنیکی توسیع، اور مضبوط انفراسٹرکچر، صحت، تعلیم کی ریاستی پالیسیوں کی وجہ سے ہے۔ تاہم، پچھلی دہائی کی نصف سے بھی کم ترقی کو ظاہر کرتی ہے۔ 1981-1991 کے لیے آبادی میں اضافے کے تجزیے میں 57 فیصد کا عشرہ اضافہ ظاہر ہوا۔ لبرلائزیشن اور عالمگیریت کی پالیسیوں کے بعد، ہائی ٹیک شہر کا نیا حصہ آبادی کی کثافت کے ساتھ ابھرا۔ جیسا کہ ہم نے بحث کی ہے کہ سٹی امپرووومنٹ بورڈ نے تمام پہلوؤں سے شہر کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے، لیکن اقتصادی عنصر کے علاوہ بہت سے دوسرے عوامل بھی شہر کی تیز رفتار شہری ترقی کے لیے ذمہ دار ہیں جیسے کہ موسمیاتی عناصر، پل فیکٹر، صحت، اور تعلیمی عوامل، اور تعلیم کا شعبہ بھی شہر کی شہری ترقی میں بڑا حصہ دار ہے جیسا کہ نیچے دی گئی جدول میں مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ریاست اور شہر میں تعلیمی اداروں اور اندراج کی کل تعداد کا تقابلی تجزیہ۔

3.3 حیدرآباد کا تعلیمی شعبہ:

حیدرآباد ایک طویل عرصے سے ایک اہم تعلیمی مرکز رہا ہے اور ماضی قریب میں یہ ہندوستان میں ایک اہم تعلیمی مرکز بن گیا ہے۔ حیدرآباد میں کئی مشہور تعلیمی ادارے موجود

ہیں اور یہ ادارے مرکزی حکومت، ریاستی حکومت اور نجی تنظیمیں چلاتے ہیں۔ بہتر تعلیم حاصل کرنے کے لیے ہندوستان کے مختلف حصوں سے بہت سے ہجرت کرنے والے ہیں اور بیرونی ممالک بھی یہاں آئے اور حیدرآباد میں آباد ہوئے۔ نیچے دی گئی جدول آندھرا پردیش اور حیدرآباد میں تعلیمی اداروں کی تعداد اور ان کے اندراج کی عکاسی کرتی ہے۔ تقابلی تجزیہ کا مطالعہ کرنے کے لیے جدول ہندوستان کی مردم شماری 2011 اور حکومت آندھرا کے محکمہ منصوبہ بندی، ڈسٹرکٹ پروفائل حیدرآباد-(2014) پر مبنی ہے۔

اداروں کی تعداد اور ان کے اندراج کی بنیاد پر ریاست اور شہر کے درمیان موازنہ ذیل کے جدول میں دکھایا گیا ہے۔

Serial no	Education institutions	State	% of institutions and enrollments in the state	Hyderabad	% of Institutions and enrollments in Hyderabad	Total no of institutions and enrollments
1	Primary Schools	21947	93.34382	1565	6.656176	23512
	Enrollment	1431438	81.9078	316183	18.0922	1747621
2	Upper-Primary Schools	7311	92.79096	568	7.209037	7879
	Enrollment	939109	88.79187	118543	11.20813	1057652
3	High Schools	11803	89.77714	1344	10.22286	13147
	Enrollment	3689461	89.99359	410232	10.00641	4099693
4	Total Schools	41061	92.19318	3477	7.806817	44538
	Total Enrollment	6060008	87.76304	844958	12.23696	6904966
5	Central Schools	47	83.92857	9	16.07143	56

	Enrollment	27294	79.06721	7226	20.93279	34520
6	Junior Colleges	2537	88.89278	317	11.10722	2854
7	Degree Colleges	1196	84.76258	215	15.23742	1411
	Seats	426964	86.92671	64213	13.07329	491177
8	Engineering Colleges	219	92.79661	17	7.20339	236
	Seats	104598	92.96939	7910	7.030611	112508
9	Pharmacy Colleges	123	93.18182	9	6.818182	132
	Seats	9226	92.5005	748	7.499499	9974
10	MBA Colleges	305	84.72222	55	15.27778	360
	Seats	32874	82.61044	6920	17.38956	39794
11	MCA Colleges	37	71.15385	15	28.84615	52
	Seats	2436	70.89639	1000	29.10361	3436
12	B.Ed. Colleges	217	92.34043	18	7.659574	235
	Seats	19100	90.52133	2000	9.478673	21100
13	Law Colleges	21	67.74194	10	32.25806	31
	Seats	3190	70.88889	1310	29.11111	4500
14	Centeral universities: 1 Hyderabad central University (1974); 2 Maulana Azad National Urdu University (1998); 3)Indian and foreign languages University (IFLU 2007)		0	3	100	3
15	State universities	14	60.86957	9	39.13043	23
16	Deemed universities	3	60	2	40	5
17	Autonomous universities	5	71.42857	2	28.57143	7

18	Private Universities	3	60	2	40	5

2011 کی مردم شماری کے مطابق، حیدر آباد میں 13 یونیورسٹیاں واقع ہیں، جن میں سے دو نجی یونیورسٹیاں ہیں[47]۔ دو ڈیمڈ یونیورسٹیاں، نو ریاستی یونیورسٹیاں، اور تین مرکزی یونیورسٹیاں۔ شہر کی مرکزی یونیورسٹیاں حیدر آباد یونیورسٹی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، اور انگریزی اور غیر ملکی زبانوں کی یونیورسٹی ہیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی ہندوستان کی اعلیٰ یونیورسٹیوں میں سے ایک ہے اور اس کا قیام 1918 میں ہوا تھا جو حیدر آباد کی ابتدائی یونیورسٹی ہے۔

مندرجہ بالا جدول کے اعداد و شمار کے مطابق، اداروں اور انرولمنٹس کی تعداد اور ان کی فیصد سے پتہ چلتا ہے کہ شہر میں اداروں اور انرولمنٹ کی اچھی خاصی تعداد ہے، بہت سے معروف ادارے حیدر آباد شہر میں ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اور طلباء کو اپنی طرف متوجہ کیا جا سکے، لہذا شہر زیادہ داخلوں کا مشاہدہ کر رہا ہے، مثال کے طور پر، سابقہ آندھرا پردیش میں 3 مرکزی یونیورسٹیاں ہیں اور سبھی حیدر آباد شہر میں ہیں، اور اس شہر میں اداروں کی تعداد بھی سابقہ آندھرا پردیش کے دیگر اضلاع کے مقابلے زیادہ ہے۔ پرائمری اسکول کے طلباء کے تناسب کے طور پر، ریاست میں ادارہ 21947 ہے اور حیدر آباد میں 1565 ہے لیکن ریاست میں اندراج 1431438 ہے اور شہر میں اندراج کی تعداد زیادہ ہے

[47] Census of India , Andhera Pardeh census ,series-2 District Census Hand Book Hyderabad , Registrar General and Census Commissioner of India, 2011.

316183۔ مثال کے طور پر، ریاست میں اپر پرائمری اسکولوں میں اداروں کی تعداد 7311 ہے جبکہ شہر میں یہ تعداد 568 ہے۔

ریاست میں اندراج کی تعداد 1431438 ہے، جب کہ شہر میں اندراج کی تعداد 316183 ہے۔ جب پرائمری اور اپر پرائمری اداروں کا موازنہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ریاست میں اداروں کی تعداد زیادہ ہے، لیکن اندراج کی تعداد تقریباً دوگنی ہے۔ شہر ریاست میں ہائی اسکولوں کی تعداد 11803 ہے اور حیدرآباد شہر میں، یہ 1344 ہے، اور ریاست میں داخلوں کی تعداد 3689461 ہے اور حیدرآباد شہر میں، یہ 410232 ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہر میں داخلوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اچھے بنیادی ڈھانچے اور دیہی سے شہری اور بین ریاستی نقل مکانی کی وجہ سے۔ . مزید، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ریاست میں ڈگری کالجوں کی تعداد 410232 ہے، جب کہ شہر میں ڈگری کالجوں کی تعداد 215 ہے، جس کے نتیجے میں ریاست میں کل 426964 اور شہر میں 64213 نشستیں ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام شعبہ جات جیسے کہ انجینئرنگ کالج، لاء کالج، ایم بی اے کالج، بی ایڈ کالج، اور ایم سی اے کالج، شہر میں اعلیٰ نشستیں اور اندراج کی تعداد رکھتے ہیں۔ سابقہ ریاست میں تین ڈیمڈ یونیورسٹیاں، جن میں سے دو حیدرآباد میں ہیں، اور تین مرکزی یونیورسٹیاں، سبھی حیدرآباد میں ہیں۔ لہذا، مندرجہ بالا اعداد و شمار کی بنیاد پر، کوئی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ ریاست کے باقی حصوں کے مقابلے میں اداروں اور اندراج کی تعداد زیادہ ہے کیونکہ یہ شہر اچھا بنیادی ڈھانچہ اور

ملازمت کے مواقع فراہم کرتا ہے، جو ریاست اور ملک بھر سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ شہر میں شہری ترقی اور تبدیلی میں تعلیم کے عنصر نے بھی بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے دوسرے قابل ذکر ادارے اس شہر میں واقع ہیں جیسے حیدر آباد میں بزنس اور مینجمنٹ اسکول انڈین اسکول آف بزنس (ISB) اور انسٹی ٹیوٹ آف چارٹرڈ فنانشل اینالسٹ آف انڈیا (ICFAI) ہیں۔ شہر میں قائم قومی اہمیت کے اداروں میں انسٹی ٹیوٹ آف پبلک انٹرپرائز (IPE)، ایڈمنسٹریٹو اسٹاف کالج آف انڈیا (ASCI) اور سردار ولبھ بھائی پٹیل نیشنل پولیس اکیڈمی (SVP-NPA) شامل ہیں[48]۔ حیدر آباد میں پانچ بڑے میڈیکل کالج ہیں جن میں عثمانیہ میڈیکل کالج (1846 میں قائم ہوا)، گاندھی میڈیکل کالج (1954 میں قائم ہوا)، نظام کا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز، (1961 میں قائم ہوا) دکن کالج آف میڈیکل سائنسز، (1984 میں قائم کیا گیا) شامل ہیں۔)شادان انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (1984 میں قائم کیا گیا)، اور بہت سے منسلک تدریسی ہسپتال قیام کیئے گئے۔ اس کے علاوہ، شہر میں ہندوستان کے بہت سے پریمیئر ٹیکنکل اور انجینئر نگ کالج ہیں، جن میں انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، حیدر آباد (HIT-H)، انڈین انسٹی

---

[48] AISHE., (Ministry of Human Resource Development. June 4, 2017, Retrieved from http://aishe.nic.in/aishe/home.

ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (IIT-H)،اور برلا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی اینڈ سائنس (BITS) شامل ہیں۔

3.4 شہر کی صحت کا شعبہ:

حیدر آباد کئی بین الاقوامی سطح پر مشہور تعلیمی اور تحقیقی اداروں اور یونیورسٹیوں کا گھر ہے، جس کے نتیجے میں ٹیلنٹ کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ یہ 'ہیلتھ کیپیٹل آف انڈیا' ہے، جس میں بہت سارے سپر اسپیشلٹی اسپتال ہیں جو بین الاقوامی کلینیکل ٹرائلز کے لیے اچھی طرح سے لیس ہیں[49]۔ شہر میں تقریباً پچاس سرکاری اسپتال ہیں، جن میں کل 5749 بستر ہیں، اور تقریباً 165 نجی اسپتال ہیں، جن میں اپولو اسپتال، سرجنا اسپتال، کیئر اسپتال، ہماگیری اسپتال، سن شائن اسپتال، کانٹی نینٹل اسپتال اور دیگر شامل ہیں۔اس کے علاوہ، شہر میں 4000 سے زیادہ کلینک اور نرسنگ ہومز کے ساتھ ساتھ 500 سے زیادہ تشخیصی مراکز ہیں۔(سود، 2019)اور شہر کے تقریباً 13 سرکاری اسپتالوں کے علاوہ، عام طبّی اسٹینڈرڈ حیدر آباد شہر مختلف طبّی تحقیقی اداروں کے لیے جانا جاتا ہے اور جسے ہندوستان کا فارما ہب کہا جاتا ہے۔

[49] Loraine .Kennedy, "Data Justice through the Prism of Information Politics and Resource Injustice: A Case Study from Hyderabad's Urban Frontier." *Development Informatics Working Paper* 78,2019.

3.5 حیدر آباد شہر ہندوستان کا دواساز مرکز:

حیدر آباد کا صحت کا شعبہ صرف علاج کے لیے طبّی سہولیات تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ یہ دوائیوں کی تیاری کا بھی ایک اہم مرکز ہے۔اس شہر کو عام طور پر ہندوستان کا فارما ہب کہا جاتا ہے۔

● دواسازی کی صنعت میں حیدر آباد کا مضبوط گڑھ ہے، بلک ادویات کی تیاری میں ملک میں پہلے اور فارمولیشن میں تیسرے نمبر پر ہے۔اسے "بھارت کے بلک ڈرگ کیپٹل" کے نام سے جانا جاتا ہے، جو ہندوستانی بلک ڈرگ آؤٹ پٹ کا 40% اور بلک ڈرگ ایکسپورٹ کا 50% ہے۔اس شعبے کی مالیت 1.6 بلین امریکی ڈالر ہے، جس کی برآمدات 500 ملین امریکی ڈالر سے زیادہ ہیں۔فارماسیوٹیکل سیکٹر اور اس خطے سے برآمدات میں ہر سال 20% کی شرح سے اضافے کی پیش گوئی کی گئی ہے[50]۔

● 2500 سے زیادہ دواسازی کے کاروبار تلنگانہ اور آندھرا پردیش میں واقع ہیں، جن میں ڈاکٹر ریڈی لیبارٹریز، اوروبندو فارماسیوٹیکلز، میلان، نووارٹس، نکولس پیرامل، ڈیوی لیبز، نیٹکو فارما، گلینڈ فارماسیوٹیکل، اور دیگر شامل ہیں۔

---

[50] Loraine .Kennedy, and Ashima Sood., *Outsourced Urban Governance as aState Rescaling Strategy in Hyderabad*, *India*. 2019 . pp.130-139.

● ریاست میں، 200 سے زیادہ "فعال دوا سازی اجزاء (API)" یونٹس ہیں، جن کی توقع ہے کہ جلد ہی سالانہ 10 سے 15 فیصد کی رفتار سے بڑھے گی۔

● حیدر آباد کو 'ہندوستان کی ویکسین کیپٹل' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ بھارت بائیو ٹیک، بائیولوجیکل ای، شانتھا بائیوٹیک، انڈین امیونولوجیکل، اور گلوبیون بائیو شہر کے اہم ویکسین بنانے والوں میں شامل ہیں۔

● کلینکل ٹرائل کے سرکردہ کاروبار جیسے کہ GVK بایو سینسز، Sipra، Vimta Labs، اور Quintiles، اور دیگر نے حیدر آباد کی مارکیٹ میں تیزی سے اضافہ دیکھا گیا ہے۔

3.6 صنعتیں اور ملٹی نیشنل کمپنیاں:

حیدر آباد شہر میں کچھ انتہائی باوقار صنعتیں اور MNCs ہیں جو شہر کو IT کا مرکز بناتی ہیں، کچھ اہم ترین صنعتیں ہیں، وزیر سلطان ٹوبیکو، انڈین آکسیجن، حیدر آباد انڈسٹریز، تھانے ٹرانسفارمرز کمپنی، کیڈیا وناسپتی (اگروال انڈسٹریز) کے علاوہ مختلف عوامی صنعتیں شعبے کے اقدامات کا سموپولیٹن ثقافت کے ساتھ، شہر میں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں (SSI) اور چھوٹی صنعتوں کی ترقی اور ترقی کے لیے ایک سازگار اور مہمان نواز ماحول ہے [51]۔ چندولال بھنڈاری، سنتھ نگر، اور نظام آباد میں تین صنعتی اسٹیٹس

[51]Census of India , *Andhera Pardeh census ,series-2 District Census Hand Book Hyderabad* , Registrar General and Census Commissioner of India, 2011

ہیں، جن میں مکمل قبضے کی شرح ہے۔ ضلع میں سگریٹ، ریفریجریٹرز، کیمیکلز اور الیکٹریکلز کی بڑی اور درمیانی صنعتیں ہیں۔ اور شہر نے 1990 کی دہائی میں آئی ٹی صنعتوں کے عروج کا مشاہدہ کیا اور آہستہ آہستہ یہ ایک آئی ٹی حب بن گیا۔ حیدر آباد شہر (انفارمیشن ٹکنالوجی (آئی ٹی) صنعت کے لیے ایک ماڈل ہے اور اسے 'سائبر سٹی' کہا جاتا ہے۔ سر کردہ آئی ٹی یونٹس اب حیدر آباد میں واقع ہیں۔ حیدر آباد میں قائم سافٹ ویئر ٹیکنالوجی پارک آف انڈیا (ایس ٹی پی آئی) آئی ٹی صنعت کی ترقی میں معاونت کر رہا ہے[52]۔ ریاست میں۔ شہر میں پچاس سے زیادہ MNCS ہیں ان میں Infosys Pvt Ltd, Cognizant Technology Solution Ltd, Genpact, Microsoft India Pvt Ltd, Innova Solutions, Ken soft Infotech ltd, Fusion Cyber tech ltd, Wipro, وغیرہ ہیں۔ دوسری ملٹی نیشنل کمپنیاں جو شہر کے مختلف حصوں میں قائم ہیں۔

3.7 آب وہوا:

حیدر آباد کی آب و ہوا بھی کافی دلکش ہے، جو ملک بھر سے لوگوں کے شہر کی طرف ہجرت کرنے کی ایک وجہ ہے۔ حیدر آباد میں ایک اشنکٹبندی گیلی اور خشک آب و ہوا ہے جس کے مضافات میں گرم

---

[52] Andhera Pardesh District Gazetters.*The Gazetteer of District of Hyderabad* ,2010.PP.65-115

نیم خشک آب وہوا ہے۔ گرمی کے موسم میں زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت 42 ڈگری سیلسیس ہوتا ہے۔ مئی سال کا گرم ترین مہینہ ہے۔ جنوب مغربی مانسون کا موسم جون سے ستمبر تک رہتا ہے، اور اس وقت بارش اپنے عروج (772.2 ملی میٹر) تک پہنچ جاتی ہے۔ ستمبر سال کا سب سے گیلا مہینہ ہے۔ شمال مشرقی مانسون کا موسم اکتوبر سے نومبر تک رہتا ہے[53]۔

مون سون کے دوران، آب و ہوا گرم رہتی ہے زیادہ بارش نہیں ہوتی ہے، اور صرف اعتدال پسند بارش ہوتی ہے جو عام طور پر اچھی آب و ہوا کے لیے خوشگوار ہوتی ہے، سردیوں کے موسم میں درجہ حرارت 12 ڈگری سیلسیس تک کم ریکارڈ کیا گیا ہے۔

حیدرآباد میں جنوری کا مہینہ سال کا سرد ترین مہینہ ہے۔ بیسویں صدی کے اوائل میں حیدرآباد کا موسم اور آب وہوا کئی سالوں تک کافی معتدل رہا۔ تاہم، یہ گزشتہ چند سالوں میں بدل گیا ہے. ہریالی کے ختم ہونے اور کنکریٹ کے شہری جنگلوں کی مسلسل تعمیر کے نتیجے میں آب وہوا سخت ہو گئی ہے۔

3.8 ٹرانسپورٹ:

کسی بھی شہر کی ترقی کا اندازاس کے نقل و حمل کے نیٹ ورکس کی ساخت پر منحصر ہوتا ہے۔ حیدرآباد میں نقل و حمل کے بڑے ذرائع سڑک اور ریل ہیں۔ شہر میں روڈ نیٹ ورک کی ترقی کی ایک شعاعی اور

[53] K. S. Reddy., "Climate Change Analysis in Southern Telangana Region, Andhra Pradesh using LARS-WG model." *Current Science*, 2014 .pp.54-62

مداری شکل ہے۔ تین قومی شاہراہیں، NH9(مشرقی جانب وجئے واڑہ اور مغرب میں ممبئی کو جوڑتی ہیں)، NH7 (جنوب میں بنگلور اور شمال میں ناگپور کو جوڑتی ہیں)، اور NH202 (حیدرآباد کو ورنگل سے جوڑتی ہیں) سینٹرل بزنس ڈسٹرکٹ (CBD) سے گزرتی ہیں۔ شہر. پانچ ریاستی شاہراہیں SHl, SH2, SH4, SH5,اور SH6 شہر کے مرکز سے شروع ہوتی ہیں اور ریاست کے اندر کئی قصبوں اور ضلعی ہیڈکوارٹرز کو تمام سمتوں سے جوڑتی ہیں[54]۔ تنگ سڑکوں، بھاری تجاوزات، اور پیدل چلنے والوں اور سست رفتار گاڑیوں کی تعداد کی وجہ سے حیدرآباد کا سڑکوں کا جال بہت گھنا اور بھیڑ ہے۔ موجودہ زمین کے استعمال کے منصوبے کے مطابق، میونسپل کارپوریشن آف حیدرآباد (MCH) کے علاقے میں سڑکوں کے نیچے کا رقبہ صرف 9-10 فیصد ہے اور پیدل چلنے والوں اور سڑک کے دیگر بنیادی ڈھانچے کی ناکافی سہولیات کے ساتھ پورے خطے میں ناکافی ہے۔ میٹروپولیٹن علاقہ کے روڈ نیٹ ورک کو حیدرآباد کے بنیادی نقشے میں پیش کیا گیا ہے تاکہ شہر اور اس کے آس پاس ٹریفک کی بھیڑ کو کم کرنے کے لیے ایچ ایم ڈی اے نے اندرونی رنگ روڈ، آؤٹر رنگ روڈ، ریڈیل رنگ روڈ، انٹرچینجز، اوور پاسز اور انڈر پاسز کے طور پر متعدد بڑے پروجیکٹس تیار کیے ہیں۔ جس سے شہر کی

---

[54] Hyderabad Metropolitan Research Project (HYDERABAD, City of), Shah Manzoor Alam, and Khan Waheeduddin. *Metropolitan Hyderabad and Its Region: a Strategy for Development.[ED] S. Manzoor Alam, in Collaboration with Waheeduddin Khan, Assisted by KN Gopi [and Others], Etc*. Asia Publishing House,Hyderabad, 1972.

ٹریفک کا مسئلہ حل ہو گیا۔ حکومت آندھرا پردیش نے حیدرآباد میٹرو ریل ٹرانسپورٹ سسٹم (ایم آر ٹی ایس) پروجیکٹ کی ترقی کو شہر کے تین ہائی ڈینسٹی ٹریفک کوریڈورز میں 71 کلومیٹر سے زیادہ پھیلے ہوئے فیس-I میں منظوری دی ہے[55]۔ تین راہداریوں کے راستے میاپور تا ایل بی نگر براستہ پنجگٹہ، ملک مارکیٹ اور چیتنیا پوری، جوبلی بس سے فلک نما سے براستہ سکندرآباد، سلطان بازار اور شالی بندہ اور حبشی گوڈا تا شلپارام براستہ تماکا، بیگم پیٹ، امیر پیٹ، یوسف گوڈا اور پہاڑی ہیں۔ حیدرآباد اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی (HUDA) میں ٹریفک اور ٹرانسپورٹیشن سیل کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تاکہ حیدرآباد اور آس پاس کی میونسپلٹیوں کو بھیڑ کو کم کرنے کے ماسٹر پلان کی تیاری اور عمل آوری کی نگرانی کی جا سکے اور ٹرانسپورٹ کے تمام طریقوں بشمول ملٹی ماڈل ٹرانسپورٹ سسٹم(MMTS)اور ٹرین نیٹ ورکس کا احاطہ کیا جا سکے۔HUDA علاقے کے اندر ایم ایم ٹی ایس کے لیے سنت نگر- مولا علی بائی پاس بھی لیا جائے گا، جو اپل، ملکا جگیری، کپرا، الوال، قطب اللہ پور، اور کوکٹ پلی میونسپلٹی اور سکندرآباد کنٹونمنٹ کو جوڑتا ہے۔ایم ایم ٹی ایس فیز 2 کو 2012 تک مکمل کیا گیا اور ایک دن میں 3 لاکھ مسافروں کو سنبھالنا تھا۔

[55] P. C. Jasti., & V. V. Ram,. *"Sustainable Benchmarking of a Public Transport System Using Analytic Hierarchy Process and Fzzy Logic: A Case Study of Hyderabad, India".* Public Transport, 2019. 11(3),pp. 457-485.

حیدرآباد میٹرو، شہر کا زیر تعمیر ریپڈ ٹرانزٹ سسٹم، اور اس نے 2014 تک چار لائنیں چلائی ہیں۔ میٹرو ریل اسٹیشنوں، ایم ایم ٹی ایس اسٹیشنوں، سکندر آباد، ناپملی، اور بیگم پیٹ کے بڑے ریلوے اسٹیشنوں، اور تمام ریلوے اسٹیشنوں کے درمیان اچھے انٹر موڈل کنیکٹیویٹی کے ساتھ۔ شہر میں بس ٹرمینلز، اور سفری سہولت پیدا کی گئی۔ بس ریپڈ ٹرانزٹ سسٹم(BRTS)۔ شمش آباد کے نئے بین الاقوامی ہوائی اڈے کو تیزی سے بہتر کنیکٹیویٹی فراہم کرنے کے لیے اپل اور مہدی پٹنم کے علاقوں سے وسیع اندرونی رنگ روڈ(IRR) پر بھی تیار کیا گیا ہے۔

3.9 آبادی کی کثافت:

عام طور پر، آبادی کی کثافت کو فی مربع کلو میٹر زمین پر رہنے والے لوگوں کی اوسط تعداد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ریاست میں آبادی کی کثافت 170 سے 18,172 افراد فی مربع کلو میٹر ہے۔ سب سے کم کثافت عادل آباد میں 170 فی مربع کلو میٹر ہے، جب کہ حیدرآباد میں سب سے زیادہ کثافت 18,172 فی مربع کلو میٹر ہے۔ عادل آباد، کھمم اور محبوب نگر میں آبادی کی کثافت ریاست کی اوسط 312 فی مربع کلو میٹر سے کم ہے، بالترتیب 170، 197، اور 220 افراد فی مربع کلو میٹر ہے[56]۔

[56] Chandramouli, C., and Registrar General. *"Census of India." Provisional Population Totals". Government of India New Delhi:* 2011

آبادی کی کثافت کی تعریف عام طور پر فی مربع کلو میٹر رقبہ پر رہنے والے افراد کی اوسط تعداد کے طور پر کی جاتی ہے۔ ریاست میں آبادی کی کثافت 170 سے 18,172 فی مربع کلو میٹر کے درمیان ہے[57]۔عادل آباد ضلع میں سب سے کم کثافت 170 فی مربع کلو میٹر اور حیدر آباد ضلع میں سب سے زیادہ کثافت 18,172 فی مربع کلو میٹر ہے۔عادل آباد، کھمم،اور محبوب نگر کے اضلاع میں آبادی کی کثافت کم ہے جس میں بالترتیب 170، 197،اور 220 فی مربع کلو میٹر ہے، جبکہ ریاست کی اوسط 312 فی مربع کلو میٹر ہے۔

آبادی کی کثافت کو نیچے دیے گئے جدول کی مدد سے درست طریقے سے سمجھا جا سکتا ہے [58]۔ یہ 1981-2011 کی مردم شماری کی رپورٹوں پر مبنی ہے۔یہ آبادی کی کثافت میں بتدریج اضافے کی عکاسی کرتی ہے۔

Year	Hyderabad District	Hyderabad MC	Secunderabad Taulk	Osmania University
1981	10,418	12,235	3,452	2,393
1991	14,497	17,327	4,094	2,603

[57] Chandramouli, C., and Registrar General. *"Census of India." Provisional Population Totals".* *Government of India New Delhi:* 2011.

[58] INDIA, POMPI. "Census of India 2011 provisional population totals." *: Office of the Registrar General and Census Commissioner , New Delhi* , 2011

2001	17,649	21,113	4,931	2,878
2011	21,873	21,873	5,476	3,243

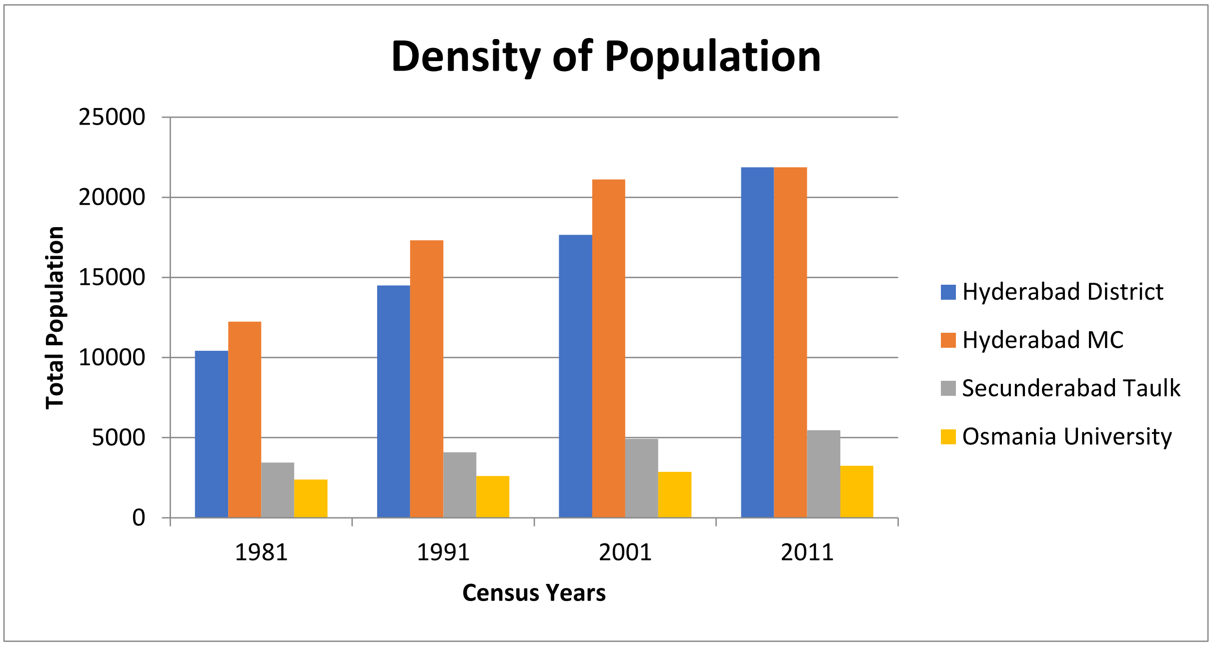

1981 سے 2011 تک آبادی کی کثافت جیسا کہ ایک جدول میں دکھایا گیا ہے اس حقیقت سے عیاں ہے کہ ہر دہائی میں کثافت میں اضافہ زمین پر قبضے کی کم شرح کا اشارہ ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ شہر کی حدود کو بڑھادیا گیاہے،اور زرعی اور غیر زرعی املاک کو تجارتی زمینوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے [59]۔ چونکہ 1970 اور 1980 کی دہائیوں میں شہر میں کوئی مینوفیکچرنگ انڈسٹری قائم نہیں ہوئی تھی، اس لیے شہر کی شہری کاری کا عمل نقل مکانی کرنے والوں کی آمد کی وجہ سے آبادی میں اضافے سے بہت زیادہ متاثر ہوا، اور 1991 کے بعد، یہ شہری کاری کے عمل کی وجہ سے ہوا وفاقی اور ریاستی دونوں سطحوں پر معیشت کا لبرلائزیشن۔ (راؤ، 2007)۔ حیدرآباد کی میونسپل ایڈمنسٹریشن 1869 میں تشکیل دی گئی تھی، اور اس وقت شہر کو چار زونس اور اس کے مضافاتی علاقوں کو پانچ زون میں تقسیم کیا گیا تھا۔ چادر گھاٹ کو 1886 میں ایک میونسپلٹی کے طور پر قائم کیا گیا تھا۔ میونسپلٹی علاقوں کا حجم وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا، حیدرآباد میونسپلٹی کا حجم 55 مربع کلومیٹر سے بڑھ کر 1921 میں 84 مربع کلومیٹر ہو گیا۔ حیدرآباد اور چادر گھاٹ کی میونسپلٹیوں کو ملانے کے بعد، میونسپلٹی کارپوریشن کی بنیاد رکھی۔ اور تبدیلی کا یہ عمل جاری ہے، 2007 میں حیدرآباد میونسپل کارپوریشن میں مزید 12 میونسپلٹیوں اور 8 گرام پنچایتوں کو شامل کیا گیا، جس کے نتیجے میں گریٹر حیدرآباد میونسپل کارپوریشن (GHMC) بن گئی، جس کا رقبہ 626 مربع کلومیٹر ہے [60]۔2007

---

59 C.V.Subba Rao, " *Hyderabad*: *The Social Context of Industrialisation" ,* Orient BlackSwan; First edition January, Hyderabad, 2007

60 Ratna Naidu., *'Inner City of Hyderabad'*, A Report Sponsered and Submitted to Planning Commission, Directed by, University of Hyderabad. New Delhi, 1986

میں، حیدرآباد اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی (HUDA) کا قیام عمل میں آیا، جس نے دائرہ اختیار کو 1,348 مربع کلومیٹر تک بڑھایا، جس میں MCH اور 10- گرام پنچایتیں شامل ہیں۔ HUDA کو 2008 میں سابقہ حیدرآباد اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی (HUDA)، بدھ پورنیما پروجیکٹ اتھارٹی (BPPA)، حیدرآباد ایرپورٹ ڈیولپمنٹ اتھارٹی (HADA)، اور سائبر آباد ڈیولپمنٹ اتھارٹی (HUDA) کو ضم کرکے 7,100 مربع کلومیٹر کے رقبے کے ساتھ HMDA کے طور پر دوبارہ منظم کیا گیا۔ سی ڈی اے)۔ گزشتہ چار دہائیوں کے دوران نقل مکانی کے باعث شہر کی آبادی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اور پھیلتے ہوئے شہری دائرہ اختیار نے زرعی اراضی کے استعمال کے نمونوں کو بھی صنعتی اراضی میں بدل دیا اور شہر کے قریبی علاقوں میں نئی آبادیاں ابھریں۔ ھائی ٹیک سٹی اور آس پاس کے سائبر آباد علاقہ کا حتمی مقصد حیدرآباد کو عالمی انفارمیشن ٹکنالوجی کی معیشت میں ایک اہم نوڈ کے طور پر قائم کرنا اور اسے ایک میٹروپولیٹن شہر میں تبدیل کرنا تھا۔ آندھرا پردیش کی حکومت نے حیدرآباد کے مغربی علاقے میں ایک ایسا بیج لگانے میں کامیابی حاصل کی جو مختلف قسم کی انفوٹیک کمپنیوں کو راغب کرنے کے لیے سائبر ٹاورز، سائبر پرل، اور سائبر گیٹ وے کو انکیوبیٹر کی جگہوں کے طور پر تعمیر کرنے کے ذریعے شہر کی انفوٹیک صنعت کا ایک بڑا کشش کا حصہ بن گیا ہے۔

یہ بڑی کارپوریشنز جیسے کہ مائیکروسافٹ، گوگل، اوریکل، انفوسس، ایکسینچر، وپرو، مہندرا ستیم، ٹاٹا کنسلٹنسی سروسز، ویلز فارگو، آئی سی آئی سی آئی، اور دیگر کو شہر کے اس علاقے کی طرف راغب کرتا ہے، اس میں بڑی تعداد میں چھوٹی کمپنیاں بھی شامل ہیں۔ یا تو بڑے یا معمولی عالمی کارپوریشنز سے وابستہ ہیں یا گھریلو کاروباری اداروں کے طور پر قائم کیے گئے تھے۔ اس کے نتیجے میں، شہر میں زمینداروں کا تناسب بڑھ گیا، اور زیادہ زمین تجارتی استعمال کے لیے تبدیل کی گئی، جس سے شہر میں آبادی کی کثافت میں اضافہ ہوا۔ جیسا کہ ذیل کی دو تصاویر میں دکھایا گیا ہے، 1990 کی دہائی کی اصلاحات کے بعد، ریاست کی لبرل پالیسیوں کے نتیجے میں شہر میں ایک اہم تبدیلی آئی، جس کے نتیجے میں بہت سے ملٹی نیشنل کارپوریشنز کا قیام عمل میں آیا، جن میں سے زیادہ تر شہر کے شمالی علاقوں میں مرکوز ہیں[61]۔

[61] https://maps.google.com

تصویر کے درمیان میں گول عمارت اور ارد گرد کے سائبر ٹاور ہیں اور 2003 میں سائبر ٹاور کے گرد بہت کم عمارتیں ملیں، لیکن 2014 کی تصویر میں اسی جگہ، ہمیں بہت گنجان اور کثیر المنزلہ عمارتیں ملیں۔[62]

[62] https://maps.google.com

وہی تصویر جو پچھلے صفحہ پر ہے اور اسی مقام پر، یہ تصویر آبادی میں اضافے اور شہری پھیلاؤ کی تیز رفتار شرح کو ظاہر کرتی ہے۔ دونوں تصاویر کے درمیان صرف 10 سال کا وقفہ ہے، اور گوگل ارتھ 2014 کی یہ تصویر عمارتوں، سڑکوں اور مکانات میں بہت بڑی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بہت سی نئی MNCs کے قیام کی گواہی بھی دکھاتی ہے۔

3.10 بندوبستی نظام (SETTLEMENT PATTERN):

شہر کے مختلف مراحل کے ساتھ آبادکاری کا انداز بدل گیا جیسا کہ ہم پچھلے باب میں پہلے ہی بحث کر چکے ہیں کہ فصیل والے شہر میں زیادہ آبادی کے ساتھ نئی بستیاں شہر کے شمالی حصے سے وجود میں آتی ہیں۔ اور اس کے بعد شہر کے دوسرے اطراف میں بہت سی نئی بستیاں آباد ہوئیں۔ شہر کی لبرلائزیشن اور عالمگیریت کی پالیسیوں کے نتیجے میں شہر میں بہت سے نئے بین الاقوامی کارپوریشنز اور شعبے ابھرے ہیں[63]۔ دوسری طرف، ان اداروں نے متعدد غیر ملکی شہریوں کو آباد کرنے میں مدد کی، جیسا کہ گھریلو طلب اور رسد میں ڈرامائی اضافہ سے دیکھا گیا۔ عروج دیکھا جا سکتا ہے۔ اسکل پول، نئے اقتصادی زونز کا

---

[63] Anudeep, and G. Swapnik Kumar., *"A Study on Settlement of Particulate Matter in the Residential Colonies of Hyderabad City with respect to Main Road Distance*." 2017,pp.56-89

قیام، صنعتی سیٹ اپ، اور متعدد مقامی اور غیر ملکی اداروں کی موجودگی جیسے کئی عوامل نے رہائشی یونٹس کی طلب اور رسد میں ڈرامائی طور پر اضافہ کیا ہے۔ ان تمام وجوہات کے نتیجے میں حیدرآباد میں گھرانوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ 2001 کی مردم شماری کے مطابق حیدرآباد میں گھرانوں کی کل تعداد 842,024 ہے۔ 2001 کی مردم شماری کے مقابلے میں، کچی بووالی، مادھاپور، مانیکونڈا، الوال، میاپور، کوماپلی، اور شمس آباد میں 114,118 گھروں کا اضافہ ہوا، جس میں کچی بووالی، مادھا پور، مانیکونڈا، الوال، میاپور، کوماپلی، اور شمس آباد سب سے زیادہ قابل ذکر رہائشی ہیں[64]۔ کوریڈورز 2011 میں 22,000 کی طلب کے مقابلے میں شہر میں رہائشی ڈیمانڈ سپلائی کی پیشن گوئی (یونٹ) تقریباً 15,000 یونٹس ہونے کا تخمینہ ہے۔ 2013 میں، 28,000 کی طلب کے مقابلے میں 19,000 یونٹس فروخت کیے گئے۔ اور 2014 میں 32,000 کی ضرورت کے مقابلے میں 20,000 یونٹس فروخت ہوئے۔ سروس سیکٹر اور کاروبار کی بے پناہ ترقی کے نتیجے میں یہ شہر رہائشی اور خوردہ ترقی دونوں کے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ مقامات میں سے ایک بنتا جا رہا ہے۔ شہر کے اندر ترقی کے لیے دستیاب زمین کی کمی کی وجہ سے ترقی شہر کے مضافات میں منتقل ہو گئی ہے۔

---

[64] Census of India , *Andhra Pardesh Census ,Series-2 District Cnsus Hand Hook Hyderabad* , Registrar General and Census Commissioner of India, 2001 to 2011.

3.11 انتظامی ترتیب:

1978 میں حیدر آباد ایک ضلع کے طور پر وجود میں آیا اور رنگاریڈی کو حیدر آباد سے الگ ضلع بنایا گیا۔ انتظامی سہولت کے لیے، ضلع کو ذیلی ڈویژنوں میں تقسیم کیا گیا تھا، اور اسے مزید منڈلوں/تعلقوں میں تقسیم کیا گیا تھا جن کا دائرہ اختیار چند گاؤں ہے۔ ضلع حیدر آباد کے تمام دیہی علاقوں کو رنگاریڈی ضلع میں شامل کیا گیا ہے[65]، جب کہ ایم ایچ سی، سکندر آباد کنٹونمنٹ، لالہ گوڑا، اور عثمانیہ یونیورسٹی کا علاقہ حیدر آباد ضلع میں شامل ہے۔ بعد ازاں لالہ گوڈا شہر حیدر آباد میں ضم ہو گیا۔ ضلع میں 16 منڈل اور 66 دیہات ہیں اور ان کو سابقہ تعلقہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی چارمینار، گولکنڈہ، مرشد آباد، اور سکندر آباد، اور وہ تمام گاؤں ضلع کے شہری علاقوں میں ضم ہو گئے ہیں جیسا کہ جدول میں دکھایا گیا ہے[66]۔

Sr No	Revenue Division	Name of Mandal	Name of Villages
01		1 Ameerpet	1Ameerpet

[65] M.V.S.Prasada Rao, "*Andhera Pardesh District Gazetteers,The Gazetter of the District of Hyderabad*,"Govt of Andhera Pardesh.1980.pp 35-95

[66] *"Census of India 2011 Provisional Population Totals." Office of the Registrar General and Census Commissioner New Delhi,* 2011.pp.253-292.

	Hyderabad division		2 Drainage Lingampally 3Ameerpet saifekhas 4 Malakpet
		2 Himiyat Nagar	1 Bagh lingampally 2 Gaganmahal 3 Daira 4 Hasanali Guda
		3 Nampally	1 Nampally 2 Tota Guda
		4 Asaf Nagar	1 Asaf nagar 2 Mallepalli 3 guddimalkapur 4 Kulsumpoura 5 Razdarkhanpet
		5 Golconda	1 Langer House 2 Qila Mohd Nagar 3 Ibrahim bagh
		6 Bahadurpura	1 Bahadurpura 2 Meersagar 3 Nandi-Musaliguda 4 Bondilguda

			5 Charmahal 6 Zeregumbad
		7 Bandlaguda	1 Bandlaguda 2 Sultan Bagh 3 Nawab Sahebkunta 4 Amjaduddowla 5 Alisumander 6 Kandikal 7 Kanchan Bagh
		8 Charminar	1 Kaiwanja 2 Talabchanchalam 3 Murad Mahal
		9 Saidabad	1 Saidabad 2 Madanapet 3 Teegalguda 4 Moosarambagh 5 Gdddiannaram
02	Secunderabad Division	1 Shaikhpet	1 Shaikhpet 2 Hakeempet 3 Bakhatwarguda
		2 Ameerpet	1 Ameerpet

			2 Bahaloolkhanguda 3 Somajiguda
		3 Secunderabad	1Bohalakpura 2 Rasoolpura
		4 Tirumalgiri	1Tirumalgiri 2 Ammuguda 3 Mahabolaram (cantonment area) 4 Machhabolaram (cantonmet area) 5 Bowenpally (cantonment area) 6 Kakaguda 7 Chandulalbowali 8 Thokatta
		5 Marredpally	1 Marredpally 2 marredpallypaigah 3 Lalaguda 4 Malkajgiri (cantonment area)
		6 Musheerabad	1Musheerabad 2 Bukaram 3 Zaminstanpur 4 Miyakunta

		7 Khairtabad	1 Yellarediguda 2 Khairtabad 3 Yousafgudda
		Osaminia University	Osamnia Universiy

(Source: Census of India 2011, Hyderabad)

3.12شہر کاری:

اصطلاح "شہری کاری" روایتی دیہی معیشتوں سے جدید صنعتی زونوں میں منتقلی سے مراد ہے۔ایک شہری اکائی آبادی کا ارتکاز ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہے۔شہری کرن کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔یہ ایک طویل عمل ہے۔کنگسلے ڈیوس نے شہری کاری کی تعریف انسانی بستیوں کے پھیلے ہوئے پیٹرن سے شہری مراکز میں ارتکاز میں سے ایک کی طرف منتقلی کے طور پر کی ہے(ڈیوس،1965)۔ یہ ایک محدود چکر سے گزرتا ہے جب کوئی ملک دیہی سے صنعتی معاشرے کی طرف ترقی کرتا ہے[67]۔ انہوں نے شہری کاری کے عمل میں تین مراحل کا ذکر کیا ہے۔پہلا مرحلہ وہ ابتدائی مرحلہ ہے جس کی

[67] Anne Gravsholt. Busck, "Land System Changes in the Context of Urbanisation: Examples from the peri-urban area of Greater Copenhagen." *Geografisk Tidsskrift-Danish Journal of Geography*,2006, pp.21-34.

خصوصیت دیہی روایتی معاشرے میں زراعت میں برتری اور بستیوں کے منتشر نمونوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ مرحلہ دو سے مراد ایکسلریشن سٹیج ہے جہاں معیشت کی بنیادی تنظیم نو اور سماجی اوور ہیڈ کیپٹل بشمول ٹرانسپورٹیشن، کمیونیکیشن میں سرمایہ کاری ہوتی ہے۔

شہری آبادی کا تناسب بتدریج 25% سے بڑھ کر 40%، 50%، 60%، وغیرہ ہو جاتا ہے۔ بنیادی شعبوں پر انحصار بتدریج کم ہوتا جارہا ہے۔ تیسرے مرحلے کو ٹرمینل مرحلے کے طور پر جانا جاتا ہے جہاں شہری آبادی 70٪ یا اس سے زیادہ ہے [68]۔ اس مرحلے پر شہری کاری کی سطح (ڈیوس، 1965) کم و بیش ایک جیسی یا مستقل رہتی ہے۔ اس ٹرمینل مرحلے پر شہری آبادی اور کل آبادی کی شرح نمو ایک جیسی ہو جاتی ہے۔ شہری کاری کے جدید اور آفاقی عمل کا آغاز نسبتاً ایک حالیہ واقعہ ہے اور اس کا صنعتی انقلاب سے گہرا تعلق ہے اور معاشی ترقی سے وابستہ ہے۔

صنعتی انقلاب کے نتیجے میں یورپ میں شہری کاری کا آغاز ہوا اور یہ صنعتی انقلاب کے اثرات میں سے ایک ہے۔ صنعتی انقلاب مغربی یورپ میں شروع ہوا، اور برطانیہ اس کے پیچھے محرک تھا۔ تاریخی اعداد و شمار کے مطابق، شہری کاری ناگزیر اور عالمگیر دونوں ہے۔ فی الوقت، ترقی یافتہ ممالک میں اعلیٰ درجے کی شہری کاری کی خصوصیت ہے اور ان میں سے کچھ شہری کاری کے عمل کے آخری مرحلے میں ہیں اور

---

[68]Ibid pp, 131-204

بہت سے عوامل کی وجہ سے شہری کاری میں کمی کا سامنا کر رہے ہیں (Brockerhoff, 1999)۔[69]

دوسری طرف ترقی پذیر ممالک کی اکثریت نے 20ویں صدی کے وسط میں شہری کاری کا تجربہ کرنا شروع کیا۔ ہندوستان میں شہری کاری کو یک طرفہ شہری کاری کے طور پر نمایاں کیا جا سکتا ہے جس سے درجہ اول کے شہروں کی ترقی ہوتی ہے۔ شہری کاری صنعت کاری اور مضبوط معاشی بنیاد کے بغیر ہوتی ہے (ڈیوس اور گولڈن، 1954)، شہری کاری بنیادی طور پر آبادیاتی دھماکے اور غربت کی وجہ سے دیہی- شہری نقل مکانی کی پیداوار ہے[70]۔ تیزی سے شہری کاری کچی آبادیوں، غربت، بے روزگاری، استحصال، عدم مساوات میں بڑے پیمانے پر اضافے کا باعث بنتی ہے، "شہری کاری سے مراد ایک ایسا عمل ہے جس میں پوری آبادی کا بڑھتا ہوا تناسب شہری علاقوں میں رہتا ہے۔" آبادی کی نقل مکانی شہروں کی تعداد اور سائز میں اضافے کا باعث بن رہی ہے۔ دو صدیاں پہلے، شہروں میں رہنے والی آبادی کا فیصد صرف 5% تھا۔ نقل و حمل، پیداوار اور مواصلات میں ترقی کے ساتھ، زیادہ سے زیادہ

[69] Brockerhoff, Martin, and Ellen Brennan., "The Poverty of Cities in Developing Regions." *Population and Development Review* ,1998, pp ,75-114.

[70] Davis, Kingsley, and Hilda Hertz Golden., "Urbanization and the Development of Pre-Industrial areas." *Economic Development and Cultural Change* 3.1, 1954,pp, 6-26

لوگ شہروں میں رہنے کے لئے آئے ہیں، اور ساتھ ہی زیادہ سے زیادہ دیہی علاقے شہری بن گئے ہیں[71]۔ صنعتی انقلاب سے پہلے کے دنوں میں لوگ دور دراز مقامات کا سفر نہیں کر سکتے تھے۔

زیادہ تر ملازمتیں زراعت پر مبنی تھیں۔ 20ویں صدی کے آغاز میں دنیا کی صرف 13% آبادی شہروں میں رہ رہی تھی لیکن اس صدی کے آخر تک 47% آبادی شہری تھی۔ پچھلی چند دہائیوں کے دوران، دنیا نے شہری کاری میں تیزی سے اضافہ دیکھا ہے، زیادہ ترقی پذیر ممالک میں۔ ایک اندازے کے مطابق 2030 تک دنیا کی 61 فیصد آبادی شہروں میں رہ رہی ہوگی، اور ایک ترقی یافتہ ملک میں شہری علاقے میں رہنے والے ہر ایک فرد کے لیے، ترقی پذیر ملک میں شہری علاقے میں رہنے والے چار افراد ہو سکتے ہیں[72]۔ یہ بھی توقع ہے کہ 2015 تک 10 ملین سے زیادہ کی آبادی کے ساتھ 26 میگا سٹیز ہو سکتے ہیں، جو 1999 میں 17 کے مقابلے میں حیران کن اضافہ ہے[73]۔ (1960 میں صرف دو میگا سٹیز تھے)۔ ان میں سے بائیس ترقی پذیر ممالک میں ہوں گے۔ یہ صرف چند سال پہلے کی بات ہے جب، انسانی تاریخ میں پہلی بار، شہری آبادی دیہی آبادی سے زیادہ تھی، جس سے ایک نئے

---

[71] A, Gupta, *"Impact of Urbanization on Rural Development*", Mohit Publications New Delhi .1997 ,pp,15-53

[72] World Health Organization. *"Trends in Maternal Mortality 2000 to 2017: Estimates by WHO, UNICEF, UNFPA, World Bank Group and the United Nations Population Division."* 2019.

[73] Bertinelli, Luisito, and Duncan Black. "Urbanization and growth." *Journal of Urban Economics* 56.1 (2004): 80-96.

"شہری ہزاریہ" کا آغاز ہوا، اور اس صدی کے وسط تک، یہ توقع کی جارہی ہے کہ یہ تعداد 7 ہو جائے گی۔ اس سیارے کے 10 افراد شہری علاقوں میں رہیں گے۔

3.13 عالمی منظر نامے میں شہر کاری:

شہری کاری کی شرح براعظم سے دوسرے براعظم میں مختلف ہوتی ہے۔ ایشیا اور افریقہ میں، آبادی زیادہ تر دیہی ہے، حالانکہ 2000 تک، دونوں کی اپنی متعلقہ آبادی کا تقریباً 37% میٹروپولیٹن علاقوں میں مقیم تھا۔ اگلے 30 سالوں میں، ان دونوں خطوں میں شہر یکرن کی شرح کافی تیز ہونے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ افریقہ میں شہری کاری کی شرح اب بھی 20 فیصد سے کم ہے [74]۔ جنوبی افریقہ کی تیزی سے صنعتی معیشت میں، 60% سے زیادہ آبادی شہروں میں رہتی ہے (کوہن، 2006)۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ایشیا میں شہری باشندوں کی تعداد لاطینی امریکہ اور افریقہ کی مشترکہ تعداد سے تقریباً دوگنی ہے۔ 2030 تک، دنیا کی نصف سے زیادہ شہری آبادی ایشیا میں رہائش پذیر ہوگی، جب کہ یورپ کا کل آبادی کا حصہ 1950 میں 38 فیصد سے کم ہو کر 2030 میں صرف 11 فیصد رہ جائے گا۔ اسی طرح دنیا کے بڑے شہروں کی اکثریت۔ اب ایشیا میں مرکوز ہیں۔ 1950 میں، دنیا کے 30 سب سے بڑے شہری اجتماعات میں سے 12 یورپ میں واقع تھے، جبکہ صرف 7 ایشیا میں تھے۔

---

[74] Cohen, B. "*Urbanization in Developing Countries: Current trends, Future Projections, and Kkey Challenges for Sustainability". Technology in society*, *28*(1-2) . 2006, pp., 63-80

2000 تک، دنیا کے 30 سب سے بڑے شہری مراکز میں سے 16 ایشیا میں واقع تھے، صرف 3 یورپ میں۔

3.14 ترقی یافتہ ممالک میں شہر کاری:

1950 میں، ترقی یافتہ ممالک میں شہری آبادی کا فیصد 52.5 فیصد تھا، لیکن 20 ویں صدی کے آخر میں یہ 73.9 فیصد تھی، جو کہ 2030 تک 81.7 فیصد تک پہنچنے کا امکان ہے۔ دنیا کی کل شہری آبادی کے لحاظ سے، 1950.58 میں% ترقی یافتہ ممالک میں تھے، جو 2000 میں کم ہو کر 30.9 فیصد رہ گئے، 2030 تک کم ہو کر 20.5 فیصد رہنے کی پیش گوئی کی گئی، جس سے ترقی پذیر ممالک سے پیدا ہونے والی شہری آبادی کا تقریباً 80 فیصد رہ جائے گا۔

3.15 ترقی پذیر ممالک میں شہر کاری:

ترقی پذیر ممالک میں، دوسری جنگ عظیم کے بعد شہری کاری میں تیزی سے اضافہ ہوا[75]۔ 1980 کی دہائی میں، ترقی پذیر دنیا، خاص طور پر ایشیا میں شدید اقتصادی سرگرمیاں، شہری کاری کی ایک بڑی وجہ رہی ہیں (کوہن، 2006)۔ ترقی پذیر ممالک میں شہری آبادی کا فیصد 1950 میں 17.9 فیصد تھا جو

---

[75] Barnay Cohen, "*Urbanization in Developing Countries: Current Trends, Future Projections, and Key Challenges for Sustainability*", Technology in Society, Volume 28, Issues , 2006 .pp 160-192 .

1975 میں بڑھ کر 26.9 فیصد ہو گیا۔ 1975 سے 2000 تک یہ فیصد بڑھ کر 40.5 فیصد ہو گیا اور 2030 تک 57.1 فیصد تک پہنچنے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ 2012 اور 2015 کے درمیان دنیا کی شہری آبادی میں روزانہ اوسطاً 200,000 افراد کا اضافہ کیا جائے گا[76]۔ خاص طور پر، اس یومیہ اضافے کا 91% (یا 183,000) ترقی پذیر ممالک میں ہونے کی توقع ہے۔

3.16 ہندوستان میں میٹروپولیٹن شہر:

ہندوستان میں، ایک میٹروپولیٹن شہر، مردم شماری کمیشن کے مطابق، ایک ایسا شہر ہے جس کی آبادی چالیس لاکھ سے زیادہ ہے۔ دہلی، ممبئی، کولکتہ، چنئی، حیدرآباد، بنگلور، احمدآباد، پونے، سورت اور ناسک ہندوستانی شہروں میں سے ہیں جن کی آبادی 40 لاکھ سے زیادہ ہے۔ ایک شہر اور اس کی سرحد سے ملحقہ شہری ترقیات پر مشتمل ایک مسلسل شہری پھیلاؤ، یا دو یا دو سے زیادہ جسمانی طور پر ملحقہ شہر اور ملحقہ ترقی کے ساتھ، ان ملین سے زیادہ شہروں کے لیے شہری مجموعہ کی مردم شماری کی تعریف کے لیے ضروری ہے۔ 2011 میں 35 کے مقابلے 2001 میں 10 لاکھ یا اس سے زیادہ آبادی کے ساتھ ہندوستان میں 53 شہری اجتماعات ہیں[77]۔ ان میں سے ہر ایک بڑھوتری آبادی کی کم از کم حد کو

---

[76]Henderson, Vernon. "Urbanization in Developing Countries." *The World Bank Research Observer.* 2002. PP.89-112.

[77] Lin, George Chu-Sheng. "Changing Theoretical Perspectives on Urbanisation in Asian developing countries." *Third World Planning Review* . 1994 . pp.56-103

پورا نہیں کر سکتی ہے تا کہ اسے ایک آزاد شہری اکائی کے طور پر سمجھا جاسکے۔ایک شہری پھیلاؤ کے حصے کے طور پر پرنسپل ٹاؤن کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ تاہم، میٹروپولیٹن علاقوں کی تعریف جو کئی شہروں میں منصوبہ سازوں کے ذریعہ اختیار کی گئی ہے، تاہم، بہت بڑے علاقے بشمول دیہات، چاہے وہ شہری بن رہے ہوں یا دوسری صورت میں ہو، جو حدود میں ہیں وہ شہری اجتماع میں مداخلت کر رہے ہیں۔

3.17 حیدر آباد کے تناظر میں شہر کاری:

حیدر آباد جنوبی ہندوستان کی حال ہی میں تشکیل دی گئی ریاست تلنگانہ کا دارالحکومت ہے، اور ریاست کے مرکزی انتظامی، صنعتی اور تجارتی مرکز کے طور پر کام کرتا ہے، حیدر آباد شہر کی بنیاد قطب شاہی خاندان نے 1591 میں رکھی تھی اور یہ ایک دارالحکومت تھا۔صدیوں یہ تقریباً 7.7 ملین (ہندوستان کی مردم شماری، 2011) کی آبادی کے ساتھ ہندوستان کے سب سے تیزی سے ترقی کرنے والے میٹروپولیس میں سے ایک بننے کے لیے تیار ہوا ہے جس کے مزید بڑھ کر سال 2041 تک تقریباً 19 ملین ہونے کی توقع ہے۔ اقوام متحدہ (2014) کے مطابق۔ ورلڈ اربنائزیشن کے امکانات (2014) پر دستاویز کے مطابق، حیدر آباد کے 23 میٹروپولیٹن علاقے دنیا میں 38 ویں نمبر پر ہیں اور 2030 تک یہ دنیا کا 28 واں سب سے زیادہ آبادی والا شہری علاقہ ہوگا۔دکن جزیرہ نما پر مرکزی طور پر واقع حیدر آباد جنوبی اور شمالی ہندوستان کے درمیان رابطے کا کام کرتا ہے۔ایک چھوٹے سے شہر کے طور پر اپنی ابتدا سے، آج حیدر آباد تقریباً 650 کلومیٹر 2 اور بڑے میٹروپولیٹن خطہ 7228 کلومیٹر

2تک پھیلا ہوا ہے۔ 1994 کے دوران، اس وقت کے ریاست کے چیف منسٹر چندرا بابو نائیڈو نے ملائیشیا کے ملٹی میڈیا سپر کوریڈور (ایم ایس سی) اور ریاستہائے متحدہ کی سلیکون ویلی (فرانکل) کی طرح 'نالج انکلیو' بنا کر حیدرآباد کو عالمی معیار کے شہر میں تبدیل کرنے کا تصور کیا[78]۔، 2005)۔ ملائیشیا کے وژن 2020 سے متاثر ہو کر، ریاستی حکومت نے McKinsey کنسلٹنسی سے کہا کہ وہ آندھرا پردیش (AP) ویژن 2020 تیار کرے جو ریاست کی ترقیاتی حکمت عملی کا خاکہ بنائے[79]۔ وژن دستاویز میں ہائی ٹیک نالج انکلیو (گورنمنٹ آف آندھرا پردیش، 1999) کے ذریعے حیدرآباد کو ترقی کے انجنوں میں سے ایک بنانے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ مزید برآں، عالمی بینک نے ریاست کو مزید غیر ملکی براہ راست سرمایہ کاری (FDIs) حاصل کرنے اور معلوماتی معاشرے کی طرف 'لیپ فروگنگ' کے ذریعے مطلوبہ ترقی کی رفتار حاصل کرنے کے لیے بھی ایسا ہی نسخہ تجویز کیا۔ ان تجاویز پر کام کرتے ہوئے، ریاستی حکومت نے حیدرآباد کی ایک بڑے پیمانے پر تنظیم نو کا آغاز کیا تاکہ اسے انفارمیشن ٹیکنالوجی (IT)، انفارمیشن ٹکنالوجی انبلڈ سروسز (ITES) اور بائیو ٹیکنالوجی (نائیڈو اینڈ نینان، 2000) کے عالمی معیار کے علمی مرکز کے طور پر فروغ دیا جاسکے۔ حیدرآباد کا شہری تنظیم نو کا تجربہ

---

[78] **Frankel "Banking on India's States: The Politics of World Bank Reform Programs in Andhra Pradesh and Karnatak*a" Taylor & Francis (Routledge)*, 2005. pp.45-96**

[79] Das, Diganta. "Hyderabad: Visioning, Restructuring and Making of a High-Tech City." *Cities* 43. 2015, pp.48-58.

ہندوستان میں شہر پر مرکوز ترقی پر بڑھتے ہوئے زور کی بھی عکاسی کرتا ہے، جو اکثر سیاسی قائدین اور اشرافیہ کی طرف سے شروع کیا جاتا ہے جو دنیا بھر میں جاری نو لبرل موہکانہ عمل سے متاثر ہوتے ہیں (Bunnell & Das, 2010)[80]۔

Manuel Castells نے نوٹ کیا ہے کہ ایک شہر 'جگہ نہیں بلکہ ایک عمل ہے' (Castells, 1996)[81]۔ آج کل گلوبل نارتھ اور ساؤتھ دونوں میں گلوبلائزیشن کے عمل سے شہروں کو تیزی سے شکل دی جارہی ہے اور نئی شکل دی جارہی ہے۔ اقتصادی، سیاسی اور سماجی تبدیلیاں شہروں کے ذریعے زیادہ شدت سے ہو رہی ہیں، شہروں کی شکل میں۔ اس نے کہا، یہ قابل ذکر ہے کہ **Jane Jacobs** نے تقریباً چار دہائیاں پہلے کیا کہا تھا- 'ایسا لگتا ہے کہ ایک شہر نے ہمیشہ شہروں کے ایک گروپ کو ایک دوسرے کے ساتھ تجارت میں شامل کیا ہے (Jacobs, 1970)۔ شہر اپنی 'پیچیدہ اور متنوع' معیشتوں کی وجہ سے بہت زیادہ ممتاز ہیں (جیکبز، 1970)۔ عالمگیریت کے پھیلاؤ اور خدمات کے شعبے کی ترقی کے ساتھ، خاص طور پر انفارمیشن ٹیکنالوجی (IT) کی وجہ سے، شہر اپنی قوموں کے لیے تبدیلی کے ایجنٹ بن گئے ہیں - ترقی کا ایک انجن۔ آئی ٹی کے ساتھ، گلوبل نارتھ

---

[80] Diganta Das & Tim Bunnell, *"Urban Pluse- A Geography of Serial Education:Urban Policytransfer from Kuala Lumpur to Hyderabad*",Urban geography , 2010 .PP,16-30
[81] Jordi Borja, , and Manuel Castells. *Local and Global: the Management of Cities in the Information Age*. Routledge, 2013.pp.36-87.

اور ساؤتھ دونوں کے شہر پہلے سے کہیں زیادہ نیٹ ورکنگ کر رہے ہیں۔ آج، نیویارک، لندن، اور ٹوکیو جیسے عالمی شہر بنگلور (سدھیرا، رام چندر، اور بالا سبھرامنیا، 2007) اور حیدرآباد سے بہت زیادہ جڑے ہوئے ہیں — جو بہاؤ کی عالمی جگہ پیدا کرتے ہیں۔ ہندوستان میں آئی ٹی اور آئی ٹی ای ایس سیکٹر کی ترقی کی بے پناہ مانگ کے ساتھ ساتھ اقتصادی لبرلائزیشن کی پالیسی اقدامات کے ساتھ، شہر نمایاں ہوئے ہیں اور انہیں ترقی کے انجن کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔ بڑی سیاسی-اقتصادی تبدیلیوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، حیدرآباد نے شہر پر مبنی بنیادی ڈھانچے کی ترقی کے راستے پر چلنا شروع کیا، خود کو ہائی ٹیک اور سمارٹ کے طور پر پیش کیا تاکہ ایف ڈی آئی کو راغب کیا جا سکے، خاص طور پر خدمات کے شعبے میں جس میں گیٹڈ رہائشی (Gated Residential) احاطے کی ذیلی ترقی شامل ہے، انتہائی جدید۔ شاپنگ مالز، اور ملٹی پلیکس۔ ایسا کرتے ہوئے، شہر کی تنظیم نو آسنن بن گئی۔

3.18 آبادیاتی تبدیلی:

3.18.1 ڈیمو گرافی کا مفہوم:

لفظ 'ڈیمو گرافی' دو یونانی الفاظ کا مجموعہ ہے، 'ڈیموس' یعنی لوگ اور 'گرافی' یعنی سائنس۔ اس طرح ڈیمو گرافی لوگوں کی سائنس ہے لفظ 'ڈیمو گرافی' سب سے پہلے 1855 میں ایک فرانسیسی مصنف اچیل گیلارڈ نے استعمال کیا تھا اور ڈیمو گرافک ٹرانزیشن کی اصطلاح سب سے پہلے وارن ایس تھامسن

(1929)اور بعد میں فرینک ڈبلیو نوٹسٹین (1945) نے استعمال کی تھی[82]۔ وہ تبدیلی کے ایک تاریخی عمل کا حوالہ دے رہے تھے جو آج کے صنعتی معاشروں، خاص طور پر یورپی معاشروں میں پیدا ہونے والی پیدائش، اموات اور آبادی میں اضافے کے رجحانات کا سبب بنتا ہے۔ آبادیاتی تبدیلی کا یہ عمل 18ویں صدی کے آخر میں شروع ہوا۔ جیسا کہ فرینک ڈبلیو نوٹسٹین کہتے ہیں، آبادیاتی تبدیلی کو 'آبادی میں اضافے کا قانون نہیں بلکہ ارتقائی عمل کی عمومی وضاحت کے طور پر جانا چاہیے۔ سادہ الفاظ میں، یہ ایک نظریہ ہے جو عام قوانین کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کے ذریعے صنعت کاری کے دوران انسانی آبادی سائز اور ساخت میں بدل جاتی ہے۔ کسی ملک کی آبادیاتی تاریخ کو بیان کرنے میں اسے اکثر ایک مفید ٹول کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔

یہ نظریہ آبادیاتی تبدیلی کے ایک خاص نمونے کو اعلی زرخیزی اور زیادہ شرح اموات سے کم زرخیزی اور کم شرح اموات تک پیش کرتا ہے جب معاشرہ بڑے پیمانے پر دیہی زرعی اور ناخواندہ معاشرے سے ایک غالب شہری، صنعتی، پڑھے لکھے اور جدید معاشرے میں ترقی کرتا ہے۔

3.18.2آبادیاتی منتقلی کے خیال کا ظہور:

آبادیاتی منتقلی کا تصور اور اس کا ظہور:۔

---

82 Frank W .Notestein., "Frank Notestein on Poulation Growth and Economic Development." *Population and Development Review* 1983, pp.345-360.

آبادیاتی تبدیلی کا خیال 1929 کے اوائل میں سامنے آیا، جب وارن تھامسن نے 1908-27 کی مدت کے لیے کچھ ممالک سے ڈیٹا اکٹھا کیا اور ان ممالک کو آبادی میں اضافے کے نمونوں کے مطابق تین اہم گروہوں میں تقسیم کیا[83]۔

گروپ ایک (شمالی اور مغربی یورپ اور امریکہ)۔ انیسویں صدی کے آخری حصے سے لے کر 1927 تک وہ قدرتی اضافے کی بہت زیادہ شرحوں سے بہت کم شرح میں اضافے کی طرف چلے گئے تھے اور جلد ہی ساکن ہو جائیں گے اور تعداد میں کمی آنا شروع ہو جائے گی۔ گروپ ٹو (اٹلی، اسپین، اور وسطی یورپ کے "سلاوی" لوگ)۔ تھامسن نے شرح پیدائش اور شرح اموات دونوں میں کمی کے شواہد کو نوٹ کیا لیکن پیش گوئی کی کہ شرح پیدائش کے مقابلے میں شرح اموات اتنی تیزی سے یا اس سے بھی زیادہ تیزی سے کم ہو گی۔ کچھ وقت۔ گروپ بی کے ان ممالک کی حالت وہی ہے جو تیس سے پچاس سال پہلے گروپ اے کے ممالک میں تھی۔

گروپ تھری میں باقی دنیا شامل ہے: باقی دنیا میں، تھامسن نے پیدائش یا موت پر کنٹرول کے بہت کم ثبوت دیکھے۔ تھامسن نے مشاہدہ کیا کہ گروپ سی کے ممالک (جس میں اس وقت دنیا کی 70 سے 75 فیصد آبادی شامل تھی) اپنی ترقی کا تعین بڑے پیمانے پر ان مواقع سے کرتے رہیں گے جن کے پاس ان

[83] Warren S .Thompson., "The Demographic Revolution in the United States." *The Annals of the American Academy of Political and Social Science* 1949,PP. 62-69.

کے ذریعہ معاش میں اضافہ ہوتا ہے)۔ایک اور عالم فرینک ڈبلیو نوٹسٹین نے آبادیاتی تبدیلی کا نظریہ روایتی شکل میں بانجھ پن میں ہونے والی تبدیلیوں کی وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔اس لحاظ سے،اسے نظریہ کے مفسر کے طور پر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔انہوں نے وکالت کی کہ جدیدیت کے نتیجے میں مثبت قوتوں کی نشوونما موت کی شرح میں کمی کا باعث بنتی ہے جیسا کہ مغربی یورپ کے تجربات سے دیکھا گیا ہے۔جدیدیت میں زندگی کے بڑھتے ہوئے معیارات، بڑھتی ہوئی آمدنی، اور صفائی اور طبّی علم میں ترقی شامل ہے۔تاہم، نوٹسٹین نے اپنی درجہ بندی کے لیے منتقلی کی اصطلاح استعمال نہیں کی۔یہ اظہار سب سے پہلے ایڈولف لینڈری اور بعد میں ڈیوس نے 1943 میں استعمال کیا۔

3.18.4 حیدرآباد کی آبادیاتی تبدیلی:۔

پچھلی دو دہائیوں میں حیدرآباد کی ترقی اس لیے ہوئی تھی کہ آندھرا پردیش نے سماجی، سیاسی، اور اقتصادی منتقلی سے گزرا ہے جو کاروباری ادارے کی ترقی کو فروغ دینے کے لیے درکار ہے۔حیدرآباد کے لیے صنعتی ترقی اور عالمگیریت کا ایک نیا دور شروع ہوا جب یہ شہر نئی صنعتوں جیسے دواسازی، انفارمیشن ٹکنالوجی، بائیو ٹکنالوجی وغیرہ کی ریئج بن گیا۔زرعی تبدیلی کی فرم کی بنیادوں پر تعمیر کیا گیا، جسے جزوی طور پر "ریاستی سرمایہ داری" اور کرائے کے سرمائے سے پروان چڑھایا گیا، جسے قومی اور عالمی کاروبار کی آمد سے مزید تقویت ملی، حیدرآباد آج ایک بڑے کاروباری مرکز کے طور پر ابھرا ہے۔مغربی ایشیا اور خلیج فارس کے خطے کی طرف ہجرت اور اس کے نتیجے میں مہاجرین کی طرف سے آنے

والی ترسیلات نے بھی شہر کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ جس طرح کیرالہ کی معیشت ایک ایسے خطہ سے بھیجی گئی ترسیلات زر سے فروغ پاتی ہے جس سے کیرلا تاریخ سے جڑا ہوا ہے [84]، اسی طرح حیدرآباد کو اس خطے سے اپنے نئے تعلقات سے فائدہ ہوا ہے جس کے ساتھ اس کا صدیوں سے تجارتی تعلق رہا ہے۔ جب کہ تمل ناڈو کے جنوب مشرقی ایشیا کے ساتھ زیادہ مضبوط کاروباری تعلقات ہیں، اور کیرالہ نے خلیج پر مبنی ترسیلات زر کی معیشت سے فائدہ اٹھایا ہے، آندھرا پردیش کے پاس آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ دونوں ذرائع کو استعمال کرنے کی صلاحیت ہے۔ سنگاپور کی تلگو ایسوسی ایشن کی تشکیل حیدرآباد کو سنگاپور کے قابل سرمایہ کاری دارالحکومت میں زیادہ مؤثر طریقے سے استعمال کرنے میں مدد دے سکتی ہے [85]۔

یہ نئے روابط آندھرا پردیش کی سمندری معیشت میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں، بندرگاہوں کی جدید کاری اور اندرونی علاقوں اور بندرگاہوں کے درمیان بہتر رابطے کے ساتھ [86]۔ حیدرآباد اور وجئے واڑہ کے درمیان مجوزہ تیز رفتار ترین لنک سے نہ صرف شہر کے بین الاقوامی ہوائی اڈے کی اقتصادیات میں بہتری آئے گی۔ لیکن اس طرح کے تیز رفتار ریل کوریڈور کے دونوں سروں کے ارد گرد کے علاقے

---

[84]Ibid,pp.43-113

[85] Kanteti Vijaya Lakshmi., "Impact of the Demographic Characteristics on the Work life Balance Satisfaction a study on software professionals in Hyderabad", *Advances in Management* , 2013

[86] K.S.James,S.V.Subramanian., *"Towards a Demographic Transition",Ecnomic and Poltical Weekly*,2003.pp 37-59.

میں کاروباری ترقی میں بھی اپنا حصہ ڈالیں۔ حیدر آباد کا علم پر مبنی ترقی کے مرکز کے طور پر ابھرنا اور تعلیمی اور تربیتی ہدایات کا پھیلاؤ اس صدی میں حیدر آباد عالمگیریت کی مقامی بنیادیں بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

گیلور اور ماؤنٹ فورڈ (2006) کا استدلال ہے[87] کہ بین الاقوامی تجارت نے آبادیاتی تبدیلی کے وقت میں فرق اور ممالک میں پائیدار اقتصادی ترقی کے ابھرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بین الاقوامی تجارت کی توسیع نے صنعتی، ہنر مندانہ، سامان کی پیداوار میں صنعتی معیشتوں کی مہارت کو بڑھایا۔ ہنر مند لیبر کی مانگ میں وابستہ اضافے نے آبادی کے معیار میں بتدریج سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی ہے، آبادیاتی تبدیلی کو تیز کیا ہے، تکنیکی ترقی کو تحریک دی ہے، اور ہنر سے بھرپور اشیا کی پیداوار میں ان صنعتی معیشتوں کے تقابلی فائدہ کو مزید بڑھایا ہے[88]۔ غیر صنعتی معیشتوں میں، اس کے برعکس، بین الاقوامی تجارت نے غیر ہنر مند، غیر صنعتی، سامان کی پیداوار میں مہارت حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ انسانی سرمائے کی اہم طلب کی عدم موجودگی نے آبادی کے معیار میں سرمایہ کاری کے لیے محدود

[87] Galor and Mountford., "*Trading Population for Productivity: Theory and Evidence"Havard university press,2006* ,pp-76-109.

[88] Kanteti Vijaya. Lakshmi, "Impact of the Demographic Characteristics on the Work life Balance Satisfaction-a Study on Software Professionals in Hyderabad." *Advances in Management* . 2013,pp-104-138.

ترغیبات فراہم کی ہیں اور تجارت سے حاصل ہونے والے ان فوائد کا ایک بڑا حصہ آبادی کے حجم میں مزید اضافے کے لیے استعمال کیا گیا ہے، بجائے اس کے کہ ان کی آمدنی میں اضافہ ہو۔ موجودہ آبادی. ان غیر صنعتی معیشتوں میں آبادیاتی تبدیلی میں کافی تاخیر ہوئی ہے، جس سے غیر ہنر مند مزدوروں کی نسبتاً کثرت میں اضافہ ہوا ہے، ہنر مندانہ سامان کی پیداوار میں ان کے تقابلی نقصان میں اضافہ ہوا ہے، اوران کی ترقی کے عمل میں تاخیر ہوئی ہے۔ جیسا کہ نیچے دی گئی جدول سے پتہ چلتا ہے کہ شہر کی آبادی میں اضافہ اور گھرانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور کارکنوں کی تعداد اور کارکنوں کی اقسام پر بحث کی گئی ہے اور آبادی اور گھرانوں میں تبدیلی کی فیصد پر آخری دو مردم شماریوں کی بنیاد پر بحث کی گئی ہے۔

	1981	1991	2001	2011	Percentage of change between 2001and 2011
Total Population	2,260,702	13,145,939	3,829,753	4,010,238	4.71
Total Househoulds	376,779	533,748	695,906	869,883	25.00
Litreates	1,318,742	1,890,244	2,634,949	2,906,923	10.32
Illitrates	941,960	752,847	708,720	683,815	-3.51
Total Workers	629,911	860,687	1,819,142	1,170,873	4.56
Total-main workers	626,936	848,629	1,032,298	1,070,922	3.74

Cultivators	2,675	2,050	10,258	8,559	-16.26
Agricultural workers	3,482	2,557	5,287	4,287	-13.24
House-hold Workers	9,550	4,303	26,415	38,518	45.82
Other workers	611,229	840,019	990,338	1,019,258	2.92
Total-Marginal Workers	2,975	12,058	87,544	99,951	14.17
Non workers	1,630,791	2,285,252	2,709,911	2,839,365	4.78

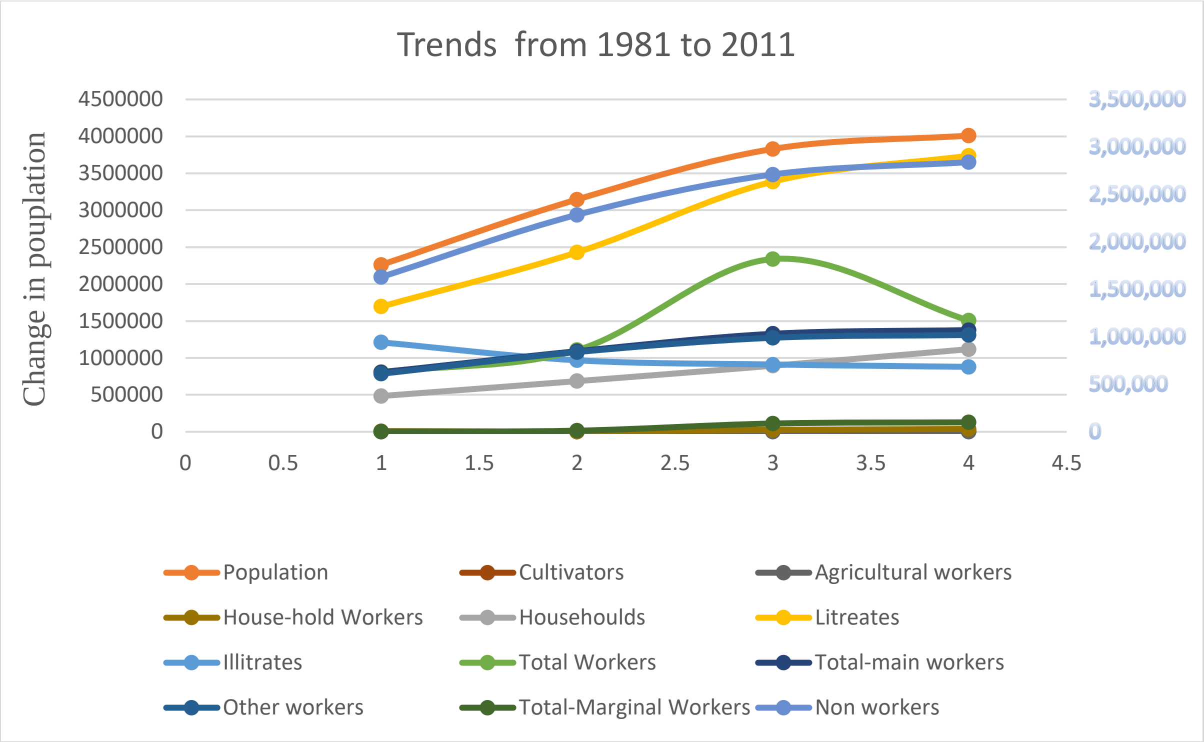

Source:- Census of India, 2011

مردم شماری کے آخری دو تجزیوں کی بنیاد پر، ہم شہر کی آبادیاتی تبدیلی کے مختلف پیرامیٹرز کو سمجھ سکتے ہیں۔حیدرآباد ضلع آندھراپردیش کا دارالحکومت ہونے کے ناطے ڈرامائی آبادی کی تبدیلی کو ظاہر کرتا ہے۔2001 میں کل آبادی 3,829,754 تھی اور 2011 میں 4,010,238 تھی جس میں تقریباً 4.71 فیصد اضافہ ہوا بالآخر گھر میں اس کا اضافہ 25 فیصد تھا جو کہ رہائشی علاقے میں ایک قابل ذکر توسیع کو ظاہر کرتا ہے کہ مرکزی کارکنوں میں نمایاں اضافہ ہوا (+3.74 فیصد) معمولی کارکن (+14.17 فیصد) گھریلو کارکنان (+45.82 فیصد) اور کاشت کار کارکنوں میں زبردست کمی (-16.56 فیصد) زرعی کارکن (-13.24 فیصد) اور جو واضح طور پر وضاحت کرتے ہیں کہ زرعی زمین

کے استعمال کو شہری زمین کے استعمال میں تبدیل کرنا۔ تبدیلی یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ زیادہ تر کاشتکار غیر مزدوروں میں تبدیل ہو گئے۔ کارکنوں کے تبادلوں کی وجہ خواندہ افراد کی شرح میں اضافہ ہے۔اور اعداد و شمار واضح طور پر زرعی کارکنوں، کاشتکاروں میں کمی اور دوسرے مزدوروں اور غیر مزدوروں میں اضافہ کو ظاہر کرتا ہے۔

اس باب کو ختم کرنے سے پہلے ایک اور نکتہ جس کا ذکر کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ شہر کی پانچ مختلف سمتوں میں ترقی بڑی ریاستی مداخلت کی وجہ سے ہوئی ہے۔

ان علاقوں میں۔ مولا علی (شمال مشرق) اور رام چندر پورم (شمال مغرب) کی طرف ترقی الیکٹرانکس کارپوریشن آف انڈیا لمیٹڈ (ای سی آئی ایل)، نیوکلیئر فیول کمپلیکس (این ایف سی)، اور بھارت ہیوی الیکٹریکل لمیٹڈ (بی ایچ ای ایل) جیسی بڑی پبلک سیکٹر کی صنعتوں کے قیام کی وجہ سے ہے۔ بالترتیب حیات نگر (جنوب مشرق) کی طرف رہائشی مکانات کی اعلی مضافاتی ترقی کا آغاز HUDA کے ونستھلی پورم کے سیٹلائٹ ٹاؤن شپس نے کیا تھا جبکہ شمش آباد (جنوب-مغرب) اور مید چل (شمال) کی طرف ترقی بنیادی طور پر ایک زرعی یونیورسٹی کے قیام کی وجہ سے ہے اور راجندر نگر ڈنڈیگال میں بالترتیب ایئر فورس بیس۔

لٰہذا حیدر آباد شہر کی ترقی کے عوامل کا تجزیہ اس حقیقت کو سامنے لاتا ہے جس پر اس باب میں زور دیا گیا ہے کہ ریاستی مداخلت تیسری دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں شہر کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ شہر کی تیز ترین ترقی اور حیدر آباد کو میٹروپولیٹن شہر بنانے اور شہر کی توسیع اور آبادی کی کثافت میں اضافہ اور زمینی تناسب میں بھی اضافہ ہوا ہے جیسا کہ 1961 کی مردم شماری میں حیدر آباد میں آبادی کی کثافت 668 افراد مربع کلو میٹر تھی۔ اور 2011 کی مردم شماری میں یہ بڑھ کر 18440 کلو میٹر تک پہنچ گئی آبادی کی کثافت 1990 کی دہائی کے بعد لبرلائزیشن، پرائیویٹائزیشن اور گلوبلائزیشن کی پالیسیوں کی وجہ سے زیادہ ہو گئی اور ریاست آندھرا پردیش نے بھی FDI کمپنیوں میں لبرل پالیسیوں کو نافذ کیا جس کے نتیجے میں بہت سی MNCs قائم ہوئیں۔ حیدر آباد میں اور ان کے ساتھ بہت سے غیر ملکی اور ہندوستانی شہری حیدر آباد میں بہتر انفراسٹرکچر کے لیے آباد ہوئے۔ روزگار کے بہتر مواقع اور یہی نتیجہ ہے کہ بہت سی نئی کالونیاں اور نئی بنجر زمینیں اور زرعی زمین تجارتی زمین میں تبدیل ہو گئی اور ان علاقوں میں بہت سی نئی بستیاں ابھریں اور اس کے نتیجے میں یہ شہر تیزی سے شہری مرکز بن گیا اور۔ ہندوستان کا چھٹا بڑا میٹروپولیٹن شہر بن گیا۔

حیدر آباد شہر ہندوستان کے دکن میں واقع ہے۔ مطالعہ کا کچھ حصہ 1990 کی دہائی سے پہلے اور اس کے بعد آبادکاری کے نمونوں میں ہونے والی تبدیلیوں پر مشتمل ہے اور اس تبدیلی کے ذمہ دار عوامل اور حیدر آباد کو ہندوستان کا تیزی سے بڑھتا ہوا میٹروپولیٹن شہر بنانے پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا ہے۔ آب و

ہوا گرم ہے اور مون سون میں زیادہ بارشیں نہیں ہوتی ہیں۔ حیدر آباد کو اسٹڈی سائٹ کے طور پر منتخب کیا گیا ہے کیونکہ، گزشتہ دو دہائیوں سے، یہ شہر ہندوستان میں سب سے تیزی سے ترقی کرنے والے میٹروپولیز میں سے ایک رہا ہے اور یہ جنوبی ہندوستان کے تجارتی، صنعتی اور نقل و حمل کے شہری مرکز کے طور پر ابھرا ہے۔ اس کے علاوہ، شہر کی صنعتی ترقی کی وجہ سے گزشتہ چند دہائیوں میں اس علاقے میں شہری زمین کے استعمال میں بڑی تبدیلیاں آئی ہیں جیسے کہ ہائی ٹیک سیٹی۔ آبادی میں اضافہ اور شہری پھیلاؤ حیدر آباد میں قدرتی نظام پر بے حد دباؤ ڈال رہا ہے۔ جس کی وجہ سے حیدر آباد میں جسمانی، سماجی اور معاشی حالات ابتر ہو گئے ہیں۔

باب۔4

بندوبستی نظام میں تسلسل اور تبدیلی کے عناصر کی شناخت

جیسا کہ گذشتہ باب میں ہم نے حیدرآباد شہر کے تیزی سے پھیلنے اور آس پاس کے اندرونی علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لینے کے بارے میں بات کی ہے۔اس میں اضافہ کا تجزیہ کرتے ہوئے، ہم نے ان مختلف عناصر پر تبادلہ خیال کیا جنھوں نے شہر کی تیزی سے توسیع میں اہم کردار ادا کیا ہے صنعت کا مقام، رہائش کی دستیابی، تعلیم، صحت، اور آب وہوا کے بنیادی ڈھانچے کی سہولیات جیسے کہ نقل وحمل اور بجلی وغیرہ۔

اس باب میں، ہم شہر حیدر آباد کے تسلسل اور آباد کاری کے انداز میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ 1990 کی دہائی کی اقتصادی اصلاحات سے پہلے اور بعد میں شہر کے بارے میں بات کریں گے۔ مطالعہ کا مقصد 1990 کی دہائی کی اقتصادی اصلاحات کے بعد شہر کے آباد کاری کے انداز میں زبردست تبدیلی کو دیکھنا ہے۔

اس باب میں تعلیم، ثقافتی تبدیلی، صحت کے شعبے، سیاسی اور اقتصادی تبدیلی جیسے کئی عناصر میں تسلسل اور تبدیلی کا بھی احاطہ کیا جائے گا، اور حیدر آباد شہر کے آباد کاری کے انداز میں تبدیلی کی پیشین گوئی کے لیے مطالعہ کا بڑا اور بنیادی مرکز۔

باب کو تین مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1 . پہلا مرحلہ

1990 کی دہائی سے پہلے کے بندوبستی نظام میں تسلسل اور تبدیلی، اور مزید تین حصوں میں تقسیم۔

I قطب شاہی اور آصف جاہیوں کے تحت آباد کاری کا نمونہ .

II انگریزوں کے تحت آباد کاری کا نمونہ

III 1948 میں آبادی کی نقل مکانی

2۔دوسرا مرحلہ۔

1956 میں بندوبستی نظام اور ریاست کی تنظیم نو

3۔ تیسرا مرحلہ۔

1990 کی معاشی اصلاحات کے بعد بندوبستی نظام

مطالعہ زیر بحث تمام مراحل میں بندوبستی نظام کے انداز میں تسلسل اور تبدیلی پر توجہ مرکوز کرتا ہے اور مرکزی توجہ 1990 کی معاشی اصلاحات کے بعد شہر میں ہونے والی زبردست تبدیلی کو دیکھنے پر ہے۔

مطالعہ کا پہلا مرحلہ قطب شاہی اور آصف جاہی خاندانوں کے ساتھ ساتھ برطانوی کنٹرول کے تحت آباد کاری کے نمونوں میں تسلسل اور تبدیلی پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔اس میں 1948 کی پولیس کاروائی اور اس کے نتیجے میں آبادی کی نقل مکانی کا بھی احاطہ کیا گیا۔ دوسرے مرحلے میں، ہم نے دیکھا کہ کس طرح آزادی کے بعد آباد کاری کے نمونے بدلے، خاص طور پر 1956 کے ریاستی تنظیم نو کے ایکٹ پر توجہ دی گئی۔ ریاست کی تنظیم نو سے لے کر 1990 کی دہائی میں معاشی تبدیلیوں تک بندوبستی نظام کے نمونوں میں تبدیلی کا بھی احاطہ کیا گیا۔

تیسرے مرحلے میں، ہم اس بارے میں بات کریں گے کہ کس طرح ایل پی جی ماڈل (لبرلائزیشن، پرائیویٹائزیشن، اور گلوبلائزیشن)، یا اقتصادی اصلاحات کی تحریک کے نتیجے میں بندوبستی نظام میں نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ ہم دوسرے عوامل جیسے ثقافتی تبدیلی، تعلیمی تبدیلی، سیاسی تبدیلی وغیرہ پر بندوبستی نظام کے انداز کے اثرات پر بھی بات کر رہے ہیں۔

4.1فیزون:

4.1.1قطب شاہی کے تحت بندوبستی نظام کا طریقہ

وقت کی رفتار کے ساتھ ہم نے شہر کے بندوبستی نظام میں تبدیلی دیکھی، گولکنڈہ سے حیدرآباد پھر سائبرآباد تک ہم نے تمام پہلوؤں میں بڑی تبدیلیاں دیکھی ہیں لیکن خاص طور پر بندوبستی نظام میں، جیسا کہ حیدرآباد شہر کی بنیاد قرون وسطیٰ میں رکھی گئی تھی اور قرون وسطیٰ کے دور میں شہر جاگیردارانہ معیشت پر مبنی تھے اس لیے صرف بادشاہ اور اس کے حامی، اس کے رئیس، سپاہی، تاجر اور تاجر ہی جاگیردارانہ شہر میں رہ سکتے تھے اور وہ تھے۔ زمین پر براہ راست انحصار نہیں ہے۔

قرون وسطیٰ کے شہر کا ڈھانچہ حکمران کی خواہشات اور خواہشات پر منحصر تھا۔ سرگرمی کا سب سے بڑا مرکز عموماً حکمران کے محلات تھے اور اس کے محل وقوع کے لحاظ سے اس کے امرا نے اپنی حویلیاں بنالی تھیں اور ہر ایک شاہی محل کے زیادہ سے زیادہ قریب ہونے کی کوشش کر رہا تھا، ان کی پسند کو دربار میں ان کی نسبتی حیثیت تک محدود رکھا جا رہا تھا۔

کاروان سرائے اور مہمان خانے حکمران نے شہر آنے والے مسافروں اور تاجروں کے لیے بنائے تھے اور شہر کو مذہبی مقامات اور مختلف اداروں سے بھی سجایا جاتا تھا جو حکمرانوں کی مذہبی وابستگی پر منحصر ہیں۔ مثال کے طور پر، حیدر آباد کے پرانے شہر میں اب بھی چند سو مساجد، درگاہیں، عاشور خانہ، اور مندر موجود ہیں جنہیں حکمرانوں اور اس کے رئیسوں نے بنایا تھا[89]۔

قرون وسطی کے شہر کے منظر نامے کی ایک اور خصوصیت پورے شہر میں حکمران اور اس کے امرا کی ملکیت میں چشموں اور حوضوں کے ساتھ وسیع و عریض باغات تھے اور اسے ایک خوبصورت منظر پیش کرتے تھے۔ اور قرون وسطیٰ کے شہروں کا تعمیر شدہ علاقہ عام طور پر ایک ساتھ جمع ہوتا تھا اور جدید شہروں کی طرح پھیلا ہوا نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تکنیکی طور پر آمد و رفت کے ذرائع زیادہ ترقی یافتہ نہیں تھے اور عام لوگ عموماً پیدل ہی اپنی منزل تک جاتے تھے، جب کہ امرا ہاتھیوں، اونٹوں، گھوڑوں، بیل گاڑیوں اور پالکیوں پر سفر کرتے تھے۔

نتیجتاً، قرون وسطیٰ کے شہر وقت کے ساتھ بھیڑ بن جاتے ہیں اور تنگ گلیاں اور جو مکینوں کی رازداری کو برقرار رکھنے کے لیے کام کرتی ہیں اور محلہ سے محلہ تک مناسب نقل و حرکت جدید ذرائع آمد و رفت کے لیے رکاوٹ بن جاتی ہے۔ آخر میں، یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرون وسطیٰ کے شہر کی ترقی عام طور پر امن

---

89 S. M. Alam., *Fuelwood in Urban Markets: A Case Study of Hyderabad*. Concept Publishing Company. 1985.pp 93 170.

اور خوشحالی کے زمانے میں ہوئی تھی، یعنی جب سلطنت میں استحکام تھا اور تجارت عروج پر تھی۔ ورنہ محصول اور تجارت سے جمع ہونے والا پیسہ جنگوں میں خرچ ہو جاتا تھا۔

قرون وسطیٰ کے شہر جاگیر دارانہ معیشت پر مبنی تھے اور اسی بنیاد پر ہم قطب شاہی دور میں شہر حیدر آباد کی تفصیل دوبارہ شروع کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ افضل محمد نے اپنی تحریر میں لکھا ہے کہ شہر میں چار بازار تھے اور چاروں اہم شاہراہوں پر 14000 دکانیں تھیں جو مختلف اقسام کے سامان فروخت کرتے تھے۔ ان کے علاوہ عوامی حمام، خانقاہیں، اسکول، مساجد، مفت باورچی خانے، مہمان خانے، اور کاروانسرائے (سوداگروں کے لیے آرام گاہیں) تھے، ایسی عمارتوں کی تعداد 12000 سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ عمارتوں اور دکانوں کی ایک بڑی تعداد اس حقیقت کی توثیق کرتی ہے کہ حیدر آباد شہر میں اپنی بنیاد کے بعد سے ایک بڑا تعمیر شدہ علاقہ تھا اور یہ قرون وسطیٰ کا ایک اچھی طرح سے ترقی یافتہ شہر تھا۔ لیکن یہ شہر بنیادی طور پر امرا اور شاہی خاندان کے لیے بنایا گیا تھا اور یہ 1652 میں حیدر آباد کا دورہ کرنے والے Tavernier کے بیان سے واضح ہوتا ہے، جو کہتا ہے کہ "بھگیانگر" تقریباً اورلینز کے سائز کا تھا، اچھی طرح سے بنایا گیا اور کھلا ہوا تھا۔ صرف آباد تھے۔ اعلیٰ درجے کے لوگوں سے، بادشاہ کے گھر کے افسران، انصاف کے وزراء،۔ اور فوجی جوان۔ تاجر اور دلال غیر ملکی تاجروں کے ساتھ تجارت کرنے کے لیے قصبے میں آتے ہیں جس کے بعد وہ گھر واپس سو جاتے ہیں۔ عام لوگوں کے گھروں کے لیے شہر کی فصیل کے باہر

بارہ زون مختص کیے گئے تھے اور دس مربع میل کے رقبے پر پھیلے ہوئے تھے، ہر زون میں ایک ہزار مکانات کی تعمیر کا انتظام تھا[90]۔

ان تمام محلوں پر سکول، ہسپتال، مساجد اور باغات تھے تاکہ ہر علاقہ خود کفیل ہو سکے اور ان محلوں کے چاروں طرف سبزی اور فروٹ منڈی لگے ہوئے تھے۔ قطب شاہی خاندان کا زوال۔ حیدر آباد کے فصیل دار شہر کے اندر تین گھنی آبادی والے علاقے یا محلے نمودار ہوئے اور یہ حسینی عالم، دارالشفاء اور سلطان شاہی کے محلے تھے۔ شہر کے مضافات میں پرانا پل کے قریب کاروان ساہو کا گھنی آبادی والا مضافاتی علاقہ تھا۔ تین دیگر مضافاتی علاقے ابھر رہے تھے جن میں خیریت آباد، نوبت پہاڑ (سیاہ پتھر) اور لنگمپلی باغات ہیں۔

4.1.2 آصف جاہی/نظام کے تحت بحالی کا طریقہ

1724ء میں نظام الملک نے دکن میں مغلوں کے آخری صوبیدار مبارز خان کو شکست دی اور اپنی سلطنت قائم کی۔ اس سے آصف جاہی خاندان کے راج کا آغاز ہوا جو 1948 کے پولیس ایکشن تک قائم رہا۔ منظور عالم نے آصف جاہی کنٹرول کے ابتدائی دور کو 1725 سے 1799 تک دو الگ الگ ادوار میں تقسیم کیا[91]،

---

[90] K .Deb., *Sociological Implications of the Pattern of Growth of Hyderabad City*.Ph.D,thesis Department of Sociology ,University of Hyderabad ,1989

[91] Manzoor Alam., *Metropolitan Hyderabad and its Region;: A Strategy for Development*,1972, pp 63-105.

ایک آباد کاری 1725 سے 1763 تک، اور دوسرا 1763 سے 1799 تک تیز رفتاری کا۔ جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں، "روک تھام کے دور کا نام بھی اس لئے رکھا گیا تھا کہ نظام الملک آصف جاہ اول کے دارالحکومت کے طور پر اورنگ آباد کے انعقاد کی وجہ سے حیدرآباد کے لئے یہ کافی معاشی دباؤ اور تناؤ میں سے ایک تھا۔ اس کے نتیجے میں بہت سے متمول جاگیرداروں کو نقل مکانی پر مجبور ہونا پڑا۔ ہم نے آباد کاری کے انداز پر اثر دیکھا کیونکہ بہت سے رہائشی دوسرے مقامات پر بے گھر ہو گئے تھے، اور منتقلی دارالحکومت نے بڑی تعداد میں زمینداروں اور مارچ کرنے والوں کو راغب کیا، جس کے نتیجے میں مختلف نئے محلے بنے۔ دوسری وجوہات جنہوں نے بعد میں 'ممنوعہ' کے اس دور کو متاثر کیا وہ 1748 میں آصف جاہ اول رحلت فرما گئے تھے، جس نے کنٹرول کے لیے خاندانی جھگڑے کو جنم دیا، اور دکن (1750-1760) پر تسلط کے لیے اینگلو-فرانسیسی جدوجہد، جس نے سیاسی غیر یقینی صورتحال کو دوبارہ جنم دیا اور نقصان پہنچایا۔ حیدرآباد کی ترقی شہر کے جنوب مغرب میں حکمران کا محل اور اس کے وزراء کے گھر دیگر حالات کی وجہ سے پیدا ہونے والے جمود کو نہیں روک سکے۔ مثال کے طور پر، شہر پر صرف جزوی طور پر قبضہ کیا گیا تھا، اور شہر کا صرف وہ علاقہ جس میں قطب شاہی خاندان کے دوران شاہی محلات شامل تھے، رہائش گاہوں سے مغلوب ہو گئے تھے۔ یہاں کوئی مضافاتی توسیع نہیں تھی اور امرا کی حویلیں بڑی حد تک الگ تھلگ اور کھنڈرات میں تھیں، اور حیدرآباد میں بہت سے بازار ہیں اور چوک کا عظیم الشان بازار جو کہ مرکزی پرچون کا مرکز تھا آدھا خالی تھا۔ لہٰذا زوال کی تمام علامات واضح تھیں۔ جیسا کہ حیدرآباد

مندرجہ بالا وضاحت سے پتہ چلتا ہے کہ جاگیردارانہ معیشت میں شہری ترقی کے روکنے والے مرحلے کی شہری ترقی کا انحصار مکمل طور پر غیر متوقع عوامل پر ہوتا ہے جیسے کہ حکمران اور اس کے جاگیرداروں کی سرگرمیاں۔ سرمایہ دارانہ معیشت میں، اجناس کی پیداوار کا ادارہ اور اچھی شہری ترقی سے اس کے روابط سرمایہ دارانہ معیشت میں، شہری کاری خود مختار، خود ساختہ، اور انفرادی اور اتفاقی وجوہات سے متاثر نہیں ہوتی۔ بادشاہوں اور رئیسوں کی طرف سے کسانوں سے جمع ہونے والی زائد رقم کو جاگیردارانہ معیشت میں تعمیرات، ریاستی اخراجات، سرکاری معاوضے اور دیگر ترقیاتی سرگرمیوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور ترقی کا سارا عمل اس قسم کے اضافی نکالنے پر منحصر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ فاضل پیدا کرنے والی تجارت بھی اس علاقے میں امرا اور بادشاہ کی موجودگی پر پوری طرح منحصر ہے۔ نتیجتاً جب بھی قرون وسطیٰ کے شہروں میں سیاسی عدم استحکام کا دور ہوتا ہے، جاگیرداروں کے ذریعے جمع کی گئی دولت جنگوں اور معاون اخراجات میں خرچ ہوتی ہے، اور کوئی ترقیاتی سرگرمیاں، خاص طور پر شہری عمل سے متعلق، نہیں ہوتیں۔

نظام الملک آصف جاہ 1 نے شہر میں متعدد نئے ڈھانچے تعمیر کیے ہیں، جس کے نتیجے میں ان ڈھانچوں کے ارد گرد بہت سے نئے گاؤں بن گئے ہیں۔ اگرچہ اس نے اورنگ آباد سے حکومت کی، اس نے حیدرآباد میں

چند محلات تعمیر کروائے اور اس کے محلات جو حویلی نظام الملک کے نام سے مشہور تھے اور بعد میں دولت خانے بندے جانے علی اور خلوت مبارک کے نام سے جنوب مغربی کواڈرنٹ میں تعمیر ہو رہے تھے۔ اس نے شہر سے باہر آصف نگر گاؤں میں ایک عارضی رہائش گاہ بھی بنائی۔ وہ وہاں سے حیدر آباد کی انتظامیہ کی دیکھ بھال کرتے تھے اور جلد ہی وہاں ایک بستی پروان چڑھی۔ دولت خان علی اور خلوت محل کے محل وقوع کا انتخاب موتی گلی لین پر کیا گیا تھا جو چوک سے بالکل پہلے پرانا پول-چارمینار روڈ پر ایک بائی لین ہے۔ قطب شاہی کے زمانے میں، موتی گلی موتیوں کی فروخت کا مرکز تھا۔ شہر کی فصیل کی تکمیل نظام الملک کا ایک اور اہم کام تھا۔ اس دیوار نے شہر کی حدود کا تعین کیا اور رہائشیوں کو تحفظ کا احساس فراہم کیا۔ دیوار کا رداس 6 میل تھا اور اس نے تقریباً 2.5 مربع میل کے علاقے کو گھیر لیا تھا[92]۔ دیوار کے گڑھوں پر بندوقیں رکھی گئیں، اور حیدر آباد سے بھاگنے والے لوگ رفتہ رفتہ قلعہ بندیوں کے ذریعہ فراہم کردہ حفاظت میں واپس آ گئے[93]۔ اندرون شہر (اندرونی) دیوار کے اندر کے علاقوں پر مشتمل تھا، جب کہ بحرون شہر باہر (بیرونی) علاقوں سے بنا تھا۔ فصیل والے شہر میں بارہ دروازے کے دروازے اور بارہ خدیوں کے چبوترے تھے، جس کے نتیجے میں اچھی انفراسٹرکچر اور حفاظت کی وجہ سے دیوار کے اندر گھنی بستی آباد تھی۔ نظام الملک کے بعد ناصر جنگ اور صلابت جنگ تخت نشین ہوئے، لیکن ان کی حکومتیں مختصر اور مختصر

[92] Narendra Luther., *Hyderabad :A Biography*,Oxford University Press, Hyderabad, 2006
[93] Ibid,pp.168-224

تھیں۔ سیاسی عدم استحکام کا شکار، اور نہ ہی محل کی تعمیر میں زیادہ دلچسپی لی۔ 1763 میں دکن کے حکمران کے طور پر نظام علی خان کی جانشینی نے شہر حیدر آباد کی 'تیز' ترقی کا دور شروع کیا۔ اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر اورنگ آباد سے شفٹ کر لیا حیدر آباد اور یہ ایک بار پھر "دکن کے اہم شہر کے طور پر تقریباً چھہتر سال کے وقفے کے بعد ابھرا۔ نظام کو شاید اس بات کا احساس تھا کہ اس کے شمال کے مقابلے جنوب میں زیادہ سیاسی دعوے داؤ پر ہیں جس مقصد کے لیے حیدر آباد کو زیادہ مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ واقع اس فیصلے کے نتیجے میں دربار کے رئیس اور ان کے محافظ بھی اورنگ آباد سے حیدر آباد واپس آ گئے۔ شہر میں بڑھتی ہوئی تجارت اور زمینی محصولات کے بہاؤ نے شہر میں شہری ترقی کو بہت زیادہ متحرک کیا۔ شہر کی دیواروں کے اندر، شہری تجدید کا ایک مرحلہ شروع ہوا اور پرانی خستہ حال عمارتوں کو زمین بوس کر دیا گیا اور ان کی جگہ محلاتی عمارتوں نے لے لی۔ آبادیاں تیزی سے دیواروں سے آگے جنوب کی طرف پھیل گئیں۔ جنوب میں یہ بیرونی توسیع بنیادی طور پر رئیسوں کی حویلیوں اور ان کے محافظوں کے مکانات پر مشتمل تھی اور شہر کی دیواروں کے ارد گرد ایک میل تک پھیلی ہوئی تھی۔ کوٹلہ علی جاہ، جہاں در محل، کوٹلہ اکبر جب، سلیمان جاہ چاوڑی، اور بازار کیون جاہ اس زمانے میں تعمیر کی گئی حویلیوں اور محلات میں شامل تھے[94]۔ روشن بنگلہ، روشن محل، گلشن محل، شادی خانہ، اور خلوت مبارک اس وقت چارمینار کے مغربی حصے میں تعمیر یا دوبارہ تعمیر کی گئی عمارتوں میں شامل تھے۔ بیگم بازار، نظام علی خان کی والدہ قدیہ بیگم کے نام سے منسوب،

---

[94] **Manzoor Alam , Op.Cit.pp 33-145**

کاروان کے مشرق میں تعمیر کیا گیا تھااور اب یہ ایک ہلچل والا کاروباری ضلع ہے۔اس منڈی سے حاصل ہونے والی آمدنی نظام اول کی چیف بیگم کے حوالے کی گئی، جنہوں نے مکانات اور کاروبار بنانے کے لیے زمین کا یہ بہت بڑا پلاٹ لیز پر دیا تھا۔ نومبر 1770 عیسوی میں، قطب شاہی دور میں جلو خانہ کا بہت بڑا چوک یا گارڈز اسکوائر، جسے اب چرکمان علاقہ کہا جاتا ہے، صرافہ یا ٹکسال کے علاقے میں تبدیل ہو گیا تھا۔ داد محل اور چا محل کے درمیان والی جگہ کو بنکروں کے رہائشی کوارٹرز کے لیے چنا گیا تھا۔ نامور علماء ی آنند یرام، منجی نائک اور ہرلال کانجی جیسے تاجروں نے بھی وہاں اپنے گھر بنائے تھے[95]۔ 1761تک شہر میں صرف چار بازار اور ایک عظیم الشان بازار تھا جسے چوک کہا جاتا تھا، لیکن 1798تک یہاں بارہ بازار، تین عظیم الشان بازار اور بیگم بازار کا ایک بڑا تھوک کاروباری مرکز تھا۔اس طرح 1770-99تک شہر حیدرآباد نے اپنی ماضی کی شان اور سیاسی قد کاٹھ دوبارہ حاصل کیا۔ اس کی اقتصادی اور تجارتی اہمیت بھی کافی بڑھ گئی۔ اگرچہ شہر کی ترقی کا بڑا محور اب بھی مشرق-مغرب کی سمت میں چل رہا ہے، پھر بھی نمایاں طور پر چارمینار کے شمال میں مرکزی سڑک موجودہ افضل گنج سڑک اس مدت کے آخر میں ایک اہم تجارتی راستے کے طور پر ابھری۔ محلوں میں بھی نئی بستیاں وجود میں آئیں جیسے دارو شیفہ، مغل پورہ، حسینی عالم،

---

[95] Dharmendra Pershad., *Social and Cultural Geography of the City of Hyderabad: A Historical Perspective* ,Inter-India publication .New Delhi,1986.pp 23-75

شالی بندہ وغیرہ، اور یاقوت پورہ، اپو گوڑا، جہانوما، مالے پلی، بہادر پورہ اور آصف نگر کے آس پاس چھوٹے چھوٹے گاؤں اور بستیاں نمودار ہوئیں۔

4.1.3 برطانوی حکمرانی کے تحت شہر کا بندوبستی نظام:

حیدرآباد شہر کی ترقی اور سکندرآباد کنٹونمنٹ جیسی نئی بستیوں کے قیام کے لیے یہ تاریخ کا سب سے اہم مرحلہ ہے، کیونکہ اس نے شہر کی ترقی کے انداز کو مکمل طور پر بدل دیا اور شہر کی ترقی کو شمالی سمت کی طرف لے جایا۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ شہر کا شمالی نصف حصہ مزید ترقی کرتا گیا اور اس وقت ایک متحرک دھڑکتے شہر میں ترقی کرتا ہے، جبکہ شہر کا جنوبی نصف حصہ جو فصیلوں سے گھرا ہوا شہر حیدرآباد پر مشتمل ہے زوال پذیری اور پسماندگی کا شکار ہو چکا ہے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اگر انگریز نہ آتے تو شہر کی ترقی کا انداز کیا شکل اختیار کر لیتا۔ لیکن 1798 میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ ماتحت اتحاد پر دستخط اور 1806 میں دریائے موسی کے شمالی کنارے پر برٹش ریذیڈنسی کی تعمیر شہر کی ترقی پر دو بڑے اثرات[96]۔ سب سے پہلے، اس نے سکندرآباد بنایا اور دوم اس نے دریائے موسیٰ کے شمالی کنارے پر رہائشی علاقوں کے جڑواں شہر کی ترقی کے دوسرے مرحلے کا آغاز کیا اور اسی وجہ سے آبادکاری کے انداز کو شمالی سمت کی طرف بدل دیا۔

1798 کے ذیلی اتحاد کے معاہدے میں انگریزوں کی ہندوستانی ریاستوں میں مستقل رہائش کی وضاحت

---

[96] A. K. Mangal Das., *An Urban Design Study in the Walled City of Hyderabad* (Doctoral dissertation, Massachusetts Institute of Technology). 1987.

کی گئی ہے اور انہیں کچھ اقتصادی رعایتیں دی گئی ہیں۔اس نے اس علاقے میں فوج اور ان کے خاندانوں کے لیے ایک الگ بستی بنائی ہے،اور معاہدے پر دستخط ہونے کے فوراً بعد، 5000 برطانوی فوجی حیدرآباد کے قریب پہنچے اور حسین ساگر کے شمال میں اور اس کے گاؤں کے قریب فوراً ہی ایک نچلی چوٹی پر ڈیرے ڈالے۔ حسین شاہ پورہ۔ پھر وہاں پرانے گولکنڈہ-حیدرآباد کی ترقی کی جگہ ایک نئی جڑواں بستی قائم [97] کی گئی، چھاؤنی کے علاقے کی آبادکاری کافی تیزی سے ہوئی تھی۔ابتدائی طور پر، یہ 1806 میں چار مربع میل کے علاقے میں شروع ہوااور 5,000 فوجیوں اور کئی ہزار شہریوں پر مشتمل آبادی پر مشتمل تھی۔ لیکن اس کے قیام کے اگلے ساٹھ سالوں میں یہ رقبہ سترہ مربع میل تک پھیل گیااور آبادی بشمول فوجی دستے 50,000 سے زیادہ ہوگئے۔ چھاؤنی کا نام 1806 میں اس وقت کے نظام سکندر جاہ کے نام پر سکندرآباد رکھا گیا۔اپنے فوجی کاموں اور کاروباری مواقع کی وجہ سے، سکندرآباد نے آس پاس کے علاقوں سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنی طرف متوجہ کیا، جس کی وجہ سے جنرل بازار کہلانے والی ایک کمپیکٹ بستی بنی۔ عام بازاروں کی آبادی زیادہ تر مقامی آبادی پر مشتمل تھی اور بینکر اور سوداگر بھی اپنی تجارت اور تجارت کو بڑھانے کے لیے وہاں رہتے تھے۔اور وہ ذیلی اتحاد کے آرٹیکل 4 میں موجود اقتصادی رعایت سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ مقامی تاجروں کو ڈیوٹی فری اشیاءدرآمد کی جاتی تھیں،اور وہ نہ صرف چھاؤنی کے علاقے میں بلکہ اس علاقے کے باہر بھی امیر امرا کو سامان فراہم کر سکتے تھے۔ یہ توسیع شدہ دائرہ سکندرآباد کے کاروبار نے

[97] Mohmmad Afzal., *Socio-Economic Structure of Hyderabad city*,1981,pp.90-102

اس کی تجارت کو مزید متحرک کیا اور آبادی میں مزید اضافہ اور آبائی آباد کاری کے علاقے کو حیدرآباد کی جنوبی سمت کی طرف بڑھایا۔ جیسا کہ منظور عالم نے نشاندہی کی ہے۔ سکندرآباد ایک تجارتی مرکز بن گیا، تمام معروف مارچ اور بین الاقوامی تاجر وہاں آباد ہو گئے، اور مدارس اور مکتب غائب تھے۔ مشنری اسکول تعلیم کے لیے بنائے گئے تھے، اور سکندرآباد کو ایک تجارتی پاور ہاؤس میں تبدیل کر دیا گیا تھا، جب کہ حیدرآباد جاگیردارانہ معیشت بنی ہوئی تھی۔ لیکن یہ کہنا ضروری ہے کہ شہر حیدرآباد اپنے جڑواں شہر کے مختلف ثقافتی اور سماجی جذبوں سے متاثر نہیں ہوا، خاص طور پر چادر گھاٹ کے قریب ریزیڈنسی کے قیام کے بعد۔ برطانوی سامراجی پالیسیوں کا مطالبہ تھا کہ وہ حیدرآباد ریاست کے معاملات میں فعال کردار ادا کریں۔ برطانوی انتظامیہ نے نظام ریاست کے وزرائے اعظم کے انتخاب میں مداخلت کی یہ دیکھتے ہوئے کہ ان کا اپنا آدمی ہمیشہ منتخب ہوتا ہے۔ انگریزوں نے ان پر (KCIE نائٹ کمانڈر آف دی آرڈر آف دی انڈین ایمپائر) جیسے اعزازات کی بارش کی اور وہ عام طور پر اپنے عہدے کے لیے برطانوی باشندے کے پابند رہے۔ لیکن اس رابطے نے نظام ریاست کی انتظامیہ پر ایک جدید اثر ڈالا، خاص طور پر سالار جنگ 1 کے تحت، جس نے ضلع بندی کا نظام متعارف کرایا جس کے تحت ریاست حیدرآباد کو پانچ ڈویژنوں اور سترہ اضلاع میں تقسیم کیا گیا۔ اس نے بعد میں ریونیو ایڈمنسٹریشن پیٹرن کو جگہ دی جو ایک تبدیل شدہ شکل ہے جو اب آندھرا پردیش میں رائج ہے۔ سالار جنگ نے مدرسہ عالیہ بھی شروع کیا جو بعد میں نظام کالج بن گیا اور یہاں کا انتظام چلانے کے لیے شمال سے علماء اور قابل منتظمین کو بھرتی کیا۔ اس نے شرافت کے اندر

خراب خون پیدا کیا جو بعد میں ملکی- غیر ملکی مسئلہ میں بدل گیا۔ شہر کے شمالی نصف حصے پر رہائشی بستی کی ترقی کا آغاز 1806 میں چادر گھاٹ میں برطانوی ریذیڈنسی کی تکمیل کے ساتھ ہوا تھا۔ رہائش جس پر نظام کی حکومت نے رہائشی کو دیوانی اور فوجداری معاملات میں غیر محفوظ اختیار اور دائرہ اختیار دیا تھا۔ اس بستی کو موثر طریقے سے زیر انتظام امن اور تحفظ حاصل تھا۔ اس کے برعکس، حیدر آباد میں سول انتظامیہ افراتفری کا شکار تھی، خاص طور پر اس کے مضافاتی علاقوں میں جہاں مفت خوروں نے تاجروں اور بینکروں کو ہراساں کیا جو کاروان سے ریزیڈنسی کی طرف ہجرت کر گئے۔ نہ صرف بنکر، بلکہ نظام حکومت کے مقامی سرکاری ملازمین بھی وہاں صفائی اور پولیس کے انتظامات کو ترجیح دیتے ہوئے چادر گھاٹ چلے گئے۔ اس مقامی دراندازی کے علاوہ، ایک مضبوط غیر ملکی عنصر بھی متعارف کرایا گیا، خاص طور پر یورپی اور یوریشین، جو نظام اور اس کے امرا کی خدمت میں اہم عہدوں پر فائز تھے، لیکن انہوں نے رہائش گاہ کے قریب رہنے کو ترجیح دی۔. عالم کا کہنا ہے کہ والڈ سٹی سے متصل یہ یورپی یوریشین کالونی حیدر آباد کی ثقافتی ترقی میں ایک قابل قدر اضافہ تھا۔ یورپی طرز کے مکانات، عیسائی گرجا گھروں اور مشنری اسکولوں کا چادر گھاٹ پر غلبہ تھا۔ پہلی مقامی عیسائی کالونی فرانسیسیوں نے یہاں واقع بندوق کی فاؤنڈری کے آس پاس قائم کی تھی اور اس نے عیسائی بستیوں کی ترقی کے مرکز کے طور پر کام کیا، ریذیڈنسی کے علاقے میں بینکرز اور سرکاری ملازمین کی آمد نے اس کی بینکنگ اور تجارتی سرگرمیوں کو متحرک کیا۔ اگرچہ یہ علاقہ بڑا نہیں تھا، لیکن یہ

آبادی والے بازاروں سے ڈھکا ہوا تھا[98]، جن میں سے کچھ تاجروں کے پاس بہت زیادہ دولت تھی اور وہ پورے ہندوستان میں لین دین کرتے تھے۔ 1810 کے اوائل میں ایک برطانوی ٹینکنگ فرم، فلیمرز اینڈ کمپنی نے حیدر آباد میں بینکنگ کا کاروبار کھولا اور وہاں 1894 سے پہلے ہی بینک آف بنگال قائم تھا۔ جیسا کہ چادر گھاٹ اور ریزیڈنسی بازاروں میں، بستی میں بھی تیزی سے توسیع ہوئی، شہر کے شمالی اور جنوبی مضافاتی علاقوں میں برٹش انڈیا کمپنی کا ظہور دکن میں سب سے بڑی طاقت نے ریاست کو سیاسی استحکام بخشا اور تجارت اور امیگریشن کی حوصلہ افزائی کی [99]۔ فصیل والے شہر کے اندر تعمیر شدہ علاقے میں بے تحاشہ اضافہ ہوا اور پانی کی کمی، غیر صحت بخش حالات وغیرہ جیسے مسائل پیدا ہوئے۔ پانی کے مسئلے کو کم کرنے کے لیے میر عالم جو اس وقت سکندر جاہ کے وزیر اعظم تھے، نے 8 لاکھ روپے کی لاگت سے میر عالم ٹینک بنوایا۔ اس کی منصوبہ بندی ایک فرانسیسی انجینئر نے کی تھی اور اس منصوبے سے دیواروں والے شہر کو پائپ کے ذریعے پانی کی فراہمی کی تقسیم شروع ہوئی۔ لیکن پانی صاف نہیں تھا اور لوگ بیمار پڑ گئے۔ 1888. میں شہر کو فلٹر شدہ پانی کی فراہمی کے لیے چندولال کی بارہدری کے قریب ایک فلٹر بیڈ قائم کیا گیا۔ آبادی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے میر عالم نے ایک بڑی سبزی منڈی بھی کھولی اور یہ مکرم ڈولہ دیوڑی کے پیچھے پتھر گٹی کے قریب واقع ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ ریزیڈنسی اور سکندر آباد

---

[98] Manzoor Alam.,Op.cit,1969,pp 211-245.
[99] Manzoor Alam.,Op.cit,1969,pp 211-245.

چھاؤنی کی وجہ سے شہر کے شمالی نصف حصے میں فصیل شہر کے اندر تعمیر شدہ علاقے میں زبردست اضافہ ہوا جس کی وجہ سے شہر کی مزید منصوبہ بندی کی گئی[100]۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت کی متفرق وزارت میں میونسپل اور سڑکوں کی دیکھ بھال کی ترقی کا شعبہ سر سالار جنگ کی رہنمائی میں تشکیل دیا گیا۔ حیدرآباد میونسپلٹی کے رقبے کی حد بندی تقریباً 22 مربع میل کے طور پر کی گئی تھی اور شہر کی دیکھ بھال کے لیے ایک میونسپل کمشنر کا تقرر کیا گیا تھا۔ پہلے یہ کام سٹی پولیس کمشنر یا کوتوال کے ذریعے کیا جاتا تھا۔

4.1.4-1948 میں آبادی کی نقل مکانی پولیس ایکشن:

پولیس ایکشن کے بعد لوگوں کی بڑی تعداد میں نقل مکانی ہوئی کیونکہ بہت سے لوگ پاکستان اور بہت سے لوگ خلیجی ممالک کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور ریاست ایک سیاسی بحران کا شکار تھی اور جسکی وجہ یہ ہوئی کہ ریاست کی نشو نما اور تشکیل کچھ عرصہ کے لئے روک گئی۔ یونین علاقے میں، تشدد کا ایک متحرک اور منتشر تھا. مزید برآں، حیدرآباد میں پنجاب اور بنگال کی طرح آبادی کی ایک بڑی تحریک تھی، جس میں جولائی 1947 اور ستمبر 1948 کے درمیان 1.2 ملین سے زیادہ لوگ ریاست کے اندر اور باہر منتقل ہوئے۔ نومبر 1947 میں، حیدرآباد نے ہندوستان کے ساتھ ایک "اسٹینڈ اسٹل ایگریمنٹ" پر دستخط کیے جس نے بنیادی طور پر برطانوی "پراماؤنٹی" نظام کے تحت حکومت ہند کے ساتھ غیر معینہ مدت تک کے

---

[100] Ratna Naidu., "A study of Slums in Hyderabad - Secunderabad" *in The Indian Journal of Social Work*, Vol, 3, 1978, pp. 237-39.

آئینی تعلقات کو برقرار رکھا۔ کوئی بھی فریق خود مختاری کے معاملے کو مکمل طور پر قانونی ماننے کے لیے تیار نہیں تھا، ہندوستانی یونین میں شمولیت کے لیے جاری بات چیت نے ایک گردشی راستہ اختیار کیا جب تک کہ جون 1948 میں ان کا خاتمہ نہ ہو گیا۔ ہندوستانی حکومت نے 1948 کے آغاز میں حیدرآباد پر ناکہ بندی کر دی تھی، جس سے عملی طور پر تمام مصنوعات کو ریاست میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا۔[101] برصغیر میں اگست 1947 سے ستمبر 1948 تک کے تیرہ مہینے شدید عدم استحکام، غیر معمولی تشدد اور نقل و حرکت کا دور تھا ہزاروں ہندوستانی مسلمان نظام کے تحفظ اور سرپرستی کی تلاش میں حیدرآباد پہنچے، جس کی پیشکش کے لیے اس کی انتظامیہ نے بہت کوشش کی۔ اسی عرصے کے دوران، حیدرآباد میں ایک اندازے کے مطابق 500,000 "غیر مسلم" ہندوستانی یونین کے لیے روانہ ہوئے۔۔ حیدرآباد کو جزیرہ نما ہندوستان کے علاقائی مرکز میں تقسیم کی تمثیل کو مکمل طور پر دہرانے کی دھمکی دے کر قومی نظریہ کے لیے ایک وجودی خطرہ کے طور پر سمجھا جاتا تھا۔ حیدرآباد، مرکزی کابینہ کے وزیر قانون، بی آر امبیڈکر کے مطابق، "ایک نیا مسئلہ تھا جو ہندو مسلم مسئلہ سے بھی بدتر ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں ہندوستان کی مزید بالکنائزیشن یقینی ہے" اور ہندوستان کے اس دعوے کو آگے بڑھا دے گا۔ بین الاقوامی سطح پر غیر یقینی صورتحال میں خود مختاری حیدرآباد میں پولیس کی کارروائی اور فرقہ وارانہ فسادات کے پھوٹ پڑنے کے بعد اس وقت کے وزیراعظم نہرو نے اس پر رپورٹ پیش کرنے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی تھی لیکن

[101] S. Purushotham ., “Internal Violence: The Police Action in Hyderabad”. *Comparative Studies in Society and History*, *57*(2), 2015, 435-466

یہ رپورٹ پیش کی گئی اور آج تک کبھی شائع نہیں کی گئی کیونکہ کیمبرج یونیورسٹی سے مورخ سنیل پرشوتھم اب رپورٹ کر چکے ہیں۔ اس شعبے میں اپنی تحقیق کے حصے کے طور پر رپورٹ کی ایک کاپی حاصل کی[102]۔

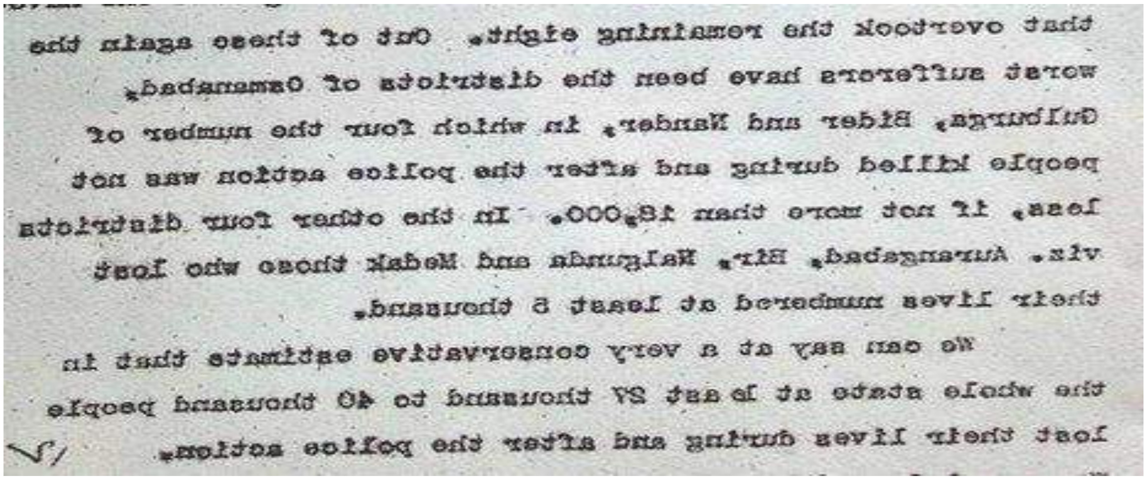
that overtook the remaining eight. Out of these again the worst sufferers have been the districts of Osmanabad, Gulburga, Bider and Nander, in which four the number of people killed during and after the police action was not less, if not more than 18,000. In the other four districts viz. Aurangabad, Bir, Nalgunda and Medak those who lost their lives numbered at least 5 thousand.

We can say at a very conservative estimate that in the whole state at least 27 thousand to 40 thousand people lost their lives during and after the police action.

پنڈت سندر لال اور ان کی ٹیم نے رپورٹ کا نتیجہ اخذ کیا کہ تقریباً 27,000 سے 40,000 لوگ مر گئے اور بہت سے لوگ حیدر آباد چھوڑ کر چلے گئے[103]۔

4.2۔ مرحلہ دوم

4.2.1۔ بندوبستی نظام اور ریاست کی تنظیم نو:

1956 میں ریاست آندھرا پردیش کی تشکیل میں عوامی شعبے کی بڑی صنعتوں کا قیام، شہری ترقیاتی اتھارٹیز کی تشکیل، شہر کی ترقی کے لیے ماسٹر پلان، خاص طور پر نچلے اور متوسط طبقے کے لیے ہاؤسنگ اسکیمیں، تعمیرات کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ تجارتی کمپلیکس، بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کی فراہمی جیسے

[102] Mike ,Thomson., "Hyderabad 1948: India's Hidden Massacre." *BBC News* 24 , 2013
[103] M .Thomson., Op.Cit 2013

سڑکیں، بجلی، ٹرانسپورٹ، پانی، نکاسی اور سیوریج وغیرہ مذکورہ بالا تمام عوامل اور بنیادی ڈھانچے کی وجہ سے، لوگوں کی ایک بڑی تعداد دیہی سے شہری مقامات پر منتقل ہوگئی، ساحلی آندھیرا کے اشرافیہ کوکٹ پلی میں آباد ہوئے اور وہاں ایک کالونی قائم کی۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ 1948 کے پولیس ایکشن کے نتیجے میں حیدرآباد کی معاشی بدحالی ہوئی، حیدرآباد شہر کی اس ڈولتی ہوئی معیشت کو اس وقت دوبارہ زندہ کیا گیا جب 1956 میں ریاست آندھراپردیش کو لسانی بنیادوں پر تشکیل دیا گیا اور حیدرآباد کو اس کا دارالحکومت بنایا گیا۔ یہ واقعہ دوسرے پانچ سالہ منصوبے کے آغاز کے ساتھ ہی ہوا جس میں طویل مدتی پیداواری ضروریات کے لیے ملک کی صنعتی ترقی پر زور دیا گیا[104]۔ پلاننگ کمیشن نے بڑی، درمیانی یا چھوٹی صنعتوں کی مالی اعانت کے لیے بہت سی ایجنسیوں کو مقرر کیا تھا اور حکومت آندھراپردیش نے اپنے صنعتی شعبے کو ترقی دینے کے لیے ان دفعات کا استعمال کیا۔ سنتھ نگر کی صنعتی اسٹیٹ، جو 1940 میں کھلی تھی لیکن 1955 تک تقریباً ویران تھی، کو بحال کیا گیا اور مشیرآباد کے ساتھ، جڑواں شہروں کے بڑے اور درمیانے درجے کی صنعتوں کے صنعتی مرکزوں میں سے ایک بن گیا۔ اس شعبے نے بہت ترقی کی ہے، اور اب حیدرآباد میں بڑے اور درمیانے درجے کی صنعتی اکائیوں کے چار الگ الگ کلسٹر ہیں۔ شہر کا سب سے قدیم صنعتی علاقہ اعظم آباد میں واقع ہے۔ اور بیانگر - سنات نگر - کوکٹ پلی صنعتی کلسٹر میں مختلف قسم کے

---

104 A. Majeed., The Changing Politics of States' Reorganization. *The Journal of Federalism*, *33*(4),2003, pp 83-98.

صنعتی اور صارف یونٹس ہیں جیسے ریفریجریٹرز، دواسازی کی مصنوعات، مشینی اوزار، ہوائی جہاز کے اجزاء، سافٹ ڈرنکس وغیرہ[105]۔ مولا علی ناچارم اپل صنعتی علاقہ جس میں ای سی آئی ایل، وارنر ہندوستان لمیٹڈ، این ایف سی جیسی اہم صنعتی اکائیاں ہیں رامچندر پورم، پتانچیرو انڈسٹریل کلسٹر میں (B.H.E.L. جو کہ پبلک سیکٹر کی سب سے بڑی اکائیوں میں سے ایک ہے)، 1963 میں فتح دروازے کے باہر جنوبی نصف حصے میں چندولال بارادری انڈسٹریل اسٹیٹ قائم کی گئی۔ لیکن یہ انڈسٹریل اسٹیٹ زیادہ تر چھوٹی صنعتوں پر مشتمل ہے اور چند درمیانے درجے کی صنعتیں جو اسٹیل اور میٹل شیٹس، کیمیکلز اور پگمنٹس، یوٹیلیٹی آرٹیکلز وغیرہ تیار کرتی ہیں، اور صرف چند سو لوگوں کو ملازمت دے سکتی ہے۔ یہ تمام شعبے روزگار کے مواقع فراہم کر کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، اور بڑی تعداد میں لوگ دیہی علاقوں سے شہری علاقوں اور دوسری ریاستوں سے صنعتی علاقوں کی طرف ہجرت کرتے ہیں، جہاں بڑی حد تک کچی آبادیوں اور گھنی بستیوں نے ترقی کی ہے[106]۔ نتیجتاً شہر کی آبادی اسی طرح بڑھتی گئی۔ صنعتی توسیع کی کمی اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ حیدرآباد کا پرانا شہر (جس میں سے دیواروں والا شہر دل ہے) جمود اور شہری بگاڑ کا سامنا کیوں کر رہا ہے، جبکہ باقی شہر تیزی سے ایک ہلچل مچانے والے شہر میں پھیل رہا ہے۔ سرمایہ دارانہ پیداوار کی منطق یہ بتاتی ہے کہ مینوفیکچرنگ اکائیوں کے بڑھنے کے لیے ریاست کو بنیادی ڈھانچے کی

---

[105] B.Prathyusha., “Development of Information Technology Industry in Hyderabad-Then to Now”. *International journal of applied research*,2018,pp 1113-1119

[106] L., Kennedy., & M. H. Zérah,. The shift to city-centric growth strategies: Perspectives from Hyderabad and Mumbai. *Economic and Political Weekly*, 2008, pp 110-117

سہولیات فراہم کرنی ہوں گی جیسے کہ مہذب سڑکیں، موثر نقل و حمل کا نظام، توانائی، رہائش وغیرہ۔ یہ خدمات ریاست کی طرف سے شہری منصوبہ بندی کے حکام جیسے حیدرآباد اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی (HUDA)، میونسپل کارپوریشن آف حیدرآباد(MCH) ، ہاؤسنگ بورڈ،اور دیگر کے ذریعے فراہم کی جاتی ہیں۔ اس طرح کے بنیادی ڈھانچے کی سہولیات بھی نئی کمیونٹیز کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں،اور زیادہ منصوبہ بندی کی مداخلت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی رجحان شہر کے شمالی نصف حصے میں ہو رہا ہے، جس کے نتیجے میں سکندرآباد کے ساتھ مل کر ایک بہت بڑا شہر بن گیا ہے۔ جنوبی نصف، خاص طور پر دیواروں والا شہر کا حصہ، جس میں صنعتی ترقی کی کمی ہے، کو اس طرح کے عمل میں حصہ لینے سے روک دیا گیا ہے۔ ایک اور وجہ جس نے جنوبی نصف کو نظرانداز کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے وہ ریاست کی لسانی تنظیم نو تھی، جس کے نتیجے میں آندھرا پردیش کے امیر ساحلی علاقے کو شامل کیا گیا۔ آندھرا کے متلاشی تارکین وطن شہر کے شمالی نصف حصے کے ساتھ ساتھ سکندرآباد میں آباد ہوئے، لیکن شہر کے جنوبی نصف حصے میں نہیں (یہاں جنوبی نصف شہر کے پرانے حصوں کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ جنوب میں مضافاتی علاقے، جس نے تارکین وطن گروپوں کو اپنی طرف متوجہ کیا، مثال کے طور پر، دلسکھ نگر، سرو نگر، حیات نگر جو وجئے واڑہ ہائی وے کے ساتھ واقع ہیں رہائشی کالونیاں بڑھ رہی ہیں) اس کے نتیجے می [107] ں، ان شمالی

[107] K. V Narayana Rao., *Internal migration policies in An Indian state: A Case Study of the Mulki Rules in Hyderabad and Andhra*. Migration and Development Study Group, Center for International Studies, Massachusetts Institute of Technology, Cambridge,1977

علاقوں میں کاروبار اور تجارت کو فروغ حاصل ہوا، اور حیدر آباد کے امیر پیٹ، پنجاگٹہ، چکڈ پلی، ڈومل گوڈا، اور عنبر پیٹ محلوں کے ساتھ ساتھ سکندر آباد کے مریڈ پلی، بیگم پیٹ اور سیتا فالمنڈی کے محلوں میں نئے ہاؤسنگ کمپلیکس سامنے آئے۔۔ حیدر آباد انفرا کچر اور ثقافتوں سے مالا مال تھا جس نے ملک اور دنیا بھر سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا، بالکل اسی طرح جیسے بہت سے دوسرے ریاستی پروگرام جو لوگوں کو دیہی سے شہری علاقوں کی طرف کھینچتے ہیں۔ شہر کی آباد کاری کی ترتیب وقت کے ساتھ بدل گئی ہے، جس میں مختلف نئی کمیونٹیز جنم لے رہی ہیں۔

4.3 تیسرا مرحلہ

4.2.2-1990 کی اقتصادی اصلاحات کے بعد بندوبستی نظام :

ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم کے طور پر، نہرو نے سوشلسٹ سرمایہ داری کی حمایت کی۔ وہ آزاد منڈی کی معیشت اور سرمایہ دارانہ ماڈل پر ملک کی معاشی ترقی کے مخالف تھے۔ تاہم، ان کے جانشینوں نے عالمگیریت کو ایک حقیقت اور ہندوستان کی اقتصادی ترقی کے بہترین نمونے کے طور پر قبول کیا۔ لہذا، انہوں نے 1990 کی دہائی میں نئی لبرل اقتصادی اصلاحات متعارف کروائیں [108]، جس سے غیر ملکی کمپنیوں کو ہندوستان میں تجارت، سرمایہ کاری اور تیاری کی اجازت ملی۔ اس کے نتیجے میں، ملٹی نیشنل

[108] https://economictimes.indiatimes.com/opinion/poke-me/poke-me-why-nehru-was-a-capitalist/articleshow/35684261.cms?from=mdr

کمپنیوں نے ملک کے سیاسی استحکام، سستی مزدوری، ممکنہ انسانی وسائل اور خام مال کی دستیابی کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف ہندوستانی شعبوں میں سرمایہ کاری کی۔

حیدرآباد شہر بھی اس کا فائدہ اٹھانے والا تھا کیونکہ آئی ٹی، فارماسیوٹیکل، مالیکیولر بیالوجی اور دیگر شعبوں نے کئی سالوں میں بہت زیادہ غیر ملکی سرمایہ کاری کو راغب کیا۔ حیرت کی کوئی بات نہیں، حیدرآباد میں نئے "اکنامک زونز" بن گئے۔ ہنر مند نوجوانوں کے لیے کافی ملازمتیں پیدا کرنا؛ دوسری صورت میں ویران، پتھریلی اور ریتلی جگہوں کو متحرک اقتصادی مرکزوں میں تبدیل کرنا؛ شہر کا اگواڑا بدلنا؛ ہر جگہ شاپنگ اور بزنس کمپلیکس کی تعمیر؛ رقم کی گردش کو بہتر بنانا؛ تجارت اور کاروبار کو فروغ دینا؛ دیہی-شہری تبدیلی کو متحرک کرنا؛ شہر کاری کو بڑھانا؛ ریاستی وسائل کی تکمیل؛ زمین کی آسمان چھوتی قیمتیں ریاستی ترقی اور انسانی وسائل کی ترقی کے اشاریہ جات کو بہتر بنانا؛ مختلف نسلی، مذہبی اور علاقائی پس منظر کے لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانا، اس طرح حیدرآباد کے کثیر الثقافتی کے فطری مینو میں ذائقہ شامل کرنا۔ غیر ملکی بہاؤ نے حیدرآباد کے آباد کاری کے انداز یا اس کے انسانی رہائش کے پر یفیکچر میں کافی حد تک نقصان پہنچای[109]ا۔ کچھ بکھرے ہوئے مکانات ایک بڑے شہر کی شکل اختیار کر گئے، اور اب تک غیر آباد، ناقابل کاشت اور قابل کاشت اراضی کے علاقوں پر کمپنی کے ڈھانچے، کاروباری مراکز، شاپنگ کمپلیکس، ہوٹل، کرائے کی

[109] M. S., Kumar, N. C.Mondal., Maragouni, H., Kumar, J. V., Reddy, K. S., & Varade, A. M. Urban Growth in a Part of Hyderabad City, Southern India using Remote Sensing and GIS Techniques. *Journal of Geosciences*, *4*(1), 2019, pp 81-87

عمارتیں، سرکاری اپارٹمنٹس اور مکانات کا قبضہ تھا۔ دوسرے ہندوستانی ریاستوں سے آنے والے لوگ اس لیے معاشی سرگرمیوں نے حیدرآباد شہر میں پچھلی چند دہائیوں کے دوران مختلف لوگوں کو دوبارہ منظم کیا۔ حیدرآباد کے بندوبستی نظام میں تبدیلی مذکورہ پیش رفت کا فطری نتیجہ تھا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس طرح کی تبدیلی راتوں رات نہیں ہوئی بلکہ اسے تیار ہونے اور عملی شکل دینے میں برسوں لگے۔ چونکہ آبادکاری کا نمونہ حیدرآباد کے اندر مقامی انتظامات یا بستیوں کی تقسیم کے عمل کی نشاندہی کرتا ہے، اس لیے موجودہ مطالعہ، اس طرح، رہائش، آبادیاتی، خاندانی اور برادری کے نمونوں میں تبدیلی کے معاملے میں رہائش کی تمام حرکیات کو کھولنے کے لیے وقف ہے۔ سماجی تنظیم، صحت کی دیکھ بھال؛ ثقافتی تانے بانے، اقتصادی پروفائل وغیرہ۔ اس کے علاوہ، یہ شہر میں ریلوے، روڈویز، واٹر باڈیز، ایئرویز، اور مواصلات اور نقل و حمل کے نیٹ ورکس کی تعمیر کا مطالعہ کرتا ہے۔ 1990 کی دہائی کے اوائل کے دوران، ہندوستان کی معیشت نے اہم پالیسی تبدیلیوں کا تجربہ کیا، جس کے نتیجے میں اقتصادی تبدیلی کا ایک نیا نمونہ متعارف ہوا، جسے عام طور پر لبرلائزیشن، پرائیویٹائزیشن، اور گلوبلائزیشن (یا ایل پی جی کا ماڈل) کہا جاتا ہے۔ ایل پی جی ہندوستان کی معیشت کو عالمی سطح پر سب سے تیزی سے ترقی کرنے والی اور سب سے زیادہ مسابقتی بنانے کی خواہش رکھتا ہے۔ 1990 پالیسی کی پالیسی اور اس کے دوران، ہندوستان کی معیشت نے اہم تبدیلیوں کا تجربہ کیا، جس کے نتیجے میں اقتصادی تبدیلی کا ایک نیا نمونہ ہوا، پلیٹ فارم پر لبائزیشن، پرائیویٹائزیشن، اور گلوبلائزیشن (یا ایل پی جی کا) کہا جاتا ہے۔ ایل پی جی ہندوستان کی معیشت کو عالمی سطح پر سب سے تیزی سے

ترقی کرنے اور سب سے زیادہ مسابقتی بنانے کی تلاش ہے۔ اور شہر کی مضافاتی زمینوں کو شہری علاقوں میں تبدیل کر دیا گیا، اور زرعی زمین، جنگل کی زمین، اور بنجر زمین کو تجارتی زمین میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور شہر نے کئی نئے قصبوں کو جنم دیا۔ عالمگیریت کی اصطلاح عام طور پر دنیا کی معیشتوں کو بغیر روک ٹوک تجارت اور مالیاتی بہاؤ اور ٹیکنالوجی اور علم کے باہمی تبادلے کے ذریعے انضمام سے تعبیر کرتی ہے۔ ہندوستانی سیاق و سباق میں، اس میں غیر ملکی کارپوریشنوں کو ہندوستان میں اقتصادی سرگرمیوں کے بہت سے شعبوں میں کام کرنے کی اجازت دے کر، ہندوستانی کاروباری اداروں کو بین الاقوامی تجارت میں داخلے کی اجازت دے کر، براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کو راغب کرنے کے لیے معیشت کو آزاد بنانا شامل ہے۔ تعاون اور انہیں بیرون ملک مشترکہ منصوبے بنانے پر زور دینا؛ ہندوستان کی 1991 کی پالیسی اصلاحات کے مطابق مقداری حدود سے ٹیرف اور امپورٹ لیویز میں تبدیل ہو کر بڑے درآمدی آزادانہ منصوبوں کو نافذ کرنا۔ بندوبستی نظام کے نمونوں میں تسلسل اور تبدیلیوں کے علاوہ، عالمگیریت نے بہت سے دوسرے پہلوؤں کو متاثر کیا ہے، اور ہم نے ان پہلوؤں میں بڑی تبدیلیاں دیکھی ہیں۔ سب سے اہم تبدیلیوں میں سے ایک جو ہم نے محسوس کی ہے وہ ثقافتی تبدیلی ہے، یا حیدرآباد تہذیب، جو گلوبلائزیشن کی آمد کے بعد ڈرامائی طور پر تبدیل ہوئی ہے۔

4.3-ثقافتی تبدیلی :

حیدرآباد کی ثقافت یا حیدرآبادی تہذیب، کئی ثقافتوں کے ارتقاء اور انضمام کا نتیجہ ہے جن میں سے کچھ عارضی تھیں (جیسے برطانوی اور فرانسیسی) اور کچھ ثقافتیں جنہوں نے حیدرآباد کو اپنا گھر بنایا اور اس طرح دوسری ثقافتوں کے ساتھ مل گیا۔ مختلف ثقافتوں کی آمد اگرچہ قطب شاہی سے بہت پہلے کے دور کی ہے۔ موجودہ حیدرآبادی تہذیب کی بنیاد قطب شاہی دور میں رکھی گئی تھی۔ قطب شاہی اور آصف جاہی کے دور حکومت میں شمالی اور جنوبی ہندوستان سے متعدد برادریاں مختلف اوقات میں حیدرآباد منتقل ہوئیں[110]۔ نتیجتاً، حیدرآباد ملک کے لوگوں کے تقریباً تمام پہلوؤں کا مرکز بن گیا۔ 10 ویں صدی کے اوائل میں شمالی ہندوستان سے بہت سے خاندان آئے۔ ان برادریوں نے حیدرآباد کی سیاسی، سماجی اور ثقافتی زندگی میں اہم کردار ادا کیا۔ حیدرآبادی ثقافت پر فارسیوں کے اثرات کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی، فارسی 1591 عیسوی میں شہر کے آغاز سے ہی حیدرآباد کی ثقافتی ساخت کا حصہ رہے ہیں، یہ ناگزیر تھا کیونکہ شرافت قطب شاہیوں کے گورننگ خاندان کو کنٹرول کرتی تھی، جو فارس (جدید ایران) میں پیدا ہوئے تھے، اور ساتھ ہی انتظامیہ میں اہم عہدوں پر۔ اس پہلو نے حیدرآباد کے فن، فن تعمیر، ادب اور ثقافت پر اس کے قیام کے بعد تقریباً دو صدیوں تک نمایاں اثر ڈالا، اور اس کا اثر ان تمام شعبوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ حیدرآباد میں زندگی کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو تھا جو فارسی ثقافت سے متاثر نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایرانی اثر و رسوخ میں کمی آئی ہو، لیکن یہ

---

[110] V. Pandey., Changing Facets of Hyderabadi Tehzeeb: Are we missing anything?. *Space and Culture, India*, *3*(1), 2015,pp.17-29

کبھی بھی مکمل طور پر ختم نہیں ہوا، اور فارسی نسل کے لوگ اور خاندان حیدر آباد میں کم از کم اعلیٰ طبقے کے درمیان کافی طاقت کا استعمال کرتے اور زندگی کے طریقے کو متعین کرتے رہے (پرساد، 1998)[111]۔ شیلا راج، حیدر آباد کی ثقافتی نسبت کے اپنے تجزیے میں، دعویٰ کرتی ہے کہ شہر کی متنوع برادری میں مسلمان اور ہندو دونوں شامل ہیں، نیز مختلف نسلی، نسلی، مذہبی اور سماجی بنیادوں سے تعلق رکھنے والے مرد بھی شامل ہیں۔ حیدر آباد تمام ذاتوں اور سماجی پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی آماجگاہ تھا۔ اس کے نتیجے میں حیدر آباد کے باشندوں کو متعدد تہذیبوں نے متاثر کیا۔ اس خطے کے مقامی تلگو نے ان لوگوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ان کے ساتھ گھل مل گئے جو دکن کے اس خطے میں کئی سالوں میں منتقل ہوئے اور ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ فیوژن کے نتیجے میں ایک منفرد جامع حیدر آبادی ثقافت پیدا ہوئی ہے،[112] جو ہندوستان کے شمال سے تیلگو آبادی اور مغلوں کے درمیان ابھری ہے، جنہوں نے 16 ویں صدی میں کیاستھ گروپ کے ہندوؤں کو ریاست میں لایا اور نمایاں عہدوں پر فائز ہوئے۔ کائستھ (کبھی کبھار ہجے کیاستھ یا کیتھ) ایک ہندو ذات یا گروہ ہے جس کی جڑیں ہندوستان میں ہیں۔ کائستھ پڑھے لکھے مصنف کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں، اور انہوں نے روایتی طور پر ریکارڈ کیپر، پبلک اکاؤنٹنٹ، مصنفین، اور ریاستی منتظم کے طور پر کام کیا ہے۔ 16 ویں اور 19 ویں صدی کے درمیان، ترک اور فارسی دانشوروں، فنکاروں، کاریگروں اور

---

[111] J. Tata, & S. Prasad., Cultural and structural constraints on total quality management implementation. *Total Quality Management*, *9*(8), 1998. Pp 703-710

[112] Y. Vaikuntham., Oriental Culture and the Raj (A Study of Hyderabad between 1858-1911). In *Proceedings of the Indian History Congress* (Vol. 51, pp. 447-452). Indian History Congress. 1990

تاجروں کی ایک نئی لہر آئی، جسے بادشاہوں نے قلعوں، مقبروں اور دیگر تعمیرات کو خوبصورت بنانے کے لیے مدعو کیا۔ ایک خوبصورت زبان اردو کی پیدائش اس کی رنگارنگ علاقائی طور پر بولی جانے والی حیدرآبادی اردو یا 'دکھنی بولی' (دکنی بولی) کے ساتھ ہوئی، جس میں اکثر اپنے خرچ پر مزاح کا عنصر شامل ہوتا ہے، اس بات چیت اور مختلف مقامات کے لوگوں کے آپس میں گھل مل جانے کے نتیجے میں ہوا۔[113]

4.4 - طرز لباس میں تبدیلی:

لباس پہننے کے انداز، کھانے کی عادات، رسوم و رواج اور روایات سبھی مخلوط ثقافت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ حیدرآبادی تہذیب کو قرون وسطیٰ کے حیدرآباد میں اس کی سادگی کی خاصیت تھی۔ لوگ بنیادی اور بڑے پیمانے پر اپنے مذاہب کے ماننے والے تھے، حالانکہ وہ دوسروں کے مذاہب کا احترام کرتے تھے۔ شیلا راج کے مطابق تہذیب، ثقافت کی سادگی لوگوں کے لباس میں جھلکتی تھی۔ عام طور پر، دھوتی یا کمر کا کپڑا، ایک چھوٹی جیکٹ یا سوتی کا کوٹ، مراٹھواڑہ کے علاقے میں سرخ یا سفید پگڑی، اور تلنگانہ میں ہمیشہ سفید ہی حیدرآباد کے دیہی علاقوں میں سب سے عام قسم کے لباس تھے۔ وہ موسم کی پرواہ کیے بغیر کمبل یا کمبل اپنے

---

113 Y .Vaikuntham, Op.Cit, 1990.pp 460-493

ساتھ لے جاتے تھے (دوسری طرف، حیدر آباد کا موسم معتدل تھا جہاں زیادہ تر رہائش گاہوں میں پنکھے نہیں تھے)۔ یہ ہندو اور مسلمان دونوں پہنتے تھے۔ مسلمان خواتین چولی (بلاؤز) اور دوپٹہ کے ساتھ لہنگا یا پیٹی کوٹ پہنتی تھیں۔ ہندو خواتین ساڑھیاں اور چولی (بلاؤز) پہنتی تھیں، لیکن مسلمان خواتین چولی (بلاؤز) اور دوپٹہ (لمبا اسکارف یا اسٹول جو بنیادی طور پر جنوبی ایشیا کا حصہ ہیں) کے ساتھ لہنگا یا پیٹی کوٹ پہنتی تھیں۔ دستار، یا سر کے پوشاک، جو حیدر آباد کے باشندے پہنتے تھے، مختلف انداز میں آتے تھے۔ لوگوں کے پیشوں، ذاتوں اور خاندانوں کی شناخت کے لیے مختلف قسم کے خاندان یا روایتی دستار کا استعمال کیا جاتا تھا۔ کسی اور کی دستار پہننے پر جھگڑے ڈالے جاتے تھے۔ جن کے باپ دادا فوت ہو چکے تھے وہ سفید دستار پہنتے تھے، جب کہ دوسرے اپنے مزاج کے مطابق رنگوں کا انتخاب کرتے تھے۔ دستار کو تنظیم کا سب سے زیادہ احترام والا حصہ سمجھا جاتا تھا (راج، 1987)[114]۔ گنگا اودھنی (آدھی ساڑھی) تیلگو ثقافت میں نوجوان خواتین اور لڑکیوں کے لیے ایک مقبول انتخاب تھی۔ چمیلی کے پھولوں سے مزین بالوں نے حیدر آبادی تہذیب کی خوبصورت تصویر بنائی۔ تاہم، عالمگیریت کے نتیجے میں، نئے، زیادہ جدید لباس ابھرے ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود کہ عالمگیریت کو اکثر ایک خالص معاشی رجحان کے طور پر غلط سمجھا جاتا ہے، یہ واضح ہے کہ "تمام سرحدوں پر

[114]S., Raj & S. Rāj, *Mediaevalism to Modernism: Socio-Economic and Cultural History of Hyderabad, 1869-1911*. South Asia Book, 1987

انسانوں کو مجبور کیا جارہا ہے کہ وہ یا تو اپنے نظریاتی نظام کو یکسر اور تیزی سے تبدیل کریں یا پھر ایک ایسی فکری دنیا میں زندگی بسر کریں جواب ان کی سوچ کے مطابق نہیں ہے۔

(کیزنگ اینڈ کیزنگ، 1971: 343)۔ جیسا کہ "معاشی ترقی" کے انعامات آفاقی عزائم بن جاتے ہیں، "وہ [لوگ] اس چیلنج پر ڈرامائی طور پر مختلف طریقوں سے ردعمل ظاہر کرتے ہیں،" جیسا کہ Keesing نے اشارہ کیا۔ اس کے سماجی، ثقافتی اور سیاسی نتائج ہیں جن پر توجہ دینا ضروری ہے۔ حیدرآباد میں روایتی مسلم خاندانوں کی اپنی زینانہ (خواتین سے متعلق) تھی۔

4.5 فن تعمیر:

آصف جاہی (نظام) کے دور میں فن تعمیر کا سنہری دور تھا، جس کے دور حکومت میں حیدرآباد کا جڑواں شہر سکندرآباد تعمیر کیا گیا تھا۔ نظام کے دور میں، عثمانیہ یونیورسٹی، چومحلہ پیلس، کنگ کوٹھی محل، اور فلک نما محل شاندار فن تعمیر کی چند مثالیں ہیں۔ اسی دور میں سکندرآباد کو فرانسیسی اور بعد میں برطانوی فوجیوں کے لیے ایک پوسٹ کے طور پر بنایا گیا تھا۔ سکندرآباد میں آرمی بیرکس، کلب اور ولاز انگریزی تعمیرات کی نشانیاں ہیں۔

جب شہر کے ایک حصے کا نام تبدیل کر کے سائبرآباد اور ہائیٹیک میٹروپولیس رکھا گیا، تو انتہائی موافقت پذیر شہر نے ڈاٹ کام بوم (آئی ٹی انقلاب) کے نئے پن کو ترقی کے ساتھ قبول کیا راجیو گاندھی بین الاقوامی

ہوائی اڈہ اکیسویں صدی میں حیدر آباد کا تاج زیور ہے۔ گچی بوولی میں کئی دیگر ڈھانچے، جیسے کہ آئی ٹی[115]
انٹرپرائزز اور کانفرنس سینٹرز جیسے ، جدید انفراسٹرکچر کی شاندار مثالیں ہیں۔ پردہ کے علاوہ، ستونوں کے
درمیان کے سوراخوں میں بانس کی پٹیوں کو رنگین رسیوں کے ساتھ بلائنڈز کے طور پر بنایا گیا تھا۔ ان کو
چلمن کہا جاتا تھا۔ سبز آنکھوں کے لیے ایک بہت ہی پر سکون رنگ ہے، اس لیے ان میں سے بہت سے سبز
رنگ کیے گئے تھے۔ حیدر آبادی تہذیب کی اپنی منفرد رغبت اور کشش ہے۔ نریندر لوتھر لکھتے ہیں
"1591 میں گولکنڈہ کے چھٹے قطب شاہی سلطان محمد قلی نے ایک شہر کو 'جنت کا نمونہ' بنایا۔ بھاگیہ نگر کا
نام ان کی محبوبہ بھاگ متی کے نام پر رکھا گیا تھا۔ ایک جرمن معمار جان پیپر نے 1983 میں دلیل دی کہ
"یہ شہر واقعی قرآنی آسمان کا ایک تعمیراتی استعارہ تھا، " عظیم زیارت گاہیں، مشہور ہیروں کی کانیں، اور بین
الاقوامی تجارت نے پوری دنیا سے زائرین کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ ساحلی تجارت نے لوگوں کو دور دراز کے
علاقوں سے رابطہ میں لایا، جس میں قیمتی پتھروں اور پرنٹ شدہ کپڑوں کی برآمد بھی شامل ہے، جس میں
مشہور چنتز پانڈے بھی شامل ہیں۔

[115] Vinita, Pandey., "Changing Facets of Hyderabadi Tehzeeb: Are we missing anything?." *Space and Culture, India* 3.1 (2015): 17-29.

یہ روم کی خواتین اور مزید یورپ میں بہت مشہور تھا۔ بلقیس لطیف (لطیف، 2008) کے مطابق، منی ایچر پینٹنگ کا شاندار دکھنی انداز، نیز مشہور قلم کاری ہاتھ سے پینٹ شدہ کپڑے جو فارسی زندگی کے درخت کے ساتھ ساتھ ہمارے رامائن کے مناظر کو بھی دکھاتے ہیں، یہ سبھی حیدرآباد کے ثقافتی امتزاج کا حصہ ہیں۔

نریندر لوتھر کا کہنا ہے کہ اورنگزیب کا حقیر جزیہ - پول ٹیکس - کبھی بھی جنوب میں لاگو نہیں ہوا تھا، جو حکمران طبقے کی مختلف قسم کو نمایاں کرتا ہے۔

دوسری طرف، اس کی تاریخ سیکولرازم کے مضبوط دھاگے سے نشان زد ہے۔ راجہ بھوانی پرشاد، ایک کیاستھ رئیس، نے 1805 میں عطاپور کے رام باغ میں پہلا کیاستھ مندر تعمیر کیا۔ تیسرے نظام سکندر جاہ نے رام، سیتا اور لکشمن کے بتوں کی تنصیب کی صدارت کی۔ اس نے اسے دیکھ بھال کے لیے 12000 روپے کی جاگیر بھی دی۔

4.6 تعلیمی تبدیلی:

چونکہ 1990 کی دہائی سے پہلے اور اس کے بعد کاؤنٹی اور تبدیلی کو دیکھنے کے لیے مطالعہ کا بنیادی مرکز، دیگر تمام شعبوں کی طرح تعلیمی شعبہ بھی وقت گزرنے کے ساتھ بدل رہا ہے، اور اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہاں روایتی نظام تعلیم موجود نہیں تھا۔

موجودہ عالمگیریت کے دور میں ہمارے پاس ایسی چند مثالیں ہیں جو اب بھی روایتی تعلیم کو شمار کرتی ہیں، جیسا کہ درس نظامی نصاب اب بھی کچھ دینی مدارس اور مدارس میں رائج ہے اور سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں جدید نصاب کا تعارف ملتا ہے۔

زبان کے وسیلے میں گنتی اور تبدیلی کو دیکھا گیا ہے جیسے کہ قطب شاہی اور ابتدائی آصف جاہی کے زمانے میں ذریعہ تعلیم کے لیے فارسی بنیادی زبان تھی، بعد میں اردو کو بھی متوازی طور پر استعمال کیا گیا۔ ریاست نے 1884 میں اردو کو سرکاری زبان کے طور پر قبول کیا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تعلیمی تدریس میں بھی اردو کو ذریعہ تعلیم کے طور پر منتخب کیا گیا۔ متعدد اسکولوں میں تلگو کو دوسری زبان کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، عالمگیریت کے دور میں، تمام روایتی اداروں، جیسے کہ مدارس، گورکل، اور کچھ سرکاری اسکولوں نے اپنے موجودہ نصاب میں نمایاں تبدیلیاں کی ہیں۔ جدید دور میں مدارس میں مختلف زبانیں اور فنی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ 1990 کی دہائی کی اقتصادی اصلاحات کے دوران متعدد نئی MNCs ، صنعتوں اور دیگر کاروباری مراکز کی آمد کے علاوہ، شہر نے بہت سے نامور اسکولوں، کالجوں اور اداروں کا قیام بھی دیکھا ہے[116]۔

---

[116] P. Kaur-., Impact of Globalization on Indian Education System. International Journal of Engineering Research & Technology (IJERT) Vol. 2 Issue 12, December – 2013,pp .39-56

اعلیٰ کالجوں کی محدود تعداد کو چھوڑ کر، چند ہندوستانی ادارے بین الاقوامی سطح پر منظور شدہ یا تسلیم شدہ ہیں۔ نتیجے کے طور پر، اشرافیہ کے اداروں کی ایک چھوٹی سی تعداد سخت مقابلے کا شکار ہے۔ ہندوستانی تعلیمی نظام گھر بیٹھے طلبہ سے فنڈز پیدا کرنے سے قاصر ہے۔ ہندوستانی طلباء، جن کی فیسیں ان کے والدین ادا کرتے ہیں، برطانوی اعلیٰ تعلیم کے خالص سبسڈیزر بن گئے ہیں۔ امریکہ میں ہندوستان کے تقریباً 80,000 غیر ملکی طلباء ہیں۔ اور چین میں ایک اندازے کے مطابق 5,000 ہندوستانی میڈیکل طلباء ہیں۔ بہت سے بہترین طلباء بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے کا انتخاب کرتے ہیں۔ اور موجودہ عالمگیریت کے دور میں بہت سی بڑی صنعتی تنظیمیں جیسے ٹاٹا، ریلائنس، اور ایسر، نیز تجارتی انجمنیں جیسے CII ،FICCI، SIAM، اور ACMA ، ہندوستان بھر میں انسٹی ٹیوٹ آف ایکسی لینس کے قیام کے لیے اقدامات شروع کرتی ہیں، ان اداروں کے تعاون سے۔ جیسا کہ ہارورڈ سکول آف بزنس، امریکہ میں 'دوسرے ممالک سے لوگوں کو ملازمت دینے کے کئی فائدے ہیں۔ طلباء بین الاقوامی تجربہ حاصل کریں گے اور مہارتوں کو بہتر بنائیں گے جیسے صنعت سے بات کرنا، پیشکشیں دینا، اور اعلیٰ حکام کے ساتھ بات چیت کرنا۔ بین الاقوامی طلباء کو بھرتی کرنا اداروں کے لیے مالی فائدہ حاصل کرنے کی ایک تکنیک ہے۔

4.7 حیدرآباد کی دستر خوانی تہذیب (FOOD CULTURE)

کھانا کسی بھی تہذیب ثقافت کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے۔ حیدرآباد اپنے حلیم اور بریانی کے لیے مشہور ہے، جو پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ حیدرآبادی کھانے کے بہت شوقین ہیں۔ جیسا کہ بلقیس لطیف نے لکھا ہے کہ زیادہ تر گفتگو کھانے پر بحث کے ساتھ ختم ہوتی نظر آتی ہے! باریک چاولوں اور لذیذ گوشت کی گرم کچی بریانی سے زعفران اور الائچی کا عطر پورے شہر کے بعام گاہوں میں پایا جاسکتا ہے، یا یہاں تک کہ اگر کوئی دوپہر کے وقت کسی گلی میں گھوم رہا ہو۔ اور کہا جاتا ہے کہ ایک بار استعمال کرنے کے بعد، یہ آپ کو مزید شہر کی طرف لے جائے گا! حیدرآبادی کھانوں کی اپنی منفرد شخصیت ہے جو شہر کی متنوع ثقافت کی عکاسی کرتی ہے۔ فارس سے زعفران، الائچی اور جائفل، شمالی ہندوستان سے گھی میں بھرپور تلے ہوئے مصالحے، اور گوشت، سمندری غذا، چکن، یا کرکراتلی ہوئی سبزیوں میں کھٹے املی کے پھل، سالن کے پتے، اور گرم سرخ مرچوں کے بنیادی، تیز، مقامی آندھرا اجزاء اور مسالیدار، مرچ گرم پکوان کھانے کی خصوصیت رکھتے ہیں بگھارے بینگن (گریوی کے ساتھ مسالہ دار بیگن کا سالن) اور مرچی کا سالن (مسیالی چٹنی کے ساتھ ہری مرچ کا سٹو) میں بھرپور مسالے (مسالے) املی کے استعمال کی بدولت پیٹ کے لیے آسان ہو جاتے ہیں، جو تلنگانہ میں کافی مقبول ہے (لطیف 2008)[117]۔

---

[117] Pandey, Vinita., "Changing Facets of Hyderabadi Tehzeeb: Are we Missing Anything?." *Space and Culture, India* 3.1 2015,pp. 17-29

تمام کھانے فرش پر دستر خان پر پیش کیے جاتے تھے (روایتی کھانے کے لیے قالین پر بچھا ہوا سفید کپڑا)، لیکن چاقو، کانٹے، چمچ، شیشے یا نیپکن، جنہیں یورپی کھانے کے مزے کے لیے ضروری سمجھتے ہیں، کبھی استعمال نہیں کیے گئے۔ حیدر آباد کے لوگوں کی روزمرہ کی زندگی میں کھانے کی ایک وسیع رینج کے ساتھ دستر خان ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے بہت اہم تھا۔ یہ لوگوں کی سماجی زندگی کا ایک جزو تھا، اور وہ اپنی مہمان نوازی کے لیے پہچانے جاتے تھے۔ یہ دکنی ثقافت کی شان و شوکت کی علامت تھی۔ امیر ہو یا غریب، سب پر یکساں احسان تھا۔

یہ شاندار دکنی ثقافت کی نشانی تھی۔ غریب ہو یا امیر، مہمان نوازی میں سب برابر تھے۔ حیدر آباد میں کھانا پکانا پہلے زمانے میں اور کسی حد تک آج بھی اپنے آپ میں ایک فن تھا۔ کڑھائی اور فیتے کے کام جیسی ہنر مند تکنیکوں سے مزین صاف ستھرے دستار خان میزبان کے اچھے ذوق کی علامت تھے۔ روایتی طور پر حیدر آباد کے لوگ ذات پات یا سماجی مقام سے قطع نظر بہت زیادہ چاول اور کھٹی چیزیں کھاتے تھے۔ ایک مخصوص ڈش میں متناسب مقدار شامل کی جاتی ہے [118]، جس سے اس کا ذائقہ بہتر ہوتا ہے اور یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ کسی کی صحت کے لیے فائدہ مند ہے۔ "اگر شیروانی ہمارا قومی لباس ہے تو بریانی ہمارا قومی کھانا ہے،" شاہد

---

[118] Kumar, Prarthana., "Sustenance of Hyderabadi Haleem from Local to gGobal." *Excel International Journal of Multidisciplinary Management Studies* 3.9 2013,pp. 94-107

صدیقی (راج، 1987 میں اس مضمون "حیدر آباد کی بریانی" میں نقل کیا گیا ہے) نے لکھا۔('قومی' کی اصطلاح یہاں محدود معنی میں استعمال ہوئی ہے[119]۔

اب بھی، شادی یا ختنہ سے منسلک پارٹیاں بریانی کے بغیر ادھوری سمجھی جاتی ہیں۔ سبزیوں کی مختلف اقسام اکیلے یا مٹن کے ساتھ پکائی جاتی تھیں (اور اب بھی ہیں)۔ بگھارے بیگن اور مرچی کا سالاں، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، ایک منفرد حیدر آبادی پکوان ہیں۔ اسے چند دنوں کے لیے ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ٹماٹر اور کلتی کے ساتھ کٹ حیدر آباد کے سب سے پرانے اور مقبول کھانوں میں سے ایک تھا (راج، 1987)۔

یہ تمام ترکیبیں آج بھی خطے میں مقبول ہیں۔ 1800 کی دہائی کے آخر میں، یورپی پکوان جیسے کہ روٹی، بسکٹ، کیک، پیسٹری، پڈنگ، آئس کریم اور فروٹ سلاد متعارف کروائے گئے۔ نظام کے پاس امرا کا محکمہ تھا جو محکمہ کے ماہرین کی مدد سے سرکاری عشائیہ، لنچ اور گھروں میں منصوبہ بندی کرتا تھا۔ مثال کے طور پر گوا سے تعلق رکھنے والا برگنازا یورپی کھانوں کا ماہر تھا۔ حیدر آباد میں "سائبر کلچر" کے عروج کے ساتھ، جدید حیدر آبادی کھانوں میں اب کھانے کی ایک وسیع رینج شامل ہے، بشمول بین البراعظمی کھانے (اطالوی، میکسیکن، بحیرہ روم وغیرہ)۔

[119] V. Pandey., 2015, Op.cit.pp 17-30

ایرانی چائے حیدرآباد میں تہذیب کا ایک بڑا عنصر ہے۔ایرانی چائے، عثمانیہ بسکٹ،اور ایرانی سموسے ایرانی کیفے میں سب سے زیادہ مقبول پکوان ہیں۔ حیدرآبادی مختلف قسم کے مشروبات کے عادی ہیں، بشمول جنوبی ہندوستانی کافی اور بانڈی چائی۔حیدرآباد کا جدید شہر بانڈی فوڈ کلچر اور کری پوائنٹ کلچر کا گھر ہے۔ ناشتہ (اڈلی،وڈا،ڈوسا وغیرہ)اور شام کے ناشتہ بندیوں (موبائل اسٹالز) پر زیادہ مقبول ہو رہے ہیں۔

4.8سماجی تبدیلیاں:

16ویں صدی میں گولکنڈہ کی قرونِ وسطیٰ کی بادشاہی کے دارالحکومت کے طور پر قائم ہونے سے لے کر ایک جدید ریاست کے میٹروپولیس اور میگا سٹی کے طور پر اس کی موجودہ حیثیت تک، حیدرآباد نے اپنی پوری تاریخ میں اہم تبدیلیاں کی ہیں۔اگرچہ گولکنڈہ کا دور ایرانی ثقافت کو فروغ دینے کے لیے جانا جاتا تھا، لیکن اس نے شہر کی مقامی تیلگو ثقافت کی ترقی کی بھی حوصلہ افزائی کی، جیسا کہ اس حقیقت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکمران تیلگو میں روانی رکھتے تھے اور اس میں شاعری کرتے تھے۔حیدرآباد اپنے وجود کی چار صدیوں سے زائد عرصے کے دوران کئی سماجی و ثقافتی تبدیلیوں سے گزرا ہے[120]۔ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران اس کی ترقی غیر معمولی رہی ہے،اس مقام تک جہاں اب یہ مختلف شناختوں کی عکاسی کرتی ہے، چاہے وہ سبھی حیدرآباد کی شناخت میں شامل ہوں۔ کرسٹینا فرانسس کے مطابق۔" جڑواں" (حیدرآباد اور

---

[120] Leonard, Karen Isaksen., *Social History of An Indian Caste: The Kayasths of Hyderabad*. Orient Blackswan, 1994,pp 53-97.

سکندر آباد کے جڑواں شہر) سالوں میں اس قدر ترقی کر چکے ہیں کہ انہوں نے چار منفرد شناختیں بنائی ہیں۔ پرانا شہر، نیا شہر، ٹیک سٹی، اور سکندر آباد ایک متحرک حیدر آباد کے طور پر چار الگ الگ شہروں کے طور پر ظاہر ہونے کے لیے کافی الگ ہیں [121]۔ ہر 25 کلو میٹر یا اس کے بعد، حیدر آباد ایک نئی شناخت لیتا ہے اور حیدر آبادی ایک مختلف شخصیت کو اپناتا ہے۔ انفارمیشن ٹکنالوجی کے آنے کے ساتھ صنعت اور کاروباری ثقافت تیار ہو رہی ہے۔ ایک ٹیک سٹی (مادھاپور، انڈیا) ایک لائف لائن کے طور پر کام کرتا ہے۔ کونڈاپور اور گچی بوولی) ایک نیا شہر قائم کرنے کے لیے ضم ہو گئے ہیں۔ ایک خاص عمر کا ایک حیدر آبادی جس نے شہر میں رہنے کا انتخاب کیا ہے فرانسس شہر کے مواقع کے لیے اس کی تعریف کرتا ہے۔ وقت کی رفتار کے ساتھ ثقافت سے بہت سی چیزیں چھوٹ جاتی ہیں جسے کوئی بھی محسوس کر سکتا ہے جیسا کہ نریندر لوتھر حیدر آباد میں تبدیلی لاتا ہے۔ اور بہت ہی درست اور جذباتی انداز میں گم شدہ ٹکڑا۔ حیدر آباد، ان کا دعویٰ ہے، جنت کی شبیہہ میں تخلیق کیا گیا تھا۔ نئے اپارٹمنٹ ٹاورز نے شہر کے تمام باغات اور کم ڈھانچے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

یہاں تک کہ انتہائی متمول محلوں میں بھی کثیر المنزلہ شاپنگ مالز پھوٹ پڑے ہیں۔ اس کی شریانیں بند ہیں، اس کی سانسیں آلودہ ہیں، اور اس کی تاریخ سب کچھ کھو چکی ہے۔ 2.5 بلین سال پرانی دلچسپ چٹانیں لاپرواہی سے تباہ ہو رہی ہیں۔ حیرت انگیز طور پر، اگرچہ لوگوں کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن ان کا معیار

---

[121] Francis, Christina., "Twin Cities Four Identities: Hyderabad, Times of India."12 June, 2012

زندگی گر جاتا ہے۔ پرانی یادیں ایک بھولی ہوئی جنت کی آرزو ہے جس میں کنکریٹ کی چوڑی سڑکیں، کم اسکائی لائن اور باغات ہیں۔ جیسا کہ لوتھر نے لکھا ہے کہ یہ آرام دہ زندگی، شائستگی، مشاعروں، قوالیوں اور چوکی دعوتوں کی دنیا کی تڑپ ہے۔ یہ ماضی کے سیپیاٹونز کے لیے ایک پرانی تڑپ ہے۔، میں بھی پرانی یادوں سے دوچار ہوں میں اس شہر میں پچاس سال پہلے آیا تھا۔ میں اب بھی حیدرآباد میں ہوں مگر حیدرآباد کہاں گیا اے وقت کے پرندے۔ حیدرآبادی تہذیب سیکولرازم کی بنیاد پر استوار ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ ہم ایک سیکولر جذبے کی زندگی گزار رہے ہیں اور اس کی تصویر کشی کر رہے ہیں، یہ دیکھ کر مایوسی ہوتی ہے کہ مذہبی تہواروں کو طاقت اور غلبہ کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ عوام کی دوستی اور نرم مزاجی کا فقدان ہے۔ ونجا.نگیری کے مطابق، نوابی رویوں اور آرام دہ طرز زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں۔ سب کچھ ایک خوفناک رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے۔ حیدرآباد نے معاشی خوشحالی سے لے کر ثقافتی تبدیلیوں تک بڑے پیمانے پر تبدیلی دیکھی ہے۔ شہر کے نوجوان اس توسیع کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ انہوں نے ان تمام چیزوں کو نئے سرے سے ایجاد کیا ہے جو پہلے حیدرآبادی کے نام سے مشہور تھے، ان کی بے چینی کے ساتھ ہپ اور ہوپنگ کا حصہ بننے کے لیے، اور توانائی کی سطح کو میچ کرنے تک[122]،،

[122] Luther, Narendra., "Bridging Two Cultures." *SEMINAR-NEW DELHI-*. Vol. 585. MalyIka Singh, 2008.

کمرے کی کمی کی وجہ سے اپارٹمنٹ کلچر ایک ضرورت بن گیا ہے۔ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اپارٹمنٹ کلچر بہت سے مذاہب اور ذاتوں کے افراد کو ایک ساتھ رہنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ حیدرآبادی اپارٹمنٹ کلچر سے حال ہی میں تعلق نہیں رکھ سکتے تھے، شاید ایک دہائی پہلے۔ کافی مزاحمت کے بعد، انہوں نے مکانات کی مانگ اور زمین کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کو تسلیم کر لیا ہے، اور پورے شہر میں اونچی قیمتیں جنم لے رہی ہیں۔ خوش قسمتی سے، بعض علاقے، جیسے جوبلی ہلز، جدید دور کے عجائبات سے محفوظ ہیں اور باغات والے گھروں کی خوبصورتی کو برقرار رکھتے ہیں۔ معاشرے وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ درحقیقت معاشرہ مسلسل تبدیلیوں کی خصوصیت رکھتا ہے۔ عالمگیریت کے نتیجے میں جدیدیت کی قوتیں عروج پر ہیں۔ نہ صرف اشیاء اور خدمات کا تیزی سے تبادلہ ہوتا ہے بلکہ ثقافت کا تیزی سے پھیلاؤ بھی ہوتا ہے۔ حیدرآباد کا منظر نامہ پچھلی دہائی میں ڈرامائی طور پر تبدیل ہوا ہے، آئی ٹی کے کاروبار اور شاپنگ مالز شہر کی ثقافت کا ایک لازمی حصہ ہیں۔ مال کلچر نے اپنے مخصوص طرز زندگی کو عام کیا ہے۔ جیسا کہ جیوترمائی شرما حیدرآباد میں تبدیلی کے بارے میں لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "وہ گندی پیٹ جھیل کا پانی نہیں پیتے ہیں اور خوش قسمتی سے، چند سالوں میں ختم ہو جائیں گے، "۔ وہ گیٹڈ کمیونٹیز میں رہتے ہیں، بے جان دفاتر میں کام کرتے ہیں، مقامی آبادی کے ساتھ شاذ و نادر ہی بات چیت کرتے ہیں، ہفتے کے آخر میں جراثیم کش لیکن شور مچانے والی سلاخوں میں جاتے ہیں، اور پیر کی صبح اپنے کبوتر بند وجود میں واپس آتے ہیں۔ وہ شہر سے غافل ہیں۔

اور شہر ان سے غافل ہے" (شرما، 2008)[123]۔ شہر کی توسیع نے سفر کے اوقات میں اضافہ کیا ہے۔ لوگوں کے سماجی رابطوں نے نئی جہتیں اختیار کی ہیں، جس میں ویک اینڈ پارٹیز اور پب کلچر نے نمایاں موجودگی قائم کی ہے۔

شہر کی مشہور تصویریں، جیسے کہ اس کے شمالی ہم منصب، لکھنؤ، ایک ہم آہنگی پر مبنی ہندو مسلم ثقافت، گنگا جمنا تہذیب، اور فرقہ وارانہ تقسیم کے درمیان کھینچی گئی ایک اشرافیہ کی یاد دلاتا ہے جس نے نہ صرف چارمینار اور چومحلہ جیسے مشہور عجائبات کو پیچھے چھوڑ دیا۔ بلکہ یکساں طور پر شاندار محلات اور بارادریاں (بارادریوں کو "بارادریس" بھی کہا جاتا ہے)۔ بارہ دری ایک ڈھانچہ یا پویلین ہے جس میں 12 دروازے ہیں جو آزادانہ ہوا کے بہاؤ کی اجازت دیتے ہیں[124]۔

کئی تحریروں، مونو گرافس، اور نسلی گرافیوں میں، بہت سے متاثر حیدرآبادیوں نے کہا ہے کہ حیدرآبادی تہذیب میں دلکشی اور رومانس، شان و شوکت کے نظاروں کو لیجنڈ کے ساتھ بُنایا گیا ہے، جو کئی سالوں سے عصری لوک داستانوں کو متاثر کرتا رہا ہے۔ دکنی اردو (حیدرآبادی اردو اردو کی ایک بولی ہے جو سابق نظام کی حیدرآباد ریاست (اب تلنگانہ، مہاراشٹر کے مراٹھواڑہ علاقہ اور کرناٹک کے حیدرآباد-کرناٹک علاقہ میں) کے علاقوں میں بولی جاتی ہے اور اس کا ڈائاسپورا ایک فیوژن پکوان ہے جو اس کی امتیازی اور خصوصیت کے

[123]Banagiri, Vanaja., "Hyderabad Hazir Hai." *Rupa and Co, New Delhi* 2008.pp39-97
[124] Aaftaab, Naheed Gina., "Branding a Global Identity: Labor Anxieties, Conspicuous Consumption, and Middle class culture in Hyderabad, India." 2012

لیے نشان زد ہے۔ پر کشش تقریر، دکنی اردو (حیدرآبادی اردو اردو کی ایک بولی ہے اس کے سابقہ نام حیدرآباد دکن سے، اسے دکنی اردو بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں ہندوستانی زبانوں جیسے مراٹھی، تیلگو اور کنڑ کے ساتھ ساتھ عربی جیسی غیر ملکی زبانوں سے قرض کی اصطلاحات بھی شامل ہیں۔، ترکی، اور فارسی)۔ یہ تمام وضاحتیں درست ہیں، پھر بھی وہ کسی نہ کسی طرح موجودہ حقیقت کو کمزور کرتی ہیں۔ نظامی دور کے عجائبات، جیسے عمارات، موتی، اور لذیذ کھانوں سے ہٹ کر، عصری حیدرآباد نے ترقی کی ہے، جیسا کہ اس کے چیلنجز اور مشکلات ہیں، جس کا نتیجہ ذات، طبقے، مذہب اور علاقائی تصادم کی صورت میں نکلا ہے۔ عام لوگوں کے درمیان روزمرہ کے سماجی میل جول کا حصہ رہنے والے رواجی نزاکت، آداب اور شائستگی ختم ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ بہترین مثال یہ ہے کہ آٹو والے (آٹو ڈرائیور) مسافروں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔ شہر کا پرسکون ماحول یکسر بدل گیا ہے۔ تنظیمیں تیار ہوئی ہیں۔ روایتی لباس کو مغربی اور جدید لباس نے جگہ دی ہے۔ کنکریٹ کے جنگلوں اور آلودگی نے ستاروں کی روشنی کو چرالیا ہے اور قطب ستارہ تاریک ہو گیا ہے۔[125]

نہ صرف آج کا حیدرآباد، جس کی آبادی 80 لاکھ سے زیادہ ہے، آصف جاہ خاندان کے سابق دارالخلافہ سے زیادہ اور مختلف ہے، بلکہ ہمیں ان توانائیوں اور تنازعات کو سمجھنے کے لیے بھی وقت پر واپس جانے کی

[125] Jyotirmayi. Sharma., "Shahar Baaki Hai Mohabbat Ke Nishaan Baki Hai", available at http://www.indiaseminar.com ,2008.

ضرورت ہے جو آبادی اور مقبول ثقافت کی خصوصیات ہیں۔ ہم شہر کے مستقبل سے بھی محروم ہو سکتے ہیں اگر ہم شہر اور اس کے اندرونی علاقوں کے درمیان تعلق کو نہیں سمجھتے، جو کہ ہم آہنگی سے زیادہ استخراجی ہے۔

اپنی جنونی رفتار میں، میٹروپولیس اپنے وسائل خصوصاً زمین اور پانی کو ختم کر رہا ہے۔ یہ شہر، جسے پہلے "جھیلوں کا شہر" کہا جاتا تھا، مقامی آبی ذخائر کے خاتمے کے ساتھ ساتھ زمین کے استعمال کے انداز میں ڈرامائی تبدیلی کا سامنا کر رہا ہے۔

درحقیقت شہر بدل جاتے ہیں، لیکن تبدیلی ان سے ان کی شناخت یا تہذیب کو چھین نہیں سکتی۔ دیکھنے والوں کے لیے حیدرآباد ایک مثبت تصویر پیش کر سکتا ہے، لیکن جو باشندے شہر کی اتنی تیز رفتار ترقی کے گواہ ہیں، ان کے لیے یہ تبدیلی ہمیشہ خوشگوار نہیں ہوتی۔ حقیقت میں حیدرآبادی تہذیب کی بنیادی باریکیاں ان تبدیلیوں کے نتیجے میں دھیرے دھیرے ختم ہوتی جا رہی ہیں۔

مذکورہ بالا بحث کے نتیجے میں کوئی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ یہ تمام تبدیلیاں راتوں رات نہیں ہوئیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ایل پی جی ماڈل کے متعارف ہونے اور اس کے نفاذ کے بعد، ہم نے نہ صرف اقتصادی شعبے میں بلکہ دیگر شعبوں میں بھی تیز رفتار ترقی اور تبدیلیاں دیکھی ہیں، جیسا کہ حیدرآباد شہر نے خود دیکھا۔ مطالعہ کے نتائج کے مطابق، آبادکاری کے نمونوں میں تبدیلی کی چند اہم وجوہات یہ ہیں:

• دارالحکومت کی گولکنڈہ سے حیدرآباد کی دیواروں والے شہر کے علاقے میں منتقلی۔

دارالحکومت کی گولکنڈہ سے حیدرآباد منتقلی کے دیگر نظریات کے علاوہ، ہمارے مطالعے سے معلوم ہوا ہے کہ دارالحکومت کی منتقلی کی بنیادی وجہ گنجان اور زیادہ آبادی والا ماحول ہے، جیسا کہ ہم نے فصیل والے شہر میں دیکھا ہے، جہاں اسی وجہ سے یہ شہر شمال کی طرف بڑھنے لگا۔ بہت سے تاجر، فنکار اور غیر ملکی اس کے اچھے ٹرانزٹ مقام، شاہراہوں کے ساتھ ساتھ مچھلی پٹنم جیسے سمندری راستوں کی وجہ سے گولکنڈہ پہنچے۔ اس کے نتیجے میں گولکنڈہ کے باہر بہت سے کاروان سیریس بنائے گئے، اور ہم نے آہستہ آہستہ محسوس کیا کہ شہر کی توسیع شہر سے باہر پھیلنے لگی۔

• دارالحکومت کی اورنگ آباد سے حیدرآباد منتقلی۔

1769 میں، نظام علی خان آصف جاہ دوم نے اپنا دارالحکومت اورنگ آباد سے حیدرآباد منتقل کیا، اور اس کے ساتھ ہی، شہر کے تمام محکمے، شرافت اور اہلکار حیدرآباد منتقل ہو گئے۔ پہلے، شہر کا کنٹرول اورنگ آباد سے تھا۔ دارالحکومت کی منتقلی نے آبادکاری کے انداز میں تبدیلی کا سبب بنی، جس کے ساتھ شہر کی دیواروں والا علاقہ بھیڑ بھر گیا اور شہر کے شمال کی طرف ترقی ہوئی۔

• 1990 کی دہائی کے بعد آبادکاری کا نمونہ۔

1956 میں ریاستی تنظیم نو کے بعد، بنگلور اور چنئی کے حیدر آباد میں منتقل ہونے کی وجہ سے آباد کاری کے انداز میں زبردست تبدیلی آئی، اور ساحلی آندھرا کے بہت سے لوگ حیدر آباد میں آباد ہوئے، اور کوکٹ پلی جیسے شہر میں بہت سی کالونیاں قائم کی گئیں، لیکن 1990 کی دہائی کے بعد، یہ شہر آئی ٹی کا مرکز بن گیا، اور آباد کاری کے انداز میں زبردست تبدیلی دیکھی گئی۔ اور شہر ایک دیوار والے شہر سے شمال کی طرف منتقل ہو گیا، جیسے سکندر آباد، اور اس کے بعد موجودہ سائبر آباد یا HI-TEC سٹی میں۔

باب5

ریاستی پالیسی

پچھلے باب میں، ہم نے حیدر آباد شہر کی تیز رفتار ترقی اور اس کے آس پاس کے اندرونی علاقوں کی طرف پھیلنے کے بنیادی عوامل پر تبادلہ خیال کیا ہے۔ ایسا ہی ایک عنصر صنعت، ہاؤسنگ، صحت، تعلیم، ٹرانسپورٹ، بجلی وغیرہ کے شعبوں میں ریاست کے کردار سے ظاہر ہوتا ہے۔ بڑے پیمانے پر پبلک سیکٹر کی صنعتوں کے قیام، سیٹلائٹ ٹاؤن شپس کے قیام، یونیورسٹیوں اور دفاعی اداروں کے لیے زمین فراہم کرنے پر ریاستی مداخلت متاثر ہوتی ہے۔ صنعتی محل وقوع کی پالیسی، فلاح و بہبود پر مبنی ہاؤسنگ

پروگرام، شہری اراضی کی حد کے ایکٹ، زمین کے استعمال کے منصوبے، اور اسی طرح اقدامات کے ذریعے شہری ترقی کے لیے مرکز-ریاست منصوبہ بندی ترقیاتی ایجنسیوں کی شراکت داری کے تحت تیسری دنیا کے مختلف شہروں کی طرز پر مکمل اس کی پیروی کی جاتی ہے۔ موجودہ باب 5 ہندوستان کی متلنگانہ ریاست میں شہری کاری اور حیدرآباد شہر کی اجارہ داری کے حوالے سے ریاستی پالیسیوں کے مطالعہ پر مرکوز ہے۔ یہ ایک ہی بار میں نہیں ہوا۔ اس میں 90 کی دہائی میں شہری کاری کے تصور سے لے کر 2020 کی دہائی میں اس کی تکمیل تک مختلف عمل شامل تھے۔

5.1 ہندوستانی اقتصادی اصلاحات:

ایک ان حالات کے گرد گھومتا ہے جو گلوبلائزیشن پروگرام کے تحت ہندوستان میں 90 کے بعد کی اقتصادی اصلاحات کے بعد تشکیل پاتے ہیں۔ دوسرے ممالک کی طرح، ہندوستان آزاد منڈی کی معیشت کے تحت غیر ملکی سرمایہ کاری کا ایک اہم فائدہ اٹھانے والا تھا۔ 1990 کی دہائی کے اوائل تک، ہندوستان کی معیشت نے کافی پالیسی تبدیلیوں کا تجربہ کیا ہے۔ ایل پی جی (لبرلائزیشن، پرائیویٹائزیشن، اور گلوبلائزیشن ماڈل) ایک آپس میں جڑا ہوا تصور ہے اور ہندوستان کو دنیا کی سب سے تیزی سے ترقی کرنے والی اور مسابقتی معیشت بنانے کے لیے اقتصادی اصلاحات کے اس نئے نمونے کو نام دیا گیا ہے۔ یہ پہلی بار ہندوستانی معیشت میں 1990 میں نمودار ہوا، جب ملک شدید کساد بازاری کا شکار تھا۔ اقتصادی لبرل ازم کے بے نتیجہ، ہندوستان مرکزی ریاست اقتصادی شراکت داری کے تناظر میں ایک

کمان اور بڑی حد تک محدود معیشت سے لبرل مارکیٹ اکانومی میں تبدیل ہو رہا تھا۔ کینیڈی (2007) نئی مارکیٹ اکانومی میں اس طرح کے تعلق کے عمل کو بیان کرتا ہے۔ ریاستی دارالحکومتوں اور بڑے شہری مراکز، ملک بھر میں، غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے مقابلہ کیا۔ بھارت سے باہر کی صنعتوں کو راغب کرنے کے لیے روڈ شوز کا انعقاد کیا گیا۔

چونکہ بہت سی ہندوستانی ریاستیں غیر ملکی سرمایہ کاری کے فوائد کو بہتر بنا رہی تھیں، اس لیے آندرا پردیش اس سے محفوظ نہیں رہ سکتا، خاص طور پر جب اس کے مغربی دنیا کے ساتھ برسوں پرانے روابط تھے اور جب اس کی آبادی کثیر النسل اور زیادہ تر کثافت پر مبنی تھی۔ لہذا، 1991 میں، ریاست آندھرا پردیش نے اپنے وزیر اعلیٰ چندرا بابو نائیڈو کی قابل قیادت میں، تجارتی، مینوفیکچرنگ، اور مالیاتی شعبوں میں FDI یا نئی صنعتی پالیسی (NIP) کے فوائد کے بارے میں سوچا جس کا مجموعی اثر ریاست کی مجموعی اقتصادی ترقی پر پڑا ہے۔

مواقع کے ساتھ ساتھ، دارالحکومت حیدرآباد کے ساتھ آندھرا پردیش کی اپنی مجبوریاں بھی تھیں کہ وہ 90 کی دہائی کے بعد کی ہندوستانی اقتصادی اصلاحات سے ہم آہنگ ہوں۔ یہ ایک روایتی معیشت تھی جس کی جڑیں زراعت پر تھیں۔ ریاستی جی ڈی پی میں اس کا حصہ خاطر خواہ نہیں تھا۔ 1980 اور 1995 کے درمیان اس میں نمایاں کمی آئی۔ صنعتی یا مینوفیکچرنگ کا شعبہ تقریباً جمود کا شکار تھا۔

1995-1996 تک، ریاست کی مجموعی گھریلو پیداوار (جی ڈی پی) قومی اوسط سے بہت نیچے تھی۔ سبسڈی اور فلاحی کاموں پر ریاستی اخراجات ضرورت سے زیادہ تھے، جو کہ اس کے جی ڈی پی کا تقریباً 10 فیصد تھے (راؤ، 2002)۔[126] جیسے جیسے محصولات کم ہو رہے تھے اور اخراجات بڑھ رہے تھے، تو ریاستی معیشت بحران کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔

حیدر آباد کی شہری ترقی 1968 کی تلنگانہ تحریک کی وجہ سے اور زیادہ ضروری ہو گئی [127] جس میں ریاست آندھرا پردیش سے تلنگانہ کی علیحدگی کی کوشش کی گئی تھی. یہ صرف حکومت ہند کی سرپرستی میں آندھرا اور تلنگانہ کی قیادت کے درمیان سیاسی تصفیہ کے ساتھ ہی ختم ہو گئی[128]۔ آندھرا کے لوگوں کو گارنٹی دینے کے لیے چھ نکاتی فارمولہ تیار کیا گیا تھا، جو تلنگانہ کے ملازمین اور طلبہ کے لیے اٹھائے گئے تحفظاتی اقدامات سے خوفزدہ تھے۔ مزید یہ کہ حیدر آباد کی سنٹرل یونیورسٹی تمام طبقات کے لوگوں کے لیے قائم کی گئی تھی اور سرکاری ملازمین کی شکایات کو دیکھنے کے لیے ایک انتظامی ٹریبونل قائم کیا گیا تھا۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ دونوں خطوں کے لوگوں کے لیے شہری

---

[126] Diganta.Das., "Making of High-Tech Hyderabad: Mapping Neoliberal Networks and Splintering Effects." *Singapore Journal of Tropical Geography* 36.2 ,2015, pp. 231-248

[127] D. Tripati . Rao., "Economic Reforms, Anatomy of Behavioural Agents and Macroeconomic Outcomes: A Critical Rview of the Performance of the Indian Economy." *Review of Development and Change* 7.2 2002, pp.213-255.

[128] Ramachandraiah, and V.K. Bawa., "Hyderabad in the Changing Political Economy." *Journal of Contemporary Asia* 30.4 ,2000, 562-574

سہولیات پیدا کرنے کے لیے 10 کروڑ کی مرکزی حکومت کی فنڈ نگ سے ایک میٹروپولیٹن ڈیولپمنٹ اتھارٹی قائم کی گئی[129]۔ مرکزی حکومت کا پانچواں منصوبہ حیدرآباد کی شہری ترقی کے پیچھے ایک اور عنصر تھا۔اس نے مرکزی حکومت کی مربوط شہری ترقی اسکیم (IUDP) کے تحت تمام میٹروپولیٹن شہروں اور ریاستی دارالحکومتوں کی ترقی پر زور دیا۔ 1975 میں، ہندوستانی حکومت نے حیدرآباد کے میٹروپولیٹن شہر کے لیے مالی مدد فراہم کرنے پر اتفاق کیا، بشرطیکہ اس مقصد کے لیے ایک طویل مدتی ماسٹر پلان تیار کیا جائے۔ بیج کا سرمایہ زمین کے حصول، شہری کاری، ترقیاتی منصوبوں اور شہری خدمات کی تخلیق کے لیے فراہم کرنے پر اتفاق کیا گیا۔ منصوبہ بندی اور ترقی کے حکام کو منصوبوں کی منصوبہ بندی، رابطہ کاری، نفاذ، فنڈ نگ اور نگرانی کے لیے مناسب اختیارات اور ایک قانونی بنیاد کی ضرورت تھی۔ ریاستی حکومت کو معاشرے کے کمزور طبقات کے مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک معقول شہری اراضی اور ہاؤسنگ پالیسی اپنانے کی بھی ضرورت تھی۔ مزید یہ کہ اس بات کو یقینی بنانے کا حکم دیا گیا کہ بڑے پیمانے پر صنعتوں کو میٹروپولیٹن علاقے میں کوئی جگہ نہ ہو۔ مکمل منصوبہ بندی اور عمل درآمد کو وزارت تعمیرات و مکانات اور وزارت خزانہ اور منصوبہ بندی کمیشن، حکومت ہند کے نمائندوں کے ساتھ مشاورت سے انجام دینے کی ضرورت تھی۔ ریاستی حکومت کو حیدرآباد کی شہری ترقی کے لیے مقامی فنڈز جمع کرنے کی ضرورت تھی۔ مرکزی حکومت کی امداد 10 لاکھ یا اس سے زیادہ

[129] Ibid.,566-570

کے شہروں کے لیے 3/33 فیصد اور چھوٹے شہروں کے لیے 50 فیصد تھی۔ مندرجہ بالا میں شامل کیا گیا، "تجویز کردہ شہری زمین اور ہاؤسنگ پالیسی" پر ہدایات کا ایک مجموعہ تھا۔ اس سے شہری زمین کے بڑے پیمانے پر حصول، لیز ہولڈ کی بنیاد پر اراضی کو ٹھکانے لگانے، تمام اخراجات (بشمول زمین کے حصول، جسمانی اور سماجی انفراسٹرکچر وغیرہ کے خلاف عدالت میں پیشی کی وجہ سے قابل ادائیگی ممکنہ زیادہ شرحوں سمیت) کو شامل کر کے زمین کی قیمتوں کا تعین کرنا شامل ہے۔ خریدار، اعلی آمدنی والے گروہوں کو زمین کے تصرف پر سخت حدیں لگاتا ہے، اور ایک کراس سبسڈی جس کے تحت امیر رہائشی غریب لوگوں کے اخراجات کو سبسڈی دیتے ہیں جو زیادہ قیمتیں ادا نہیں کر سکتے تھے۔ پلاٹوں کا سائز اقتصادی طور پر کمزور طبقات (ESW) کے لیے 50 مربع میٹر، کم آمدنی والے گروپ (L1G) کے لیے 150 مربع میٹر، متوسط آمدنی والے گروپ (MIG) کے لیے 250 مربع میٹر اور 400 مربع میٹر تک محدود ہونا تھا۔ زیادہ آمدنی والے گروپ (HIG) کے لیے 400 مربع میٹر۔ مرکزی حکومت کی فنڈنگ کو مناسب کرنے کے لیے، شہری منصوبہ بندی[130] اور ترقیاتی اتھارٹی بل 1972 جنوری 1974 میں آندھرا پردیش قانون ساز اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا۔ اس نے ریاست میں شہری

[130] Aliani, Adnan Hameed, and Yap Kioe Sheng., "The Incremental Development Scheme in Hyderabad: An Innovative Approach to Low Income Housing." *Cities* 7.2, 1990, pp. 133-148

منصوبہ بندی اور ترقیاتی اتھارٹیز کے قیام میں سہولت فراہم کی اور ستمبر 1975 میں، حیدرآباد اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی کا قیام عمل میں آیا۔

5.2 غیر ملکی تعلیم:

یہ پالیسیاں بیرونی تجربات کو ذہن میں رکھتے ہوئے تشکیل دی گئیں تھی۔ سابق چیف منسٹر، نائیڈو نے حیدرآباد کی عمودی اور افقی ترقی کے لیے ایک منظم کام کا منصوبہ تیار کرنے کے لیے مختلف ممالک کے ذاتی دورے کیے تھے۔ اس نے شہر کی مرکزی ترقی کی بنیاد پر اس کی شہری تنظیم نو کی منصوبہ بندی کی، جو اکثر سیاسی لیڈروں اور اشرافیہ کی طرف سے چلائی جاتی ہے جو عالمی نولبرل بہکاوے کے عمل کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ [131].(Bunnell & Das, 2010).انہوں نے دنیا بھر کا سفر کیا، سیاسی رہنماؤں، پالیسی سازوں اور ممکنہ سرمایہ کاروں سے 'ریاست کی مارکیٹنگ' کرنے کے لیے ملاقات کی، وہ سنگاپور اور ملائیشیا کی ٹیکنالوجی سے متعلق بڑی پیش رفت سے بہت متاثر ہوئے، خاص طور پر کوالالمپور کے قریب ملٹی میڈیا سپر کوریڈور (MSC)۔ انہوں نے 1994 میں حیدرآباد کو ملائیشیا کے ملٹی میڈیا سپر کوریڈور (MSC) اور ریاستہائے متحدہ کی سلیکون ویلی کی طرح 'نالج انکلیو' بنا کر عالمی معیار کے شہر میں تبدیل کرنے کا تصور کیا[132]۔ 1997 میں، اس نے حیدرآباد میں $350

[131] Tim ,Bunnell, and Diganta Das., "Urban Pulse-A Geography of Serial Seduction: Urban Policy Transfer from Kuala Lumpur to Hyderabad." *Urban Geography* 31.3 ,2010,pp. 277-284
[132] Bunnell, Tim, and Diganta Das., Op.Cit.pp 260-290

ملین نالج انکلیو کا آغاز کیا، جسے HITEC سٹی (حیدر آباد انفارمیشن ٹیکنالوجی اینڈ انجینئر نگ کنسلٹنسی سٹی) کے نام سے جانا جاتا ہے[133]، 65 ہیکٹر کے رقبے میں ہے۔ مقامی طور پر دستیاب انجینئر نگ پول پر بینکنگ اور 1.4 ملین مربع فٹ آئی ٹی جگہ کی دستیابی نے حیدر آباد کو بہت سے بین الاقوامی آئی ٹی اداروں کو دفاتر اور تحقیقی مراکز قائم کرنے کی طرف راغب کرنے میں مدد کی۔

5.3 تکنیکی مہارت:

اس کے ساتھ ہی، انہوں نے مختلف افراد، گروہوں اور تنظیموں سے تکنیکی مہارت حاصل کی۔ 1999 میں، ریاستی حکومت نے 'آندھرا پردیش وژن 2020' تیار کیا، ایک پالیسی دستاویز کا مسودہ معروف کنسلٹنگ فرم، میک کینسی اینڈ کمپنی کی مدد سے تیار کیا گیا تھا۔ ملائیشیا کا وژن 2020، جس کے ذریعے ملائیشیا کی حکومت نے تکنیکی طور پر ایک ترقی یافتہ معاشرہ بنایا اور ایک ترقی یافتہ معیشت کی طرف 'لیپ فروگنگ کی، اس منشور کے لیے ایک اہم تحریک تھی[134]۔ انہوں نے McKinsey Consultancy سے کہا کہ وہ آندھرا پردیش ویژن 2020 تیار کرے جو ریاست کی ترقی کی حکمت عملی کا خاکہ بنائے۔ ویژن دستاویز میں تجویز کیا گیا کہ حیدر آباد ہائی ٹیک نالج انکلیو (حکومت آندھرا پردیش، 1999) کے ذریعہ ترقی کے انجنوں میں سے ایک بن جاتا ہے۔

---

[133] Sumantra,Sen, and Francine Frankel., "Andhra Pradesh's Long March Towards 2020: Electoral Detours in a Dvelopmentalist State." *Doing Business in India: Political Social and Cultural Overview*, 2005, pp. 1-29

[134] Diganta. Das., Op.cit., pp 48-58

درحقیقت، ورلڈ بینک نے سفارش کی ہے کہ ریاست مزید غیر ملکی براہ راست سرمایہ کاری(FDIs) کوراغب کرنے کے لیےاسی طرح کے سانچے کی پیروی کرےاور معلوماتی معاشرے کی طرف 'لیپ فروگنگ' کے ذریعے ہدف شدہ اقتصادی رفتار حاصل کرے۔ نتیجتاً، ریاست نے حیدرآباد کے بازار کے ڈھانچے کواز سر نو ترتیب دیااوراسے انفارمیشن ٹیکنالوجی (آئی ٹی)،انفارمیشن ٹیکنالوجی سے چلنے والی خدمات (آئی ٹی ای ایس)، اور بائیو ٹیکنالوجی کے لیے عالمی معیار کے علمی مرکز کے طور پر برانڈ کیا(نائیڈواینڈنینان،2000)۔

انہوں نے غیر ملکی سرمایہ کاروں کو حیدرآباد آنے اور انفارمیشن ٹکنالوجی، بائیو ٹکنالوجی، فائنانس اور بینکنگ جیسی تیسری صنعتوں میں سرمایہ کاری کرنے کی دعوت دی۔ اس کے ساتھ ہی، انہوں نے فنڈنگ کے لیے مختلف ٹرانسکو نیٹل ایجنسیوں سے رابطہ کیااور حیدرآباد کی ترقی کے لیےان کی شرائط کو قبول کیا۔ ورلڈ بینک ایک مناسب کیس بناتا ہے اس کی ہدایات پر، نائیڈو نے ریاست کے وسائل کو بڑھانے کے لیے کئی اقدامات کیے تاکہ سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام (SAP) کے تحت عالمی بینک کے قرض کی ادائیگی کی جاسکے۔ انہوں نے ریاست کے غریب شہریوں کے لیے فلاحی پروگراموں پر سرکاری اخراجات اور سرکاری سبسڈی کو کم کیا [135]۔(Kirk,2005)

[135] Kirk, Jason ., "Banking on India's States: The Politics of World Bank Reform Programs in Andhra Pradesh and Karnataka." *India Review* 4.3-4 ,2005, PP. 287-325

5.4 عمل درآمد کا مرحلہ:

حیدرآباد کے شہری منصوبے کے نفاذ کا حصہ مختلف گروپوں اور تنظیموں کو منصوبہ بندی کے قائم کردہ اصولوں پر منصوبہ بندی اور عمل درآمد کے لیے تفویض کیا گیا تھا۔ ایسی بیوروکریٹک تنظیمیں پیشہ ور افراد اور تکنیکی ماہرین پر مشتمل ہوتی ہیں جو شہر کی ترقی اور نمو کے تناظر میں منصوبوں پر کام کرتے ہیں، حالانکہ، بعض اوقات ان میں ان کی نوعیت، تنظیم، کنٹرول اور کام کاج کے حوالے سے اوورلیپنگ بھی شامل ہوتی ہے۔ پھر بھی، ریاست نے 1981 میں قلی قطب شاہ اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی بنائی، خاص طور پر پرانے شہر کے لیے۔ اسی طرح میٹروپولیٹن ریجن کے اندر سرکاری اراضی پر HUDA کا کنٹرول ہے۔ لیکن، محکمہ ریونیو نے آج تک ایسی زمین HUDA کو منتقل نہیں کی، محض ریاستی مداخلت اور ووٹ بینک کی سیاست کے لیے ہی کی ہے۔

اس کے باوجود، ریاست نے اپنے شہری ترقیاتی منصوبوں کو کچھ ریاستی ملکیتی تنظیموں کے ذریعے نافذ کیا، جیسے حیدرآباد اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی (HUDA،)، قلی قطب شاہ اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی (QQSUDA)، آندھرا پردیش ہاؤسنگ بورڈ (APHB)، اور آندھرا پردیش انڈسٹریل، انفراسٹرکچر کارپوریشن(APIIC)۔ ہر تنظیم نے شہر کی منصوبہ بندی، صنعتی، شہری اور کچی آبادیوں کی ترقی، سڑک اور شاہراہ کی تعمیر، سیوریج اور نکاسی آب، پانی کی فراہمی، رہائش، تعلیم، صحت، اسٹریٹ لائٹنگ، ٹرانسپورٹ، تفریح وغیرہ میں ایک متعین کام کیا ہے۔ درج ذیل جدول میں مختلف

سرکاری ایجنسیوں کے ناموں کی عکاسی کی گئی ہے جو حیدرآباد شہر اور اس کے اطراف کی شہری ترقی سے متعلق مختلف کام کرتے ہیں[136]۔

Table 5.1

Organisations Involved in Development in Metropolitan Region

Functions	Departments /Organizations	Jurisdiction
1. City Planning	HUDA .1	Metropolitan Region of Hyderabad (MRH)
	Municipal Cooperation of Hyderabad (MCH) .2	MCH Area
	Quali Qutab Shah Urban Development,Authority(QQSUDA) .3	Old City Area
	Director of Town Planning (cease to be after the Urban act at Hyderabad.) .4	State Wide
2. Urban, Land Devolpment and Disposal	HUDA .1	Metropolitan region of Hyderabad (MRH)
	A.P. Housing Board .2	State wide

[136] V.K. Bawa who was the first. Vice-Chairman of HUDA Provides Insight into the Working of HUDA in his Book - *Indian Metropolis: Urbanization," Planning & Management*, Inter- India" Publications, New Delhi, 1987

	QQSUDA .3	Old City
	Pvt. Housing agencies .4	Local
3. Rural Land Conversion	District Revenue Administration	Revnue Districts
4.Building Regulations, Zoning & Bye Laws	HUDA .1	MCH
	MCH .2	MCH
	Indian Standard Institute .3 (provides standard regulations and bye laws)	MRH Area
5.Indutries	Director of Indutires State wise .1	State wide
	A.P. Industrial Infrastructure Corpn .1 A.P. Small Scale industries Dev. Corpn .2	State wide
	Industries Dev. Corporation .3	
	A.P.S. Financial Corpn. .4	
6.Roads National & State Highways.	Roads & Building Department .1	State wide
	MCH .2	Municipal Area
I.Internal Roads	MCH .1	MCH Area
7 Slums (Improvement and Development	MCH .1	MCH Area
	HUDA .2	MRH
	QQSUDA .3	Old City Area
	AP Housing Board .4	State wide
	Private Organisations (Lions Club, Rotary Club) .5	Local
	A. P. Hosuning Board .1	State Wide

8 Sewerage & drainage Sanitaion	HUDA	.2	MRh
	QQSUDA	.3	Old City
	MCH	.4	MCH Area
	LIC	.5	State Wide
	PWD (R&B)	.6	Twin city Area
	Volluntary Agencies	.7	Twin city Area
9.Water Supply	Hyderabad Metro Water Works Deptt.	.1	Metropolitian Region
	State Public Health and Engg. Deptt.	.2	State Wide
10. Housing	A.P Hosuing Board	.1	State Wide
	HUDA	.2	MRH
	QQSUDA	.3	Old City
	MCH	.4	MCH Area
	LIC	.5	State Wide
	PWD (R&B)	.6	State Wide
11 Education	Education Department	.1	State Wide
12 Street Lighting	A. P. State Elctricty Board	.1	State Wide
	MCH	.2	MCH Area
13 Recreation Parks (Play Grounds)	MCH	.1	MCH Area
14 Transport	A.P.S.R.T.C	.1	State Wide
	Railways	.2	National
	Instutional Vechiles (BHEL. ECIL etc).	.3	Local
15 Helath Maternity and Child Welafre	Director of Medical Health Services	.1	State Wide
	MCH	.2	MCH Area

16 Traffic Regulations	State Police Deptt. .1	State Wide
17 Zoological Gardens	A. P. State Forest Department .1	State Wide
	Urban Forestry Deptt. .2	MCH
	Horticulture Deptt. .3	MCH

Source: HUDA

HUDA: تاہم، تمام مذکورہ سرکاری ایجنسیوں میں سب سے اہم حیدرآباد اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی(HUDA) تھی۔ یہ حیدرآباد کی شہری ترقی کا بڑا انجن تھا کیونکہ اسے اے پی اربن ایریاز (ترقی) ایکٹ، 1975 کے ذریعے کثیر جہتی ایجنڈے کے ساتھ بنایا گیا تھا۔اس پر میٹروپولیٹن ایریا کے اندر ترقی کی منصوبہ بندی، انضباطی اور کنٹرول کرنے اور ترقی کے ذمہ دار مختلف سرکاری اداروں کی سرگرمیوں کو مربوط کرنے کی ذمہ داری عائد کی گئی تھی۔ اس کا دائرہ اختیار 600 مربع میل کے رقبے پر تھا جس میں شہر کی میونسپل حدود کا 66 مربع میل بھی شامل ہے۔ براہ راست ترقی اور مجموعی ہم آہنگی اور نگرانی کے درمیان درمیانی راستہ اختیار کرنے کی ضرورت تھی۔ خیال یہ تھا کہ ترقی صرف ان علاقوں میں کی جائے جہاں دوسری ایجنسیاں داخل ہونے سے قاصر ہوں یا ناخوش ہوں۔ کسی بھی صورت میں، اس مقصد کے لیے ایک مناسب ماسٹر پلان تیار کیا جانا تھا۔

5.5ماسٹر پلان:

ماسٹر پلان HUDA کے تحت مختلف الگ الگ منصوبوں پر مشتمل تھا، اور ایک حیدرآباد میٹروپولیٹن ریسرچ پروجیکٹ (HMRD) تھا، جو ساٹھ کی دہائی کے وسط میں انسٹی ٹیوٹ آف ایشین اسٹڈیز اور عثمانیہ یونیورسٹی نے مشترکہ طور پر قائم کیا تھا۔ پروجیکٹ کی طرف سے کی گئی کچھ مخصوص سفارشات زمین کے استعمال کو منظم کرنے کے لیے تھیں۔ زمین کی قیمت طے کریں؛ واٹر سپلائی اور سیوریج والی خالی زمینوں کو تیار کرنا؛ دیواروں والے شہر کے کثیر فعلی کردار کو کم کر کے فعال مقامات کو معقول بنانا؛ کچھ شہر کی تشکیل کے افعال کے محل وقوع کے ذریعے تاریخی مرکز کو تیار کرنا؛ میٹروپولیٹن ضلع میں دیہی شہری ترقی کو مربوط کرنا[137]۔ اسی طرح ڈائریکٹوریٹ آف ٹاؤن پلاننگ کی طرف سے 1973 میں 'حیدرآباد شہر: اس کے مسائل اور امکانات' کے عنوان سے تیار کردہ واقع پلان میں بھی ایسی ہی سفارشات تھیں جیسا کہ HMRD میں درج ہے۔ اس کی اضافی سفارش شہری علاقوں کو روزگار، رہائشی جگہ، تفریح، خوردہ خریداری وغیرہ کے حوالے سے منصوبہ بندی کے حصوں میں تقسیم کرنے کی تھی۔ اس نے حیدرآباد کے بیرونی کنارے پر شمال میں میدچل، مشرق میں

---

[137]Judith A. Brown., "Book Review: Urbanization and work in Modernizing Societies by Arthur J. Field, Glengarry Press, Detroit, for Caribbean Research Institute, 1967, pp. 209, $3.50 Market Settlements in the Hyderabad Metropolitan Region: The Hyderabad Metropolitan Research Project: Technical Bulletin 5, Institute of Asian Studies, Osmania University, 1967, pp. 63, np." *Urban Studies* 5.2 ,1968,pp. 238-240

گھٹکیسر کے ساتھ چار سیٹلائٹ ٹاؤنز کی ترقی کی بھی تجویز پیش کی۔، جنوب میں شمش آباد اور مغرب میں رامچندر پورم-پتنچیرو۔

مختصر یہ کہ حیدر آباد میونسپل علاقہ کے لیے مختلف ذیلی منصوبے سوچے گئے۔ یہ دیواروں والے شہر کی تعمیر نو کے گرد گھومتے تھے،اوراس کے جنوبی حصے کو تعمیراتی اور تاریخی مقامات کے ساتھ شہری سر گرمیوں کا ایک بڑا مرکز بنانا تھا۔ سیاحت کے لیے دستکاری کی صنعت کی ترقی؛ مرکزی اور ریاستی حکومت کے دفاتر پرانے شہر اور ٹرک ٹرمینلز اور تھوک سبزی اور پھل منڈیوں کو جملاٹانک کے علاقے میں منتقل کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ، یہ 100 فٹ چوڑی لوپ روڈ کے ساتھ پرانے شہر کے لیے سر کولیشن پیٹرن کو بہتر بنانے کے لیے فراہم کیے گئے تھے جو چار مینار کے علاقے کو بڑی ٹریفک سے آزاد کرنا تھا جو میونسپل ایریا کے ارد گرد 150 فٹ چوڑائی والی شمالی اندرونی سڑک کو آرٹیریل سڑکوں سے جوڑتا تھا۔ دو سڑکوں کو جوڑتا ہے [138]۔ دو سی بی ڈی کے علاوہ، ایک چار مینار سے بشیر باغ تک اور دوسرا راشٹر پتی روڈ سے ایم جی۔ سکندر آباد میں سڑک، ترناکا، محبوب مینشن، درگا برہنے شاہ کے قریب، چندرائن گٹہ، کاروان نزد ٹولی مسجد، جوبلی ہلز کالونی اور لکڈیکاپل میں 3-3 لاکھ کی آبادی کے لیے سات ضلع تجارتی مراکز (ڈی سی سی) بنانے کی تجویز پیش کی گئی۔ ہر ڈی سی سی کے لیے 30 مقامی

[138] Jaya. Kamalakar., "Ethnic Politics in Municipal Corporations." *Economic and Political Weekly* ,1988, pp. 945-946

تجارتی مراکز ضروری تھے جن کی آبادی 10 ہزار تھی۔ اسی طرح، زمین کے رقبے کو رہائشی، تجارتی، صنعتی، عوامی اور نیم عوامی، تفریحی اور زراعت کے حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ رہائشی علاقے کو مزید کم کثافت (30 افراد فی ایکڑ) درمیانی کثافت (40 سے 50 افراد فی ایکڑ)، زیادہ کثافت (60 سے 70 افراد فی ایکڑ) اور شدید کثافت (100 سے 150 افراد فی ایکڑ) میں تقسیم کیا گیا تھا۔ علاقے کو عام، مرکزی اور مقامی اور صنعتی علاقے کو ہلکی اور خدمت کی صنعت، بھاری صنعت اور خصوصی صنعت میں تقسیم کیا گیا تھا۔

اسی طرح، شہر کے مراکز (یعنی نامپلی اسٹیشن) سے 15 سے 25 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک رنگ ٹاؤن شہر کو گھیرے میں لینا تھا۔ "توسیع پذیر قصبوں" کو موجودہ انسانی بستیوں کے ارد گرد تعمیر کیا جانا تھا جس میں ایک یا زیادہ گاؤں جیسے راجندر پورم-پٹانچیرو، شمش آباد، میدچل اور گھٹکیسر شامل تھے۔ "نیا شہر" میدچل اور گھٹکیسر کے درمیان کے علاقے پر مشتمل تھا۔ وجے واڑہ روڈ پر گھٹکیسر اور شمش آباد؛ شمش آباد اور رام چندر پورم اور میڈ چل اور نرساپور روڈ کے درمیان ہے۔ نئے قصبوں کو خود ساختہ یونٹ بنایا تھا، جو رہائشیوں کو روزمرہ کی زندگی کے لیے تمام ضروری سہولیات فراہم کرتے تھے۔ چونکہ زیادہ تر منصوبے حکومت ہند کی ورکس اینڈ ہاؤسنگ کی وزارت کے رہنما خطوط کے تحت آتے تھے، اس لیے HUDA نے آٹھ بڑے شعبوں کے تحت پانچ سال کی مدت کے لیے ایک

مربوط سٹی ڈیولپمنٹ پروگرام (ICDP) تیار کیا۔ 194.69 کروڑ فنڈ کی تقسیم کا منصوبہ ذیل میں دیے گئے جدول 5.2 میں ظاہر ہوتا ہے[139]۔

Table 5.2

[139] V.K. Bawa who was the first. Vice-Chairman of HUDA Provides Insight into the Working of HUDA in his Book , *Indian Metropolis: Urbanization, Planning & Management*, Inter- India" Publications, New Delhi, 1987

Development Programmes of HUDA From 1976-81

	DEVELOPMENT PROGRAMMES	ESTIMATED COST (in Lakhs)	
1	Water Supply	6,239.88	
2	Sewerage	651.00	
3	Drainage and Garbage Disposal	300.00	
4	Transport and Communication:		
	a) Major Roads:	250.00	
	i) Inner Ring Road	100.00	
	ii) Loop Road	100.00	
	iii) Other Roads	500.00	
	iv) Road Transport	225.00	
	v) Truck Terminals		
	b) Railways:		
	i) Bye-pass line connecting Sanathnagar	460.00	
	and Moula Ali	N.A.	
	i i) Electrification of Metre gauge	490.00	
	section from Medchal to Umanagar	735.00	
	i i i) Doubling of track between		
5	Hussainsagar-		3,794.00
	Hyderabad and Hussainsagar-	300.00	
	Lingampally		
	iv) Arterial siding (Moula Ali,		3,100.00
6	Cherlapalli.	1,054.00	
7	Sanathnagar)		
8	Housing, Urban Renewal and Slum	196.00	
	Clearance:	143.00	
	a) Housing	140.00	
	b) Urban Renewal and Slum Clearance	17.00	
	Industrial Development	169.30	

	Electric Power	500.00
	Miscellaneous:	--------------------
	a) Modern Slaughter House	TOTAL: 19,469.18
	b) Municipal Market	
	c) Vegetable, Grain and Fruit Market	
	d) Electric Crematoria and Graveyard	
	e) Health and Medical Facilities	
	f) Educational facilities (JNT University)	

مذکورہ پروجیکٹوں کے علاوہ، HUDA نے انٹیگریٹڈ اربن ڈیولپمنٹ پروگرام کے تحت اسی طرح کے دوسرے منصوبے انجام دیے، سرونگر میں 20 ایکڑ رہائشی غیر تجارتی کمپلیکس (16.25 لاکھ روپے)؛ ایک نئی بستی ونستھلی پورم (دونوں وجئے واڑہ ہائی وے پر) میں 264 لاکھ روپے کی مالیت کا 100 ایکڑ اراضی پراجیکٹ؛ ترناکا میں ضلعی تجارتی مرکز کے لیے عثمانیہ یونیورسٹی سے (پہلے مرحلے کے لیے 215 لاکھ روپے) میں 7 ایکڑ زمین خریدی گئی تھی۔ شہر کے مغربی جانب مشک محل اور جھانسنگ میں دو کمپلیکس: امبرپیٹ میں دوسرا ضلع تجارتی مرکز اور رام چندرپورم میں ایک رنگ ٹاؤن بھی ہے۔ اس کے علاوہ، HUDA نے میٹروپولیٹن ریجن کی مجموعی منصوبہ بندی کو بھی ترجیح دی

ہے۔انہوں نے میونسپل حدود سے باہر 534 مربع میٹر سے زیادہ کے بقیہ علاقے کے لیے بھی ایک منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ زونل ڈیولپمنٹ پلان (ZDP) کے تحت، پورے 'ترقیاتی ایریا کو 29 زونز میں تقسیم کیا گیا تھا۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ HUDA نے حیدر آباد ڈویلپمنٹ ریجن کے لیے زوننگ کے ضوابط کا مسودہ تیار کیا اور ان میں بلڈ نگ بائی لاز کے نئے سیٹ، سیٹ بیک، وغیرہ کو شامل کیا، جس میں رہائشی علاقوں کے لیے فلور ایریا ریشو (FAR) کو زیادہ سے زیادہ 2.0 تک محدود کیا گیا اور زیادہ سے زیادہ قابل اجازت دی تھی۔ 50 فیصد کی زمینی کوریج؛ سنٹرل بزنس ڈسٹرکٹ ایریا اور آفس ایریا کے لیے زیادہ سے زیادہ 2.5 (FAR) جس میں 60% کی گراؤنڈ کوریج ہے[140] اور بعض محدود MCH وارڈس، چارمینار، فلک نما، کاروان، جیا گوڈا، سکندر آباد، اسمان گڈا اور ایئر فنل علاقوں میں کثیر منزلہ عمارتوں کی تعمیر۔ اس کا اطلاق تمام چار منزلہ عمارتوں (بشمول زیریں منزل) اور پندرہ میٹر یا اس سے زیادہ اونچائی پر ہوتا ہے۔ یہ زیادہ بھیڑ سے بچنے اور تاریخی عمارتوں اور اسکائی لائنز کے فضل اور جمالیات کو برقرار رکھنے کے لیے کیا گیا تھا۔

---

[140] Ibid; pp.136-140.

5.6 ایڈ پروڈکٹ:

تلنگانہ، جنوبی ہندوستان میں ایک نئی تشکیل شدہ ریاست ہے جس کا دارالحکومت حیدر آباد میں ہے۔ 90 کی دہائی کے اوائل میں ہونے والی اقتصادی اصلاحات کے نتیجے میں اسے خطے کے کاروباری اور صنعتی مرکز کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یہ ہندوستان کے سب سے تیزی سے ترقی کرنے والے میٹروپولیٹن شہروں میں سے ایک بن گیا ہے۔ اس کی آبادی 2011 میں تقریباً 7.7 ملین سے بڑھ کر 2014 تک 19 ملین ہوگئی تھی[141]۔ یہ شہر دنیا میں 38 ویں نمبر پر ہے اور 2030 تک یہ دنیا کا 28 واں سب سے زیادہ آبادی والا شہری علاقہ ہوگا۔ حیدر آباد جنوبی اور شمالی ہندوستان کے درمیان رابطے کا کام کرتا ہے۔ ایک چھوٹے سے شہر کے طور پر اس کی ابتدا سے، شہر عمودی اور افقی طور پر پھیلا، جس کا رقبہ 650 کلو میٹر لمبائی اور 7228 کلو میٹر چوڑائی ہے۔ اس کا دلچسپ کارنامہ HITECH سٹی

[141] V.K.Bava., Op.Cit., p.162.

'سائبر ٹاورز' (تصویر 1 دیکھیں) کو اپناتا ہے [142]، ایک دس منزلہ 'انٹیلیجنٹ' عمارت جس میں 580,000 مربع فٹ رقبہ ہے جس میں آپٹک فائبر لنکس، سیٹلائٹ کنکشنز، 24 گھنٹے الیکٹرانک سیکیورٹی سسٹم، شاپنگ پوائنٹس، بینکنگ کی سہولیات، سینکڑوں سافٹ ویئر انجینئرز اور ٹیکنیشنز اور "انٹیلیجنٹ" عمارتوں میں رہائش پذیر متعدد مقامی اور عالمی رئیل اسٹیٹ فرموں کی سہولت کے لیے بلا تعطل بجلی کی فراہمی بھی کی گی ہے۔ HITEC سٹی کے اقدام نے حیدرآباد کی شہری کاری کو فروغ دیا، اور HITEC سٹی کے علاقے میں اور اس کے ارد گرد گیٹڈ رہائشی اپارٹمنٹس، 'انٹیلیجنٹ' دفاتر اور شاپنگ مالز کی بڑے پیمانے پر ترقی ہی ہے۔

5.7 HUDA کی فالٹ لائنز:

کامیابیوں کے باوجود، HUDA مختلف وجوہات کی بنا پر اپنے مقرر کردہ ماسٹر پلان کے مطابق مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ ایک 1960 کی دہائی میں پالیسی کی منصوبہ بندی اور 1970 کی دہائی میں پالیسی پر عمل درآمد کے درمیان وقت کا فرق تھا جس کے دوران حیدرآباد کے منظر نامے میں بہت زیادہ تبدیلی واقع ہوئی۔ دوسرا، متنوع منصوبہ بندی اور ترقیاتی ایجنسیوں کے درمیان اور خود HUDA کے درمیان مفادات کا تصادم تھا۔ تیسرا، ووٹ بینک کی سیاست کے لیے

---

[142] INDIA, POMPI., *Census of India 2011 Provisional Population Totals. Office of the Registrar General and Census Commissioner* New Delhi, 2011

نوکر شاہی اور ترقیاتی اداروں کے دائرے میں ریاستی مداخلت تھی[143]، جس کی وجہ سے اکثر آبادی والے علاقوں میں بے ترتیب بستیاں ابھرتی تھیں۔ اگرچہ مرکزی حکومت نے فنڈ ریلیز کو صنعتوں اور دیگر اقتصادی سر گرمیوں کو میٹروپولیٹن علاقوں سے چھوٹے ترقی کے مراکز میں منتقل کرنے سے مشروط کیا تھا، لیکن آندھرا ریاست نے 60 کی دہائی کے بعد سے شہری کنارے کے قریب نجی شعبے کی فرموں کو غیر معمولی قیمتوں پر زمین کے بڑے حصے مختص کیے تھے[144]۔ BHEL (بھارت ہیوی الیکٹریکل لمیٹڈ)، NFC، (نیوکلیئر فیول کمپلیکس)، IDPL، (انڈین ڈرگس اینڈ فارماسیوٹیکل لمیٹڈ) HAL (ہندوستان ایروناٹکس لمیٹڈ)، اور دیگر نجی فرموں کے قیام نے دسیوں اور ہزاروں ملازمین کو ملازمتیں فراہم کیں[145]۔ لیکن، اس نے شہر کو بے ترتیب انداز میں پھیلایا، اس طرح شہر کے اہم علاقوں کو سیٹلائٹ ٹاؤن شپ کے ساتھ ملا دیا:[146] رام چندر پورم، حیات نگر، مولا علی، اور کوکٹ پلی جیسے علاقے فی الحال ریاست کی بے حسی کی وجہ سے مرکزی شہر کے ساتھ ضم ہو گئے ہیں، اور ووٹ بینک کی سیاست کی مجبوریاں، روزگار پیدا کرنا اور مرکزی فنڈنگ کی آمد محسوس ہونے لگی۔ کانگریس کا

[143] https://housing.com

[144] C. Ramachandraiah., and V. K. Bawa. "Hyderabad in the Changing Political Economy," *Journal of Contemporary Asia* 30.4 ,2000,pp. 562-574.

[145] Oleksandr, Kit, Matthias Lüdeke, and Diana Reckien., "Texture-Based Identification of Urban Slums in Hyderabad, India,Using Remote Sensing Data." *Applied Geography* 32.2 ,2012,pp. 660-667.

[146] Nawas B .Mody., "Local Politics: The Law of the Fishes: Development Through Political Change in Medak District, Andhra Pradesh (South India)"(Book Review)." *Indian Journal of Agricultural Economics* 45.2 ,1990, p.192

مرکز ہونے کی وجہ سے وزیر اعظم اندرا گاندھی نے میدک اور رنگاریڈی حلقوں کو پسماندہ علاقہ قرار دیا اور ان گنجان آباد اضلاع میں صنعتیں لگانے کے لیے کاروباریوں کو سبسڈی اور مراعات کی پیشکش کی گی ۔ نتیجتاً، ضلع میدک میں 1980 تک 24 بڑے اور 289 درمیانے درجے کی صنعتی فرمیں تھیں اور 1980 کے بعد سے 48 بڑے اور درمیانے درجے کی صنعتیں اور 718 چھوٹے پیانے کی صنعتیں تھیں۔اسی طرح رنگاریڈی ضلع میں 1980 تک 39 بڑے اور درمیانے درجے کی صنعتیں اور 644 چھوٹے پیانے کی صنعتیں تھیں اور 1981 کے بعد سے تقریباً 15 بڑے اور درمیانے درجے کی اور 1501 چھوٹے پیانے کی صنعتیں تھیں۔اس ساری گڑ بڑ میں صنعتی تاجروں کے دباؤ کو خارج از امکان نہیں ہے۔ یہ اضلاع سیاسی اسٹیبلشمنٹ کے مرکز کے قریب تھے جو صنعتی لائسنسنگ، فزیکل انفراسٹرکچر،اشیا کی قیمتوں، ٹیکس کی شرح وغیرہ سے متعلق پالیسیوں کو کنڑول کرتی تھی [147]۔

چوتھا، ریاستی حکومت اور HUDA کے درمیان میٹروپولیٹن علاقے میں آنے والی زمین پر کنڑول کے خصوصی حوالے سے ایک جامع ترقیاتی منصوبہ تیار کرنے اور اس پر عمل درآمد کے لیے اتفاق رائے کا فقدان ہے [148]۔ اگرچہ ریاست نے خود ہی HUDA بنایا اور دارالحکومت میں اپنی

---

[147] Jaya Kamalakar., "Ethnic Politics in Municipal Corporations", *Economic and Political Weekly*, Vol.XXIII, No.19, May 7, 1988.pp. 205-245.

[148] Ratna Naidu., "Urban Land Ceiling and Development, of Social Infrastructure", *Economic and Political Weekly, Vol. X I , No.52, Dec.25, 1976".pp139-168*

اراضی کو منتقل کیا، لیکن محصولات کی وزارت نے اسے کسی ایسے ادارے کو منتقل نہیں کیا جو کم از کم اصولی طور پر خود مختار ہو۔ جولائی 1976 کے حکم کے مطابق، ریاستی حکومت نے اعلان کیا کہ ایسی زمین HUDA کو اس وقت تک منتقل نہیں کی جاسکتی جب تک کہ وہ اے پی شہری علاقوں کے سیکشن 13 اور 14 کے تحت ماسٹر پلان اور زونل ترقیاتی منصوبوں کے نفاذ میں خاطر خواہ پیش رفت نہیں کر لیتی۔ (ترقیاتی) ایکٹ، 1975۔ میونسپل کارپوریشن آف حیدر آباد اور پنچایتی اداروں کو مذکورہ ایکٹ کے سیکشن 56 کے تحت وقد کے ذریعہ ایک علیحدہ حکم نامہ کو قابل عمل کے طور پر مطلع کیا جائے گا، حالانکہ پنچایتوں میں عملہ کم ہے[149]۔ کم وسائل کے ساتھ اپنے لوگوں کو خدمات فراہم کرنا انتہائی مشکل ہے۔ دوسری طرف، وہ مضبوط سرکاری اور نجی شعبے کی صنعتوں پر طاقت کا استعمال کرنے سے قاصر ہیں۔ ان کے پاس وسائل، قانونی، تکنیکی یا تنظیمی طاقت کی کمی ہے تاکہ زمین کے استعمال کے کنٹرول کے تمام اصولوں کی مکمل خلاف ورزی کرتے ہوئے بے ترتیب ترقی کو روکا جا سکے۔ HUDA کی میٹروپولیٹن حکمت عملی گرین بیلٹ کو رنگ ٹاؤن سے الگ کرنے میں ناکام رہی تھی شہر کو بالآخر ہاؤسنگ سوسائٹیز اور اداروں نے نگل لیا ہے[150]۔

[149] V.K. Bawa., "Hyderabad: The Urban Nightmare, A Diagnosis And some Remedies", Newstime, July, 1987.pp 280-307.

[150] Sameer, Goel, Rajeev Dwivedi, and A. M. Sherry., "Critical factors for successful implementation of E-governance programs: a case study of HUDA." *Global Journal of Flexible Systems Management* 13.4, 2012, pp 233-244.

پانچویں، گورنمنٹ آف انڈیا اربن لینڈ سیلنگ ایکٹ (ULCA) جون 1975 کو کم قیمتوں پر غریبوں میں تقسیم کرنے کے لیے فاضل اراضی کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے، یہ امید تھی کہ HUDA اتنی مضبوط ہو جائے گی کہ کم لاگت کے مکانات، پارکس، اسکول بنائے۔ اس کے برعکس[151]، ریاست نے تمام اضافی زمین کو بورڈ آف ریونیو افسر کے تحت یو ایل سی اے کو منتقل کر دیا گیا ہے۔ اس سے لوگوں نے زیادہ سے زیادہ زمین اپنے پاس رکھی۔ مزید، ہاؤسنگ کوآپریٹو سوسائٹیز نے اعلی اور متوسط آمدنی والے گروپ کے خاندانوں کے لیے زمین کے بڑے حصے کو بہتر بنایا، جو دراصل، شہری غریبوں کی رہائش کے لیے تھا[152]۔ یہاں تک کہ کثیر المنزلہ عمارت کے احاطے کے لیے زمین کی فروخت بھی شہری غریب رہائش کی آڑ میں ہوئی۔ اس کے اوپری حصے میں، 1975 کے یو ایل سی اے نے HUDA کے اہم پروجیکٹوں کے نفاذ میں رکاوٹ ڈالی حالانکہ انٹیگریٹڈ اربن ڈیولپمنٹ پروگرام کے تحت مرکز کے ساتھ ساتھ ریاستی حکومتوں کی طرف سے منظوری دی گئی تھی۔ تاثر یہ تھا کہ ULCA HUDA کو زمین فراہم کرے گا اور اس طرح اسے اپنے پروگرام کے نفاذ کے لیے کھلی منڈی میں زمین خریدنے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ یہاں تک کہ قانونی چارہ جوئی بھی مختلف منصوبوں کے لیے HUDA کو اراضی کی منتقلی میں سہولت فراہم

---

[151] Bulletin issued by Andhra Pradesh Industrial Infrastructure Corporation.2012

[152] G, Alivelu, K. Srinivasulu, and M. Gopinath Reddy., *State–business relations and the performance of the manufacturing sector in Andhra Pradesh*. Routledge, 2013

نہیں کر سکی۔ یہ صرف ایسے پروجیکٹوں کو پورا کر سکتا ہے[153] جہاں ریاست نے براہ راست اراضی منتقل کی ہو، جیسے کہ ونستھلی پورم، سرونگر اور یوسف گوڑا میں پروجیکٹوں کے لیے یا جہاں وگیان چوک کمرشل کمپلیکس کے لیے HUDA کے ذریعے عثمانیہ یونیورسٹی سے براہ راست زمین خریدی گئی ہو۔ اسی طرح، یہ فرض کیا گیا کہ زوننگ ریگولیشن ایکٹ اور 5 ستمبر 1981 کے کثیر المنزلہ عمارتوں کے ضابطے کا ایکٹ تشکیل دے کر، HUDA ریاست اور MCH کے ساتھ مشاورت کے ساتھ قوانین کو سختی سے نافذ کرے گا۔ لیکن یہ اس کی سستی یا ریاست کے ارادے کی وجہ سے نہیں ہو سکا کہ عمارت کے ضمنی قوانین میں نرمی کی جائے، بلکہ شہر کی صحت اور حفظان صحت کی قیمت پر معماروں کو آمادہ کرنے کے لیے بھی کیا گیا تھا۔

چھٹا، کوآرڈینیٹنگ باڈی اور حیدر آباد کی میٹروپولیٹن ڈیولپمنٹ کی مجموعی انچارج ایجنسی کے طور پر HUDA کی ناکامی ہے۔اے پی اربن ایریاز (ڈویلپمنٹ) ایکٹ، 1975 کا سیکشن 13 اسی کو تسلیم کرتا ہے: "ترقیاتی علاقے کے اندر کسی بھی شخص یا ادارے کی طرف سے کوئی بھی ترقی نہیں کی جائے گی اور نہ ہی حکومت کے کسی بھی محکمے کے ذریعے، جب تک کہ اس طرح کی ترقی کی اجازت نہ ہو۔اس ایکٹ کے پرووینژن کے مطابق اتھارٹی سے تحریری طور پر حاصل کیا گیا ہے۔ سیکشن 13(9)

[153] V.K. Bawa., who was the first. Vice-Chairman of HUDA provides insight into the working of HUDA in his book – *"Indian Metropolis: Urbanization,"* Planning & Management, Inter- India" Publications, New Delhi, 1987

واضح کرتا ہے کہ "حکومت کے 'اظہار' کا مطلب ریاستی حکومت یا مرکزی حکومت کا کوئی محکمہ، تنظیم یا عوامی اقدام ہے۔ "اس طرح کے قوانین میٹروپولیٹن علاقے میں ترقی کو مربوط کرنے کے لیے HUDA کی اعلیٰ ترین تنظیم کے طور پر پوزیشن کو واضح کرتے ہیں۔

لیکن یہ اصل پریکٹس میں فلیک کھینچتا ہے۔ ریاست HUDA کو اعلیٰ ترین نہیں بلکہ دیگر منصوبہ بندی اور نفاذ کرنے والی تنظیموں جیسے MCH، ہاؤسنگ بورڈ وغیرہ کے برابر کا فریق سمجھتی ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ ایسی بہت سی شہری ایجنسیوں کی اتھارٹی HUDA سے پرانی ہے۔ HUDA ان کے برعکس ایک نیا آنے والا تھا۔ ان کی متعلقہ وزارتوں نے اپنے طور پر کام کیا، ہاؤسنگ بورڈ نے شاپنگ کمپلیکس بنائے اور MCH نے جہاں ضروری سمجھا وہاں نئی مارکیٹیں، آفس بلاکس اور شاپنگ کمپلیکس بنائے۔ تاہم پولیس ہاؤسنگ کارپوریشن صرف پولیس ہاؤسنگ کالونیوں کی تعمیر تک ہی محدود رہی۔ ایک ساتھ لے کر، اس نے ایک قسم کی گڑبڑ پیدا کر دی۔ مثال کے طور پر، فتح نگر کے قریب بھارت نگر ہاؤسنگ بورڈ کالونی، پانی کی قلت کا شکار تھی کیونکہ HUDA نے اسے پانی کی ٹینک نہیں دی تھی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ کالونی اس کی اجازت کے بغیر بنائی گئی تھی۔ اہم بات یہ ہے کہ بیگم پیٹ ایئرپورٹ پر لینڈنگ زون پر یہ ایئر فنل کا علاقہ تھا۔

ساتویں، HUDA کا اپنی بہت سی ماتحت ایجنسیوں کے ساتھ کچھ اختلاف تھا۔ اے پی انڈسٹریل انفراسٹرکچر کارپوریشن ایسی ہی ایک ایجنسی تھی جس کا مقصد شہری حدود کے آس پاس اور شاہراہوں کے قریب صنعتی اسٹیٹس بنانا تھا اور صنعتی اسٹیٹس کو تیار کیا گیا، جس نے مل کر HUDA کی شہری منصوبہ بندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چھوٹے اور درمیانے درجے کی صنعتوں کو فروغ دیا۔ میٹروپولیٹن شہروں میں اس کے باوجود، ریاست نے روزگار پیدا کرنے اور سرمائے کی آمد کے لیے اس کی حوصلہ افزائی کی اور یہاں تک کہ HUDA سے کہا کہ وہ APIIC کو 100 بڑی، درمیانے اور چھوٹے درجے کی صنعتیں تیار کرنے کے لیے مالی مدد فراہم کرے جس کی 650 ایکڑ اراضی سے زیادہ کی قیمت ہے۔ جیڈیمتلا، کوکٹ پلی، چیرلاپلی اور کٹیڈن میں 12 کروڑ روپے لگائے گے۔ یہاں تک کہ ریاست نے ایسے کاروباریوں کو بنیادی ڈھانچے کی سہولیات اور سبسڈی کی پیشکش کی حالانکہ اس نے ارد گرد کے علاقے کی ترقی کے لیے بہت کم حصہ ڈالا اور دیے گئے سرمائے کو اپنے کارکنوں کی عیش و عشرت کے لیے استعمال کیا۔ BHEL معاملے میں ایک نقطہ ہے۔ ریاست نے اسے رام چندر پورم کے علاقے میں اپنی صنعتی بستی قائم کرنے کے لیے 6,446 ایکڑ بنیادی زمین فراہم کی۔ تاہم، بعد میں، BHEL نے اپنے طور پر، 3,780 ایکڑ زمین بین الاقوامی فصلوں کے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ فار دی سیمی-آئرڈ ٹراپکس (ICRISAT) کے قیام کے لیے سونپ دی، جس کے پاس پہلے ہی 41 6,000 ایکڑ اراضی موجود تھی۔ جب HUDA نے اپنے ماسٹر پلان کے تحت رام چندر پورم میں

ایک رنگ ٹاؤن قائم کرنا چاہا تو اس نے BHEL سے اس کی تقریباً 150 ایکڑ اراضی کو منتقل کرنے کی درخواست کی، جس نے اس سے انکار کر دیا حالانکہ دہلی میں BHEL بورڈ نے اصولی طور پر 50 ایکڑ اراضی HUDA کو منتقل کرنے پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ HUDA کے قلی قطب شاہ ڈیولپمنٹ اتھارٹی (QQSDA) کے ساتھ تقریباً اسی طرح کے تضادات تھے، جسے ریاست نے 1981 میں ایک سیاسی مقصد کے تحت حیدر آباد کے پرانے شہر کو ترقی دینے کے لیے بنایا تھا۔ فساد زدہ اور زوال پذیر حصے کے مکینوں کو راضی کرنے کے لیے اگرچہ شہر میں (QQSDA) کو 1983 میں بند کر دیا گیا تھا، لیکن اسے 1985 میں ایک رجسٹرڈ سوسائٹی کے طور پر بحال کیا گیا تھا جس میں MCH، اور ہاؤسنگ بورڈ ایجنسیوں کے ساتھ مل کر پرانے شہر کی بہتری کے لیے فنڈ مختص کرنے کی طاقت تھی، اس طرح HUDA کے ماسٹر پلان کو نظر انداز کرتے ہوئے HUDA کے ماسٹر پلان کو ختم کر دیا گیا تھا۔ میٹروپولیٹن ریجن کی ترقی کے لیے کوآرڈینیٹنگ ایجنسیوں کا کردار رہا ہے۔

خود HUDA کے اندر آٹھویں درجہ بندی کی کمی تھی۔ اس کا انعقاد چیف منسٹر کے بجائے ایک ریاستی وزیر نے اس کے چیئرمین کے طور پر کیا۔ اس کی ساختی تنظیم ایسی تھی کہ اسے آزادانہ طور پر کام کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ چیئرمین اور وائس چیئرمین کے علاوہ، اس کے ممبران الگ الگ دھاروں سے بنائے گئے تھے: 3 ایم ایل اے؛ MCH کے 2 کونسلرز؛ MCH کا 1 افسر؛ محکمہ خزانہ کا 1 افسر؛ ٹاؤن پلاننگ ڈیپارٹمنٹ کا 1 نمائندہ اور حکومت کے 5 نامزد اراکین۔ یہ HUDA کے

اپنے عملے، سیکرٹری، چیف اکاؤنٹس آفیسر، ٹاؤن پلانر اور انجنی کے علاوہ ہے۔ حکومت کے نامزد افراد عام طور پر ہاؤسنگ بورڈ، اے پی ایچ سی، ایم سی ایچ یا شہر کی نمائندگی کرنے والے قانون سازوں سے ہوتے تھے۔ اس طرح، اس کا تنظیمی نمونہ اس طرح تھا کہ اس کے اراکین کے درمیان مفادات کا انحراف تھا۔

نتیجہ:۔

مذکورہ بالا بحث کے نتیجے میں یہ نتیجہ اخذ ہو سکتا ہے کہ ریاست نے حیدرآباد شہر کی ترقی میں مثبت کردار ادا کیا ہے۔ اس نے حیدرآباد کے میٹروپولیٹن علاقے کی ترقی میں اپنی دلچسپی کے اظہار کے طور پر اپنی قانون ساز اسمبلی میں مطلوبہ قوانین، ضمنی قوانین اور ایکٹ بنائے۔ اس نے پورے ہندوستان میں تمام شہروں اور ریاستی دارالحکومتوں کو ہمیشہ ترقی دینے کے لئے مرکزی حکومت کی ہدایات پر عمل کیا۔ اس نے ملائیشیا اور سنگاپور کے شہری ترقی کے ماڈلز کا مطالعہ کرتے ہوئے اور ان سے تحریک حاصل کرتے ہوئے شہری ترقی کے ماڈل کو تیار کیا۔ ریاست نے نہ صرف مرکزی حکومت سے فنڈز حاصل کیے بلکہ حیدرآباد شہر اور اس کے اطراف کی ترقی کے لیے بھی کافی فنڈز مختص کیے ہیں۔ مزید اہم بات یہ ہے کہ اس نے شہری منصوبہ بندی کو آگے بڑھانے کے لیے ایک منظم تنظیمی ڈھانچہ تشکیل دیا: مکانات، کالونیاں، روڈویز، ہائی ویز، موٹرویز، ریلوے، آبی گزرگاہیں، صنعتی اسٹیٹس، شاپنگ

کمپلیکس، ہوٹل، ریستوراں، بزنس مال، آئی ٹی اور صنعتی مرکز، ہوائی اڈے۔ وغیرہ۔ مجموعی طور پر، یہ ملازمتیں پیدا کرنے، ریاستی وسائل کی تکمیل، انسانی اور ریاستی ترقی کے اشاریہ جات کو بہتر بنانے، نئے اقتصادی نوڈس اور بنیادی ڈھانچے کی تشکیل، ہندوستان اور اس سے آگے حیدرآباد میں متنوع لوگوں کی آبادکاری، حیدرآباد پر یفیکیچر کے پورے چہرے کو تبدیل کرنے وغیرہ کا رجحان رکھتے تھے۔

چونکہ شہری منصوبہ بندی کا دائرہ وسیع اور متنوع تھا، اس لیے ریاستی حکومت نے HUDA کے اعلیٰ ادارے کے تحت مختلف شہری ترقیاتی پروجیکٹوں کا نظم و نسق، انعقاد اور ان کو انجام دینے کے لیے کئی تنظیمیں تشکیل دیں۔ اس عمل میں بہت سے سنگ میل حاصل کیے گئے اور مرکزی حکومت، ریاستی حکومت، HUDA اور اس سے منسلک منصوبہ بندی اور ترقیاتی ایجنسیوں کے تعاون سے حیدرآباد پورے ہندوستان میں IT ، شہری اور کاروباری مرکز بن گیا۔

تاہم، مسابقتی اور متضاد منصوبہ بندی اور ترقیاتی ایجنسیوں کی گڑبڑ کی وجہ سے ایک منظم شہری ماڈل تیار اور مکمل نہیں ہو سکا۔ کئی بار، ان میں ادراک اور عمل میں اتفاق رائے کا فقدان تھا، جسے ریاستی حکومت نے ووٹ بینک کی سیاست اور مفاد پرستوں، صنعت کاروں، کاروباریوں، سیاست دانوں اور کاروباری طبقے کے دباؤ کے لیے بغیر کسی کوشش کی اجازت دی۔ اب تک، حیدرآباد ایک مضبوط

اقتصادی مرکز کے طور پر برقرار ہے۔ لیکن اس میں بے ترتیب منصوبہ بندی ہے، صنعتی علاقوں کو شہری جیبوں میں ضم کرنے اور علاقائی تغیرات، پانی کی قلت، صحت کے خطرات، مٹی کے کٹاؤ، سیوریج بلاکس، ٹریفک جام، جمالیاتی فاصلے، آبی ذخائر کی بگاڑ، اور اسی طرح کے دوسرے انسانوں، ادارہ جاتی تبدیلیوں کا رجحان ہے۔ اور بنیادی ڈھانچے کی رکاوٹیں بھی شامل ہیں۔

باب 6

نتائج

6.1نتائج

نظام کے ماتحت حیدر آباد کی سابقہ پرنسلی ریاست حیدر آباد شہر کی راجدھانی کے بندوبست کے انداز میں تبدیلی ہندوستان کی 1990 کی دہائی کی اقتصادی اصلاحات کی وجہ سے ہوئی، جس نے موجودہ تلنگانہ ریاست میں حیدر آباد سمیت ہندوستان میں غیر ملکی سرمایہ کاری کی اجازت دی۔ان اصلاحات نے تمام ہندوستانی ریاستوں کو پابند کیا کہ وہ ریاست کی قانونی ضمانتوں کے تحت ایف ڈی آئی اور ان کے جسمانی اثاثوں کو اجازت دینے کے لیے قوانین میں ضروری ترامیم کریں۔

اس کے مطابق، آندھرا ریاست کے سابق چیف منسٹر چندرا بابو نائیڈو نے (تقسیم کے بعد تلنگانہ اور آندھرا ریاست) جس میں حیدر آباد شہر کا دارالحکومت تھا، ایف ڈی آئی کے بنیادی فوائد کا ادراک کیا۔ اس نے حیدر آباد کے میٹروپولیٹن علاقے کی ترقی کے لیے ایف ڈی آئی میں اپنے ارادے کے اظہار کے طور پر اس کی قانون ساز اسمبلی میں مطلوبہ قوانین، ضمنی قوانین اور ایکٹ بنائے۔ قانونی ضمانتوں کے علاوہ، انہوں نے حیدر آباد کے شہری ترقی کے ماڈل کو بغیر کسی پریشانی کے انجام دینے کی اجازت دی۔ تاہم، اس نے یہ سوچ سمجھ کر نہیں کیا بلکہ ملائشیا اور سنگاپور میں رائج ترقیاتی ماڈلز سے تحریک حاصل کی۔ اس نے بصیرت کے لیے ان ممالک کا ذاتی دورہ کیا۔ اس طرح حیدر آباد کا موجودہ شہری ترقی کا ماڈل ان کی ذاتی کاوشوں اور مضبوط سیاسی عزم کا مرہون منت ہے۔

نہ صرف یہ کہ اس نے مرکزی حکومت کی انٹیگریٹڈ اربن ڈیولپمنٹ اسکیم (IUDP) کے تحت میٹروپولیٹن ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے لئے مرکزی حکومت سے 10 کروڑ کا فنڈ حاصل کیا بلکہ آندھرا اور تلنگانہ کے دونوں خطوں کے لوگوں کے لیے شہری سہولیات پیدا کرنے کے لیے اپنے وسائل سے کافی فنڈز مختص کرنے کے لیے، HUDA نے 194.69 کروڑ روپے کی تخمینہ لاگت کے تحت ایک مربوط سٹی ڈیولپمنٹ پروگرام (ICDP) تیار کیا اور شہر کی جی ڈی پی 2020-21 امریکی ڈالر 74 بلین ہے اور اس کا درجہ ہندوستان میں چھٹا اور دنیا میں 93 ویں نمبر پر ہے، تاکہ FDIs، ملٹی نیشنل کمپنیوں اور ان کے مطلوبہ بنیادی ڈھانچے کو حیدرآباد شہر اور اس کے کنارے کے ایک منظم ترقیاتی ماڈل کے تحت سہولت فراہم کی جاسکے۔ نتیجتاً، متنوع ملٹی نیشنل کمپنیاں (MNCs) پورے حیدرآباد میں ابھریں، بالخصوص اس کے شمال میں اور بالعموم جنوب میں۔ حیدرآباد میں تقریباً 50 MNCs اور ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

- اے ڈی پی انڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ
- اموزل ڈیولپمنٹ سینٹر انڈیا پرائیویٹ. لمیٹڈ
- بائر بائیو سائنس پرائیویٹ. لمیٹڈ
- گوگل انڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ
- کاگنیزنٹ ٹیکنالوجی سلوشنز انڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ

- ڈاکٹر ریڈیز لیبارٹریز لمیٹڈ

- ہٹاچی ونتارا انڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ

- جنپیکٹ۔

- سیئتل انڈیا۔ پرائیویٹ لمیٹڈ

جس نے سائبر/ہائی ٹیک سٹی، آئی ٹی ہبس، فارماسیوٹیکل لیبز، تعلیمی ادارے، کاروباری مال، شاپنگ کمپلیکس اس کے علاوہ، غیر ملکی کمپنیاں، ہندوستانی کمپنیاں جیسے الیکٹرانکس کارپوریشن آف انڈیا لمیٹڈ (ECIL)، نیوکلیئر فیول کمپلیکس (NFC)، اور بھارت ہیوی الیکٹریکل لمیٹڈ (بی ایچ ای ایل) وغیرہ بھی ایف ڈی آئی، عالمگیریت یا اسی طرح کی دیگر نو لبرل سہولیات سے فائدہ اٹھانے کے لیے ابھرے۔

ریاست کی طرف سے ایک منظم بنیادی ڈھانچہ تشکیل دیا گیا تھا جس سے ایف ڈی آئی اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے قیام کے لیے ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی اور ترقی کے ماڈل کی مدد کی گئی تھی۔ چونکہ شہری منصوبہ بندی کا دائرہ وسیع اور متنوع تھا، اس لیے ریاستی حکومت نے HUDA کے اعلیٰ ادارے کے تحت مختلف شہری ترقیاتی پروجیکٹوں کے انتظام، انعقاد اور ان کو انجام دینے کے لیے کئی تنظیمیں تشکیل دیں۔ بڑی ٹاؤن شپس اور سائٹس کی خدمات کی اسکیمیں[154]

---

[154]https://www.hmda.gov.in

ب)اندرونی رنگ روڈ کی ترقی (ریٹی بولی سے اپل)

ج)کمرشل کمپلیکس:

د)فلائی اوور

ر)پل

س)روڈورکس

ص)کوکاپیٹ گاؤں میں SEZ میں بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کی ترقی:

h.) P.V.N.R ایکسپریس وے

اس عمل میں کئی سنگ میل حاصل کیے گئے اور حیدرآباد مرکزی حکومت، ریاستی حکومت، HUDA اور اس سے منسلک منصوبہ بندی اور ترقیاتی ایجنسیوں کے انفرادی اور اجتماعی تعاون کے لیے پورے ہندوستان میں ایک آئی ٹی، شہری اور کاروباری مرکز بن گیا۔ اگرچہ ایسی ایجنسیوں کے کچھ متضاد علاقے اور مفادات تھے، پھر بھی وہ سبھی حیدرآباد کو اس انداز میں ترقی دینے پر اکٹھے ہوئے کہ ریاست میں زیادہ سے زیادہ ایف ڈی آئی کو راغب کیا جاسکے۔

ان مختلف منصوبہ بندی اور ترقیاتی ایجنسیوں کے کام کی وجہ سے، حیدرآباد شہر زرعی بنیاد سے صنعتی یا نیم صنعتی منظر نامے میں تبدیل ہو گیا۔ حیدرآباد اور اس کے اطراف میں آباد بستیاں اور دیہات غائب

ہو گئے اور نئی بستیوں، کالونیوں، روڈ ویز، ہائی ویز، موٹر ویز، ریلوے، آبی گزر گاہوں، صنعتی اسٹیٹس، شاپنگ کمپلیکس، ہوٹل، ریستوراں، کاروباری مال، آئی ٹی اور صنعتی مرکز وغیرہ کو راستہ ملا۔

یہ پیش رفت حیدر آباد شہر اور بالخصوص ریاست تلنگانہ کے لیے اچھی ثابت ہوئی۔ اس کے بعد متعدد فوائد حاصل ہوئے: 1991 میں لاکھوں کی تعداد میں ملازمتیں پیدا ہوئیں، پرائیویٹ سیکٹر میں 1990 سے پہلے ملازمین کی کل تعداد 85,000 تھی اور 1990 کے بعد پرائیویٹ سیکٹر میں ملازمین کی تعداد تقریباً 6 لاکھ تھی، ریاستی وسائل میں تنوع، حیدر آباد کی آبادی میں اضافہ اور تنوع پیدا ہوا۔ 1981 کی مردم شماری میں 2,591,722 اور موجودہ آبادی 2011 کی مردم شماری کے مطابق 7.7 ملین ہے، اس کی علاقائی حد کو اس کے 3.6 مربع میل سے بڑھا کر 8 مربع میل تک بڑھانا، بڑے پیمانے پر بنیادی ڈھانچے کی ترقی، اس کے سیاحتی، کاروباری اور تکنیکی شعبوں میں تعلیم کو فروغ دینا۔ رقم کی گردش میں اضافہ اور مکینوں کی قوت خرید اور ان کے طرز زندگی میں تبدیلی، ریاست میں بہتری۔ اور انسانی ترقی کے اشاریہ جات کے مطابق 1990 کی دہائی میں فی کس آمدنی 531814 روپے تھی اور موجودہ فی کس آمدنی 305,389 روپے ہے، اور حیدر آباد پر یفیکچر کے پورے حصے میں ساختی تبدیلی تاہم، ترقی فالٹ لائنوں کے بغیر نہیں تھی. مسابقتی اور متضاد منصوبہ بندی اور ترقیاتی ایجنسیوں کی موجودگی کی وجہ سے ایک فول پروف ترقیاتی ماڈل تیار کیا جو مکمل نہیں ہو سکا۔ کئی بار، ان ایجنسیوں میں ادراک اور عمل میں تال میل کا فقدان تھا، جسے ریاستی حکومت نے ووٹ

بینک کی سیاست اور مفاد پرستوں، صنعت کاروں، کاروباریوں، سیاست دانوں اور کاروباری طبقے کے دباؤ کی وجہ سے نظرانداز کر دیا۔

اسی طرح، ترقی دیگر اخراجات کے بغیر نہیں تھی. بڑے پیمانے پر صنعت کاری کی وجہ سے قابل کاشت زمین کا رقبہ تیزی سے سکڑ رہا ہے، جس سے خوراک کی کمی کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ دیہی-شہری نقل مکانی اور ہندوستان اور بیرون ملک سے لوگوں کی ہجرت کی وجہ سے آبادی میں کئی گنا اضافہ ہو رہا ہے۔ صنعتی اور شہری علاقوں کے درمیان بہت زیادہ اوورلیپنگ ہے۔ علاقائی تغیرات بڑھ رہے ہیں اور اسی طرح حکمران، ثقافتی، سیاسی، کاروباری اور تعلیمی اشرافیہ کے معاشی پروفائلز کے درمیان فرق بھی بڑھ رہا ہے۔ ٹرانسپورٹ کئی گنا بڑھ گئی ہے جس کی وجہ سے شہر میں بار بار ٹریفک جام رہتا ہے۔

بڑے پیمانے پر بنیادی ڈھانچے کی ترقی کے لیے دھول اور دھوئیں اور مٹی کے کٹاؤ، سیوریج بلاکس، اور آبی ذخائر کی بگاڑ سے صحت کے خطرات عام ہیں۔ آبادی میں اضافے کی وجہ سے پانی کے ذخائر تیزی سے خشک ہو رہے ہیں اور بعض جگہوں پر 800 فٹ تک مٹی میں گہرائی تک کھدائی کے بعد بھی یہ حاصل نہیں ہو پا رہا ہے۔

مقامی ثقافتی نمونے تیزی سے معدوم ہو رہے ہیں۔ خاندانی اور معاشرتی روایات ختم ہو رہی ہیں۔ لباس اور کھانے کی عادتیں تیزی سے بدل رہی ہیں۔ اسی طرح کے دیگر اخراجات FDIs اور MNFCs کے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ FDIs اور MNFCs کی وجہ سے حیدر آباد ایک مضبوط اقتصادی مرکز کے طور پر برقرار ہے۔ لیکن، اس کے سماجی اخراجات کافی زیادہ ہیں، جس کا اثر وقت کے ساتھ ساتھ خود کو ظاہر کر سکتا ہے۔ "بندوبست کے انداز میں تسلسل اور تبدیلی 1956-2014" پر موجودہ مقالہ مذکورہ بالا بحث کو مختلف مراحل میں بندوبست کے انداز میں تبدیلی کی عکاسی کرتا ہے۔

حیدر آباد میں بدلتی ہوئی بستی کو تاریخی تناظر میں اچھی طرح سمجھا گیا ہے جب قطب شاہی نے اپنا دارالحکومت گولکنڈہ سے حیدر آباد منتقل کیا جس کے نتیجے میں حیدر آباد کی ترقی ہوئی۔ نظام کے قواعد کے مطابق شہر کا جنوبی حصہ (پرانا شہر) رہائشی علاقوں کے طور پر رہا اس علاقے میں کوئی صنعتی سیٹ اپ نہیں تھا، تارکین وطن زیادہ تر شہر کے شمالی حصے میں آباد تھے اور بہت سی نئی بستیاں وجود میں آئی تھیں۔ اس کے علاوہ، مہنگی آندھیرا اشرافیہ بھی امیر پیٹ (شمالی حیدر آباد) میں آباد ہوئی جس کی وجہ سے شہر کے شمالی حصے میں بہت سی نئی صنعتیں اور MNCs بھی قائم ہوئیں اور یہ علاقہ آئی ٹی کا مرکز بن گیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جنوبی حصہ میں شہر کی کوئی ترقی نہیں ہوئی بلکہ شہر کے اس حصے میں بہت سی تاریخی یادگاریں ہیں اور یہ اپنے کاروبار کے معیار اور سیاحتی مقام کی وجہ سے جانا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ملکی اور بین الاقوامی نقل مکانی کرنے والے بھی شہر کے اس حصے میں آباد ہیں۔ حیدر آباد شہر میں گھرانوں اور آبادی میں اضافے کی وجہ سے آباد کاری کا نمونہ بھی بدل دیا گیا۔

مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شہر کی ترقی پانچ مختلف سمتوں میں ہوئی ہے۔ شمال مشرق میں مولا علی، شمال مغرب میں رام چندر پورم، جنوب مشرق میں حیات نگر، جنوب مغرب میں شمش آباد اور شمال میں میڈچل کی طرف ترقی۔ الیکٹرانکس کارپوریشن آف انڈیا لمیٹڈ (ای سی آئی ایل)، نیوکلیئر فیول کمپلیکس (این ایف سی)، اور بھارت ہیوی الیکٹریکل لمیٹڈ (بی ایچ ای ایل) جیسی عوامی شعبے کی بڑی صنعتوں کے قیام کی وجہ سے مقالہ کی سمت میں شہر کی ترقی ہوئی ہے۔ حیات نگر (جنوب مشرق) کی طرف رہائشی مکانات کی اعلی مضافاتی ترقی کا آغاز HUDA کے ونستھلی پورم کے سیٹلائٹ ٹاؤن شپس نے کیا تھا جبکہ شمش آباد (جنوب- مغرب) اور میڈچل (شمال) کی طرف ترقی بنیادی طور پر ایک زرعی یونیورسٹی کے قیام کی وجہ سے ہے اور راجندر نگر ڈنڈیگال میں بالترتیب ایئر فورس بیس۔ اس طرح ریاستی مداخلت شہر کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جن عوامل پر اوپر تفصیل سے بحث کی گئی ہے ان کے نتیجے میں شہر کی ترقی اور پھیلاؤ آبادی کی کثافت میں اضافہ ہوا اور زمیندار کا تناسب بھی بڑھ رہا ہے 1961 کی مردم شماری کے مطابق حیدرآباد میں آبادی کی کثافت 668 افراد مربع کلومیٹر تھی اور 2011 کی مردم شماری میں یہ 18440 کلومیٹر تک ہے آبادی کی کثافت 1990 کی دہائی کے بعد لبرلائزیشن، پرائیویٹائزیشن اور گلوبلائزیشن کی پالیسیوں کی وجہ سے گھنی ہوئی ہے اور ریاست آندھرا پردیش نے ایف ڈی آئی کمپنیوں میں بھی لبرل پالیسیوں کو نافذ کیا جس کے نتیجے میں حیدرآباد میں بہت سی MNCs قائم ہوئیں اور ان کے ساتھ ان میں بہت سے غیر ملکی شہری اور ہندوستانی شہری بہتر

انفراسٹرکچراور روزگار کے بہتر مواقع کے لیے حیدرآباد میں آباد ہوئے اوراس کے نتیجے میں بہت سی نئی کالونیاں اور بنجر زمین اور زرعی زمین تجارتی زمین میں تبدیل ہوئی اور ان علاقوں میں بہت سی نئی بستیاں ابھریں اور نتیجے کے طور پر، یہ شہر تیزی سے شہری مرکز بن گیا اور ہندوستان کا چھٹا بڑا میٹروپولیٹن شہر بن گیا۔

اس کی پیدائش سے لے کر آج تک شہر کے آبادکاری کے انداز میں تبدیلی کے علاوہ، مطالعہ نے بہت سے دوسرے شعبوں جیسے تعلیم، صحت، ثقافتی تبدیلی وغیرہ میں بھی تبدیلی کو پایا، تعلیم کا شعبہ خالصتاً جدید دور میں دیکھا جاتا ہے۔ سکندرآباداور شہر کے جنوبی حصے (پرانے شہر) میں تعلیمی نظام کی بنیاد روایتی تعلیم پر مبنی تھی، شہر کے شمالی حصے میں تعلیم کا ذریعہ انگریزی تھا جبکہ جنوبی حصے میں ذریعہ تعلیم اردو اور فارسی تھا۔

اس کے علاوہ شہر کی ثقافت میں بھی نمایاں تبدیلی دیکھی گئی ہے۔ حیدرآبادی تہذیب میں سب سے اہم تبدیلیاں دیکھی گئی ہیں کیونکہ دوسری ریاستوں سے مختلف ثقافت حیدرآبادی تہذیب میں ضم ہو گئی ہیں لیکن حیدرآباد کا سیکولر تانہ بابہ اچھوتا نہیں رہا۔ حالانکہ ہم معاشی خوشحالی سے لے کر ثقافتی تبدیلیوں تک اپنے آپ کو سیکولر انداز میں جیتے اور پیش کرتے رہے ہیں۔

ہم نے شہر کے لوگوں کے طرز زندگی میں بڑی تبدیلی دیکھی ہے، شہر کی آبادی میں اضافے کی وجہ سے جگہ کی کمی نے شہر میں اپارٹمنٹ کلچر پیدا کیا، کہا جاتا ہے کہ اپارٹمنٹ کلچر کئی مذاہب کے لوگوں کو

روکتا ہے۔اور مختلف ذاتیں ایک ساتھ رہنے سے حیدرآباد نے طرز زندگی میں ایک بڑی ہلچل دیکھی ہے۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے اپارٹمنٹ کلچر ایک ضرورت بن گیا ہے۔اپارٹمنٹ کلچر کے بارے میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ بہت سے مذاہب اور ذاتوں کے لوگوں کو ایک ساتھ رہنے سے روکتا ہے۔ زمین کی قیمتیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں اور گھروں کے سامنے والے باغات غائب ہو گئے ہیں لیکن جوبلی ہلز جدید عجائبات سے محفوظ ہیں اور باغات والے گھروں کی رونق برقرار ہے۔

معاشرے وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ درحقیقت، یہ کہ معاشرہ مسلسل تبدیلیوں کی خصوصیت رکھتا ہے۔ عالمگیریت کے نتیجے میں جدیدیت کی قوتیں سر اٹھا چکی ہیں۔ نہ صرف اشیاء اور خدمات کا تیزی سے تبادلہ ہوتا ہے بلکہ ثقافت کا تیزی سے پھیلاؤ بھی ہوتا ہے۔ حیدرآباد کا منظر نامہ پچھلی دہائی میں ڈرامائی طور پر تبدیل ہوا ہے، جس میں آئی ٹی کاروبار اور شاپنگ مالز شہر کی ثقافت کا ایک لازمی حصہ بن گئے ہیں۔ مال کلچر نے اپنے مخصوص طرز زندگی کو عام کیا ہے۔ جیسا کہ جیوترمائی شرما، حیدرآباد میں تبدیلی کے بارے میں لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "وہ گندی پیٹ جھیل کا پانی نہیں پیتے ہیں اور خوش قسمتی سے، چند سالوں سے اس سے دور رہ رہے ہیں"۔ وہ گیٹڈ کمیونٹیز میں رہتے ہیں، بے جان دفاتر میں کام کرتے ہیں، اور وہ مقامی آبادی کے ساتھ شاذونادر ہی بات چیت کرتے ہیں، وہ زیادہ تر ہفتے کے آخر میں لیکن شور شرابے میں گزارتے ہیں، اور پیر کی صبح اپنے شیڈول پر واپس آتے ہیں۔ اور وہ شہر سے غافل ہیں۔ اور شہر ان سے غافل ہے۔" (شرما، 2008)۔ شہر کی توسیع نے سفر کے اوقات میں اضافہ کیا

ہے۔ لوگوں کے سماجی رابطوں نے نئی جہتیں اختیار کی ہیں، ہفتے کے آخر میں پارٹیوں اور پب کلچر نے ایک نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ موجودگی[155].

اپنی جنونی رفتار میں، میٹروپولیس اپنے وسائل خصوصاً زمین اور پانی کو ختم کر رہا ہے۔ یہ شہر، جسے پہلے "جھیلوں کا شہر" کہا جاتا تھا، مقامی آبی ذخائر کے خاتمے کے ساتھ ساتھ زمین کے استعمال کے انداز میں ڈرامائی تبدیلی کا سامنا کر رہا ہے۔

در حقیقت شہر بدل جاتے ہیں، لیکن تبدیلی ان سے ان کی شناخت یا تہذیب کو چھین نہیں سکتی۔ ایک مہمان کے لیے حیدرآباد ایک مثبت تصویر پیش کر سکتا ہے، لیکن ان رہائشیوں کے لیے جو شہر کی اتنی تیز رفتار ترقی کا مشاہدہ کرتے ہیں تبدیلی ہمیشہ خوشگوار نہیں ہے۔ حقیقت میں حیدرآبادی تہذیب کی بنیادی باریکیاں ان تبدیلیوں کے نتیجے میں دھیرے دھیرے ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ تاہم، مسابقتی اور متضاد منصوبہ بندی اور ترقیاتی ایجنسیوں کی گڑبڑ کی وجہ سے ایک منظم شہری ماڈل تیار اور مکمل نہیں ہو سکا۔ کئی بار، ان میں ادراک اور عمل میں اتفاق رائے کا فقدان تھا، جسے ریاستی حکومت نے ووٹ بینک کی سیاست اور مفاد پرستوں، صنعت کاروں، کاروباریوں، سیاست دانوں اور کاروباری طبقے کے دباؤ کے لیے بغیر کسی کوشش کی اجازت دی۔ تاریخ کے مطابق، اس لیے حیدرآباد ایک مضبوط اقتصادی مرکز کے طور پر برقرار ہے۔ لیکن اس میں بے ترتیب منصوبہ بندی ہے، صنعتی علاقوں کو شہریوں کی جیبوں

[155] Sharma, Jyotirmayi (2008). Shahar Baaki Hai Mohabbat Ke Nishaan Baki Hai, available at http://www.india-seminar.com

میں ضم کرنے اور علاقائی تغیرات، پانی کی قلت، صحت کے خطرات، مٹی کے کٹاؤ، سیوریج بلاکس، ٹریفک جام، جمالیاتی خرابی، waer جسم کی بگاڑ، اور اسی طرح کے دیگر انسانی، ادارہ جاتی تبدیلیاں ہیں۔ اور بنیادی ڈھانچے کی رکاوٹیں۔